ڈاکٹر ابوالخیر کشفی

اَخلاقِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآنِ حکیم کے آئینے میں

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

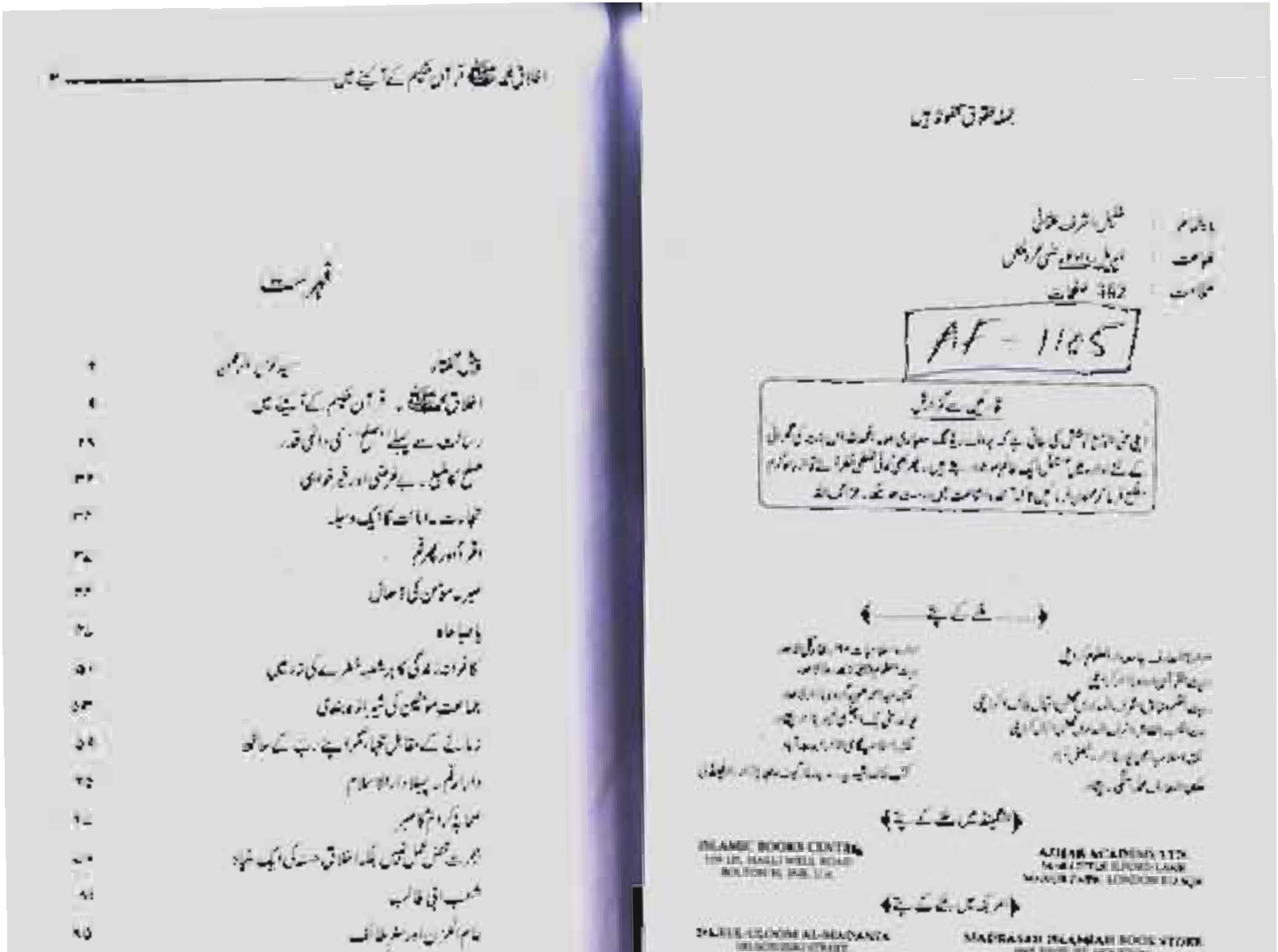

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : اخلاق اور قرآن
مصنف : ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
ناشر : اسلامک بک سنٹر
سال اشاعت : 1992ء
صفحات : 192

AF - 1195

خریدنے کے پتے

پاکستان میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOKS CENTRE
109-111, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL1 2AB, U.K.

AZHAR ACADEMY LTD.
MANCHESTER ROAD
MANOR PARK, LONDON E13 9QW

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUS-USOOM AL-MADANIA
BUFFALO, NY 14212 U.S.A.

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
TAMPA, U.S.A.

فہرست

پیش لفظ	پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی	۴
اخلاق اور قرآن حکیم کے آئینے میں		۹
رسالت سے پہلے اصلاح نبی کی دائمی فکر		۲۹
صلح کا پیغام۔ بے غرضی اور خیر خواہی		۳۴
تجارت۔ دیانت کا ایک وسیلہ		۳۶
افکر اور پھر فکر		۳۸
سیرت صحابہ کی اہمیت		۴۲
یا ایھا الذین		۴۷
کافروں، ملحدوں کا ہر شعبہ فکر سے کی نفی		۵۱
جماعت صحابہ کی شیرازہ بندی		۵۳
زمانے کے مقابل جیو اور جینے کے سانچے		۵۸
دار ارقم۔ پہلا دار الاسلام		۶۲
صبر کا پیکر، امام صبر		۶۷
عبادت محض عمل نہیں بلکہ اخلاق حسنہ کی ایک شاخ ہے		۷۰
شعب ابی طالب		۸۱
نام، لقب اور عرف و اسماء		۸۵

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاقِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۶

اہل یثرب سے رابطہ	۴۸
معراج	۵۱
معراج: ہجرت اور عالم گیریت	۱۱۱
مدینے میں پہلا دن	۱۲۷
مدینہ میں اسلامی معاشرے کا قیام	۱۳۴
مدینہ منورہ کا اسلامی معاشرہ	۱۵۰
انسانی زندگی کی تین بنیادی صورتیں: حالتِ جنگ	۱۶۲
غزوات: ان کا پس منظر	۱۷۰
غزوہ ابواء/ودّان	۱۷۳
غزوہ بواط/رضویٰ کے بعد	۱۷۹
غزوہ العشیرہ	۱۸۶
غزوہ بدر	۱۹۲
کفار کی پہلی عسکری مہم	۲۱۲
ایک کے بعد دوسرا معرکہ	۲۵۳
غزوہ بنو سلیم/بنو قینقاع کے یہودیوں کے خلاف کارروائی/اور تعلیم آموز نتائج	۲۶۰
صلح حدیبیہ: پس منظر	۲۸۲
فتح مبین/صلح حدیبیہ کی تفصیل	۲۹۲
یہودی سرکوبی مہم/خیبر کی تفصیل	۳۰۵
دعوت، حکمت اور موعظت کے مراحل	۳۱۷
مدینہ منورہ کا معاشرہ	۳۴۳
نظامِ حسبہ	۳۵۵
مدینہ منورہ میں تعمیرِ جماعت	۳۷۰
مدینہ منورہ کی اجتماعی زندگی میں خواتین کا حصہ	۳۸۲
مدنی معاشرے کے دوسرے پہلو اور اخلاقیات	۴۳۲

اخلاقِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۵

مسجد نبوی: صحابہ کرام کی زندگی کا مرکز	۱۳۴
مدنی معاشرے میں مطہر رسول اللہ ﷺ کا نقشِ قدم	۱۳۵
ہنگامی مواقع: فوجی اور عسکری معرکے	۲۲۱
غزوۂ تبوک	۲۹۱
صدق کی دو مثالیں	۳۰۷
اسلام کی فتح مبین: فتح مکہ	۳۱۳
غزوۂ حنین	۳۴۵
ہوازن کا وفد خدمتِ رسول اللہ ﷺ میں	۳۶۱
زادِ راہ: مدینے کی طرف	۳۶۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب	۳۶۹
خطبۂ حجۃ الوداع: آفاقی منشور، اخلاق و حیاتِ انسانی	۳۷۶
رخصتی: ملاقات کے لیے تیاری	۳۸۲

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

پیش گفتار

ڈاکٹر ...

...

...

www.KitaboSunnat.com

اپنے قلم سے فرمائے۔ راقم الحروف نے اس کتاب کی تکمیل میں اپنے کے راستے اشاعت پذیر ہونے کا
حصہ اب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

"اخلاق محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں" کی طرح موضوع کتاب بھی شروع
سے اسیر دعا رہی ہے قرآن اور احادیث میں اس کی آخری فرد حسن اخلاق سے متصف
رسول نے اسیر دعا میں اشاعت کے لئے اپنے اقوال سے چند روایات راقم کے حوالے کی
تھی۔ اس طرح یہ کتاب مصنف کے اپنے تعین کردہ خاکے کے مطابق مکمل شکل میں اشاعت
کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔

سیرت طیبہ ﷺ کے حوالے سے اردو میں موجود بے مثال ذخیرے میں یہ کتاب
اپنے علمی کتب کی دونوں جلدوں کے ساتھ فراہمی اور معیار ہے، جس کا بنیادی سبب مصنف
علوم کی محبت نبوی ﷺ، عقیدت دینی، سوز، گداز اور اخلاص کے ساتھ ساتھ مصنف کا تعلق
مسلک اہلحدیث ہے جس نے سب کی تائید کے بغیر ایسا ہونا ممکن ہے کہ یہ کتاب اور سلسلہ
کتب قائم نہ ہو پا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور مصنف، مرتب، ناشر اور اشاعت سے متعلق
تمام افراد کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

سید عزیز الرحمٰن
رئیس دارالافتاء (سابق ۱۰) کراچی
دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ محمدیہ، اسلام آباد
۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

اخلاق محمد ﷺ

قرآن حکیم کے آئینے میں

نبی ﷺ کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے

(وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ)

اور بے شک آپ (ﷺ) اخلاق کے اعلیٰ پیمانے اور مرتبے پر فائز ہیں۔

اس آیت کریمہ کی اہمیت و عظمت کی تفہیم کے لئے سورۃ القلم کی پہلی تین آیتوں کو بھی
ان کے ہمراہ سیاق میں مرتبہ ﷺ اور آپ کے اخلاق عالیہ کا مکمل طور پر احاطہ کرنا مناسب ہوگا۔

(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝)

ن اور قلم کی قسم اور ان کے لکھے ہوؤں کے لکھنے کی کہ آپ اپنے رب
کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہیں اور آپ کا اجر تو کبھی ختم ہونے والا
نہیں ہے۔

یہ آیات کریمہ مکہ معظمہ کے اس دور میں نازل ہوئیں جب نبی اکرم ﷺ کی دعوت

ن والقلم ۲۔
ن والقلم ۱۔۳

www.KitaboSunnat.com

کی طرف لوگ متوجہ ہونے لگے تھے۔ حج کے موقع پر اطراف و اکناف سے آنے والے زائروں کو قبولِ حق سے روکنے کے لئے قریش مکہ بھی اپنے نمائندے بھیجا کرتے تھے تاکہ آپ کے بارے میں وہ غلط فہمیوں کا شکار رہیں۔ قریش مکہ سرورِ کائنات کی سچائی اور جو کلام آپ پیش کر رہے تھے اس کی اس فصاحت سے بے حد پریشان اور خائف تھے جس کی مثال انہیں کلام بشر میں نہیں ملتی تھی۔ عرب اپنی فصاحت و بلاغت اور شاعری پر بے حد نازاں تھے۔ سخن کے انتخاب میں عربوں کی یہ مہارت شاعری سے عبارت تھی۔ وہ اپنے علاوہ سارے دنیا کو گونگا سمجھتے تھے۔ ان کے سامنے جو کلام رسول اللہ ﷺ پیش کر رہے تھے اسے کوئی ایک نام دینے پر وہ اتفاق نہ کر سکتے۔ یہی وہ نشانی تھی جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ آیات کے کسی اور جہاں سے متعلق ہونے کا ثبوت تھا۔

کسی نے آپ کو سمجھایا کہ آپ کا کلام ہمارے کاہنوں کی ادا کو اپنی گرفت میں لے لیتا تھا۔ کسی نے آپ کو سمجھایا کہ اس کلام کا سرچشمہ کوئی عظیم جادو تھا جو آپ کے ہونٹوں سے بول رہا تھا۔ اور جب کچھ بھی نہ بن پایا تو آپ ﷺ کو دیوانہ اور مجنون کہنے لگے۔ لیکن آیاتِ الٰہی کے منکر ان سے سوا یا جتنوں پر کان دھرنے کی بجائے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ تو کلام حکمت ہے اور اس میں ایسی اخلاقی اقدار اور تصورات حیات انسانی کو پیش کیا جا رہا ہے جن پر ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

ان آیات میں نظر آیا جو قوتِ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرنے والے قریبی لوگ ہیں۔ کبھی تو مسلم ہوں ہوتا ہے اپنے پیغام کی اس کا یقینی اتنا عظیم ہوتا ہے جتنی اس کی ذات و صفات کے استحکام کا انحصار اسی بات سے کہ وہ پیغام کس کلام کو وساطت کرنے کی قدرت پیمانوں میں کہاں تک اسے قلب و سماعت کو راحت کر سکتا ہے۔ کبھی اس کلام سے متاثر ہونے والے اجر سے بھی واقف ہوتا ہے جو اسے کامیابت کے طلبگار میں تو ماشوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے کی ہمت حاصل ہوتا ہے اور اس کے اخلاق عظیم کا انداز اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اس کی جان کے دشمن ہوتے ہیں اور اس پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے نت نئے ظلم ایجاد کرتے ہیں وہ انہیں کی فلاح کی خاطر اپنی دعوت کو جاری

رکھتا ہے، اور انہیں ہی اصلاح کی خاطر اپنے رب کے حضور دعائیں پیش کرتا ہے، راتوں کو جاگ کر اور آنسوؤں کو اپنی صداقت کا ثبوت بنا کر۔

سورہ علق کا آغاز حرف "اقرا" سے ہوتا ہے۔ یہ ایک امر ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول کے درمیان۔ ہم اس کے مخاطب کی حالت میں زبان و بیان کی گہرائیوں اور پہنائیوں میں اپنے آپ کو سرگرداں نہیں رکھتے اور اس امر کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف راز اس مضمون سے پوری طرح وابستہ ہے۔ یہ کن کے ان کی مثال ہے، جو تخلیق کائنات کا اظہار ہے، کیونکہ نبوت کا آغاز اور انجام نبوت محمدی کائنات کی تکمیل ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

قلم کی قسم سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قلم سے تخلیق کی نقطہ لوح محفوظ پر بھی گئی قلم سے صحیفہ کائنات لکھا گیا، اور یہی قلم فرشتوں کے ہاتھ میں ہمارے اعمال لکھ رہا ہے اور اسی قلم سے قرآن مجید لکھا جا رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول قرآن اور تحریر، سیاہی، قلم، اعمال کی نوعیت سطروں کا علم ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے اس کو کتاب الٰہی کا لکھا جانا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن یہ بات بھی تفسیر والوں کے دائرے میں نہیں آتی کہ یہ سطروں میں اعمال کا لکھا جانا بھی دلیل ہے، قرآن عظیم کا لکھا جانا بھی اس کے دائرے میں داخل ہے، اور تخلیق کائنات میں مسلسل اضافے کی عبارت بھی اس کے مفہوم سے باہر نہیں۔

ان شاء اللہ آگے چل کر ہم ان اخلاقی قدروں اور ان اخلاقی مقامات پر گفتگو کریں گے، جن کی تجسیم ذات محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، اور جو آپ کی رحمۃ للعالمینی اور سیرت کے حوالے سے عالم انسانیت کو عطا ہوئی ہیں۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ عام انسانوں کے اخلاق پر گفتگو کرتے ہوئے سیرت، ماحول، معروضی اثرات اور تعلیم جیسے مسائل و مباحث پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے مگر ہم انبیائے کرام اور بالخصوص سرورِ کائنات ﷺ کے اخلاق و کردار کے جائزے میں یہ نکتہ پیش نظر رہتا ہے کہ ان کا اخلاق علیہ ربانی ہے، جو ان کی رحمۃ للعالمینی کی آزمائشوں اور واقعات کے پس منظر میں ابھر کر انسانوں کے سامنے آتا چلا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں، اس لئے آپ کی سیرت مرد و زن کے انسانوں کے لئے کامل

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

زین نمونہ ہے۔ اور اسی لئے اس آیتِ کی تلاوت اکثر اوقات گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ بھی کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے تدریجی نزول کے بنیادی اسباب سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ جس سماج کے ساتھ سے پہلے کے رسوم، عقائد، عادات و روایات، زبان، حالات میں موت کر رہا تھا اسے دینِ ایمان کے لئے تیار کیا جائے اور اس میں آپ کے اخلاق اور آپ کی سیرت نمونہ بن گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب سوال کیا گیا کہ ہمیں اخلاق و سیرت محمدی کے بارے میں کچھ بتائیے تو ان کا یہ مختصر جملہ سیرتِ رسول آخر الزماں ﷺ کا جامع ترین اور مانع ترین بیان بن کر محافظہ کا میں محفوظ ہو گیا۔

کان خلقہ القرآن (۳)

آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

اس بات کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی عظمت کے ساتھ قرآن آپ کا اخلاق تھا۔

اخلاق کا اظہار معاشرے میں عمل، تعامل اور ردِ عمل کے ذریعے ہوتا ہے اور دوسرے کے ساتھ برتاؤ، تعلقات اور معاملات سے جو صورتِ حال ابھرتی ہے اسی کے آئینے میں کسی کے اخلاقی خط و خال دیکھے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کی چالیس سالہ حیاتِ عملی نبوت اور نبوت کے تیئیس برسوں کے واقعات میں محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ حیاتِ انسانی کے یہ مواقع کسی بھی زندگی میں آپ کی حیاتِ طیبہ کے سامنے آتے ہیں اور ان تمام مراحل میں آپ کا طرزِ عمل اعلیٰ ترین اخلاق کو پیش کرتا ہے اور انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ یقیناً اسی سے آپ کی زندگی میں انسانوں کے لئے قابلِ رشک بنتی ہے۔ دورِ طفولیت میں آپ نے اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے حقوق کا احترام کیا۔ آپ کے ہم رضاعی بھائی اور بہن تھے، ان میں سے دو آگے چل کر مسلمان ہو گئے تھے۔ عبداللہ اور انیسہ۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے محرکات میں سرِ فہرست آپ کا حسنِ اخلاق اور اس عہد میں آپ کی پاکیزہ عادات کی یاد اور ان کا گہرا نقش بھی شامل ہے۔

واقعہ فیل کے بعد اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ کی عمر تیس سال اور بعثت کے

۱۔ سیرت ابن ہشام، الطبعۃ الثانیۃ، دار احیاء التراث العربی ۱۹۷۱ء، ص ۱۵۸

دس سال تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو آپ کے نبی ہونے کا علم تھا تو پھر آپ کے قلبِ اطہر میں وہ ٹکڑا کیوں رکھا گیا جو شیطان کا حصہ تھا۔ اس کا جواب فوراً ذہن میں یہ آتا ہے کہ آپ کی حالت تمام انسانوں کی طرح تھی اور آپ کی نبوت اور گناہوں سے آپ کی عصمت اور آپ کا معصوم ہونا محض خداوندی اور حصہ نبوت تھا۔

ایک نوعمر لڑکے کی حیثیت سے آپ نے تقویٰ اور ادب سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ آپ کا طرزِ کلام دوسروں کے لئے آدابِ گفتگو کا ایک کتب تھا۔ جناب ابو طالب اور جناب زبیر کی کفالت کے دور میں آپ کا طرزِ عمل مثالی تھا۔ یتیم بچے عام طور پر گھریلو احساسِ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت محمد ﷺ کا دامنِ صفاتِ محرومی اور کمتری کے شائبہ سے بھی محفوظ رکھا، بلکہ آپ نے آنے والے ہر دور کو یتیم کی عزت کا سبق دیا اور قرآن حکیم نے صفاتِ یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کے سبق سے تذکرہ ہے ہیں۔ یہ اس نوعِ یتیم کا انسانیت پر احسان ہے۔ آپ کی یتیمی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجنے والے نے ہر ابتدائی سہارے سے آپ کو محروم کیا اور بالآخر ما کر بھیجا۔

آپ اپنی پیدائش سے پہلے ہی نبوت کے درجے پر فائز ہو چکے تھے، اگرچہ اس بات کا علم آپ ﷺ کو بھی اس وقت تک نہیں تھا جب سن ۴۰ عمری میں جبریل امین آپ تک اللہ کا آخری پیغام لے کر نہیں آئے۔

اقرأ باسم ربک الذی خلق (۱)

رسالت کا مرتبہ انسان اپنی عبادت و ریاضت اور کسی اور محنت کی بنا پر حاصل نہیں کرتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور انعام ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس بارِ گراں کے اٹھانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے اور اس کی پرورش، تربیت اور انتظام اپنے علم کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو بار بار بیان فرماتا ہے۔ حصولِ نبوت سے پہلے ہی کوئی اس کا علم نہیں ہوتا کہ اس کا رب اسے کس امانتِ عظیم اور مرتبۂ بلند پر سے نوازنے جا رہا ہے۔ اگرچہ نبوت سے پہلے سے رویے صداقت سے نوازا جاتا ہے اور کائنات کے تمام اجزاء اس کے سامنے بے

۱۔ العلق

www.KitaboSunnat.com

کائنات کے حکم سے اپنے اسرار کھولتے ہیں۔ نبی، رسالت، رسولوں کی زندگی عام انسانوں کی طرح گزرتی ہے۔ وہی رشتے ناتے، وہی لوگوں سے معاملات، وہی تکلیف دہ حالتیں اور تفکرات۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کی زبان، نبوت سے پہلے بھی جھوٹ اور لغو باتوں سے پاک تھی، لوگوں سے ان کے تعلق کی دنیا غیر خواہی کے سوا کچھ نہ تھی، وہ دوستوں اور دشمنوں کو بھلائی کا حکم دیتا تھا۔ کفار اس وسیع طرز کو نہیں دیکھ پاتے، اور اسی لئے اعلانِ نبوت کے بعد بھی ہمیشہ نشانیوں اور معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس حقیقت تک پہنچ نہیں پاتے کہ رسول کوئی نشانی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ رسول اسی لئے آتا ہے کہ لوگوں کی زندگی کا مرجع رب کائنات کی طرف موڑ دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً
وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (۵)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور انکی بیبیاں
بچوں والا بنایا اور کسی رسول میں یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ اللہ کے حکم اور
اذن کے بغیر کوئی نشانی اور آیت دکھائے۔

اللہ تعالیٰ جن منتخب اور برگزیدہ ہستیوں کو نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے ازلی و ابدی کمپیوٹر میں فیڈ (Feed) ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرعون و فرعونیت سے انسانیت کو نجات دلانی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرعون کے محل میں ان کی پرورش اور تربیت کے معجزے فراہم کر دیئے تاکہ فرعون آداب و اسرارِ حکومت اور فرعونیت کے چبھنے والے شیشے کی تمام تفصیلی کیفیتوں کا علم ہو سکے۔ اپنے عہد اور ہر عہد کو بدل دینے والے رسول کو اس نے فکر، کردار اور بیانی سہارے سے محروم رکھا تاکہ دنیا اور آپ ﷺ کے بہترین ماننے والے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ رسول کی حفاظت اس کے رب کے ذمے ہے اور وہ اس کے لئے کافی ہے۔

رسالت کا انتخاب صرف اللہ کرتا ہے، وہ جسے اپنے پیغام سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے اسے اس منصب کو اٹھانے کا شرف عطا کرتا ہے۔ یہ حقیقت قرآن کریم میں پوری طرح کھول

۵۔ الرعد: ۳۸

کر بیان کی گئی ہے

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ
لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۱)

اللہ مومنوں کو اس حال میں ہرگز نہیں رہنے دے گا، جو اس وقت تمہاری حالت ہے، وہ پاک لوگوں کو ناپاکوں سے الگ کر کے رہے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کا طریق کار نہیں کہ وہ تم کو غیب پر مطلع کرے۔ وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب کی باتیں بتانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

ہم نے اس آیت مقدسہ کو اس کے پس منظر اور معانی کی وسعت کی وجہ سے چنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریق کار کو واضح کرتی ہے۔ مومنوں کو اللہ اس حال میں نہیں رہنے دے گا کہ منافق ان میں گھلے ملے رہیں اور فتنے جگاتے رہیں۔ منافقوں کے دلوں کا چھپا ہوا نفاق غیب کی بات ہے، جس سے صرف اللہ تعالیٰ حتمی طور پر واقف ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو منتخب کرتا ہے ان پر منافقوں کے نفاق اور بعض دوسرے امور غیب کو آشکار فرما دیتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے کئی واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امورِ غیب سے آپ کو جب مناسب سمجھتا مطلع فرما دیتا۔ مثلاً یثرب کی طرف ہجرت کرتے وقت راستے میں سراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا، اس کے گھوڑے کا دو بار گر جانا، اسے یقین ہو گیا کہ وہ سرورِ کائنات ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تو اس نے رسول اللہ کو سامانِ سفر، کھانے کی چیزوں کی پیش کش کی، مگر آپ نے قبول نہیں کی اور صرف یہ وعدہ لیا کہ ہماری راز داری کرنا۔ اس نے بھی نہ کیا۔ اس وقت زبانِ رسالت نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ میں تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایران کی فتح کے بعد جب کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے وہ کنگن سراقہ کو دے دیئے۔

۱۔ آل عمران: ۱۷۹

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ حنین کے موقع پر لشکر کھڑے ہوئے اپنے مختلف پڑاؤ میں آگئی کہ صحابہ کرام کی کمر لیس اس پر پڑ کر ثابت ہو جائیں۔ صحابہ کرام نے سرور کائنات ﷺ کو اطلاع دی، آپ تشریف لائے آپ نے اس پر اپنے سب کا نام لے کر اس چادر پر ضرب لگائی۔ چادر کے پتھریلی چٹانوں، یا ان خطاؤں میں تقسیم ہو اس کا ایک حصہ الگ ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک شام کی کنجیاں، عطا فرمادیں اور میں شام کے سرخ عمارات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہہ کر اس چادر کو دوسری ضرب لگائی، پتھریلی چٹانیں منتشر ہو گئیں اور یمن، سالقہ سے یہ باعث ادائی کرنے اکیڈمک فارس لیبر سے سپرد کر دیا گیا۔ اس وقت (ان پڑھ) یہود میں جا کر اس کا اظہار کیا، دیکھ رہا ہوں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی تو چادر پاش پاش ہو گئی۔ اس سے ٹکڑے والی چٹانیں یوں نے فضا کو روشن کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اکبر! مجھے ان کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ میں اس وقت صنعاء کے پھاٹک کو (کھلا ہوا) دیکھ رہا ہوں۔

اس آیت سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ کا انعام اور انسانوں کے لئے بہترین انعام ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نکتے کو بھی واضح فرما دیا گیا کہ انبیاء کے معجزات اور مرتبے تنہا بھی نہیں ہوتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ (۱)

یہ ہمارے رسول ہیں جن میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نبوت کی ماہیت سے بے خبر کفار نے جب بھی اپنے رسولوں کا تمسخر اڑایا، مادیت میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ دولت دنیا ہی کو برتری کی بنیاد سمجھتے تھے اور اسی لئے رسالت کو بھی اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ اسی کی واضح تردید اور انکار کرتے ہوئے قرآن حکیم نے اس طرح پیش فرمایا ہے:

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ (۲)

۱۔ البقرہ ۲۵۳

۲۔ الانعام ۱۲۴

اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، جب تک ہم کو بھی کوئی ایسی چیز (رسالت، پیغام الٰہی) نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے۔

رسالت کے مرتبے کو اگر رسولوں کو مخاطب بھی کر کے کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا:

قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي ۖ فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ (۱)

(اللہ) نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے دوسرے انسانوں پر تمہیں اپنی رسالت عطا فرما کر اور تم کو اپنے کلام سے سرفراز فرما کر امتیاز (اور برتری) دیا ہے۔ پس میں نے تم کو جو کچھ (اپنی آیات اور اپنی وحی سے) عطا کیا ہے اس کو لے لو اور شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔

کلام الٰہی کا اعجاز یہ ہے کہ یہ لفظوں میں رسالت کے مرتبے، وحی کو اپنے دامن اور کردار کا حصہ بنا... فرما اور... وہ سرداں تک پہنچانے کا فریضہ، اور اس امتیاز پر اپنی شکر گزاری کے اظہار کے مضامین کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت اس لئے عطا فرمائی کہ وہ بنی اسرائیل کو ہدایت فرمائیں اور اپنی ام کتابی سے انہیں انجیل جیسی نعمت عطا کیا ہے، اور ان انعامات پر شکر بجا لانے کا حکم بھی دیا ہے، رسول اور اس کے قبیلے کی ہدایت کا وسیلہ ہے۔

رسل عظام علیہم السلام پر وحی کئی طریقوں سے نازل فرمائی گئی، کبھی کلام کے ذریعے کبھی رسول کے قلب مطہر پر وحی نازل فرمائی گئی، کبھی فرشتوں کی آواز میں کی آواز گونجی، اور اکثر حضرت جبریل امین کے کر تشریف لاتے۔ یہ بھی فرشتوں میں جبریل امین کا امتیاز ہے اور اس امتیاز کے لئے فرشتوں میں سے اللہ جل جلالہ نے حضرت جبریل کو انتخاب فرمایا:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ

۱۔ الاعراف ۱۴۴

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

سورۃ (۲۰)

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنی رسالت اور پیغام پہنچانے
والوں کو چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

قرآن حکیم کی ان آیات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ہر کتاب و صحیفہ ہی کو ہدایت عطا کی جاتی ہے تو اس منصب عالی کے لئے خاص کئے جاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ اسی غرض سے ان کی تخلیق کرتا ہے۔ کسی چیز کو بنانا تخلیق ہے اس سلسلۂ تخلیق کی اہمیت کو کس حد تک سمجھ لینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ عمل تخلیق میں اندازہ و اور تعریف کا ہونا اور امکانات کا جائزہ لینا بھی شامل ہے۔ یہی امکانات اور ان کا پیدا ہونا کسی چیز کی خلق کہلاتا ہے۔

اسی مادہ (خ ل ق) سے مشتق ایک لفظ اور بھی مستعمل ہے۔ خلیق کسی با اخلاق اور خوش خلق آدمی کو کہتے ہیں کہ جو کہ زندگی کی خوش گوار ی کا باعث ہوتا ہے۔ ہم خلیق کہتے ہیں۔ خلق (اخلاق تخلیق) اور خلق (اخلاق، خلیق) اب الفاظ ایک ہی مادہ (خ ل ق) سے ہیں۔ یوں خلق کو مفہوم و اصطلاحی ماہیت، دو مختلف باعادت بھی ہیں۔ اخلاق اور تخلیق سے بالاتر ہوں۔ اللہ نے ہی اکرم ﷺ کے لئے فرمایا گیا:

وانک لعلی خلق عظیم (۱)

انسان اور دوسری مخلوقات کی ناراضگی اور مخالفتوں سے بچنے کے لئے عربی زبان میں کئی الفاظ ہیں۔ ان میں سے دو لفظ قرآن حکیم میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

قال خلدوا لا تخف نجوت من القوم الظلمین (۱۲)

(اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے) فرمایا تم ڈرو اور خوف نہ کرو۔ تم
اس قوم کی ظالم صورت میں دوبارہ واپس آؤ گے۔

۱۔ القلم ۴
۱۲۔ القصص ۲۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا دیکھ کر رب العزت نے دریافت کیا کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے جس سے میں ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی کمریوں کے لئے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے مجھے دوسرے کام بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ موسیٰ نے ڈالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ اس پر رب موسیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ڈرو نہیں۔ ہم اسے پہلی صورت میں لوٹا دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق انسان کی طبیعی خصوصیت یا خصوصیات کا نام ہے اور یہ عادات و اطوار، طور طریقے اور چال و حال کو کہتے ہیں۔ خلقی کی اصلی سیرت اس کا خلق کہلاتا ہے۔ پھر سیرت کی تشکیل موروثی اثرات، ماحول اور تعلیم کے تحت عمل میں آتی ہے۔ ان خصوصیات کا تناسب مختلف افراد میں مختلف ہو سکتا ہے۔ کسی انسان کی سیرت کی تشکیل میں کون سا عنصر غالب ہوا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

کتاب اور الکتاب بھی قرآنی اصطلاحات میں جداگانہ مستعمل ہے۔ یہ انگریزی اصطلاح Science کے مترادف ہے۔ کتاب سے مراد انسان یا دوسری مخلوقات کی وہ خصوصیات، ضروریات، عادتیں اور خصائص ہیں جن پر انہیں کوئی اختیار نہ ہو جیسے لفظ جنسی، بھوک، پیاس وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں کتاب کا لفظ مخلوق کے لئے استعمال ہوا ہے۔

وانظر الذی خلقک فی الخلق الاولیٰ (۱۳)

(اللہ (اور خالق حقیقی) کا تخلیقی اختیار کرو جس نے تمہیں اور ہر
مخلوق کو پیدا کیا۔

قرآن حکیم کے ارشادات اور قدرتی تعلیم سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے بھی تمام مخلوقات سے الگ اور مختلف ہے۔ جانوروں کو دیکھئے ان کے بھی ہاں [illegible] سے سوائے [illegible] جس میں وہ اپنی جنسی خواہش

۱۳۔ الحجر ۲۸

www.KitaboSunnat.com

کی تحلیل کرتے ہیں اور مشاورت (Meeting Second) کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں اہل عمل کی کمیابی کے باعث دانش گاہی کے کتوں سے کتوں کو رکھنے کے لئے کیا کیا جتن کرتے ہیں کہ تھکن دہ پی بہت کے تحت ہاتھ بندر کو توڑنے پڑتے ہیں۔ انتظار کے اسی زمانے میں آپ لوگوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ جس کو سن کر بیماریاں بھاگ جاتی ہیں۔

انسان اللہ کی مخلوق ہے لیکن شعور، اخلاقی حس، وجدان اور روحانی وابستگی کا جوہر اپنے اندر رکھنے کی وجہ سے اشرف المخلوقات بن گیا ہے۔ آج دنیا سے ہزاروں کی وجہ سے بیشتر انسان اور مسلمان بھی اس امتیاز سے محروم ہیں اور وہ حیوانوں کی طرح اپنی نفسی خواہشوں کی تکمیل کے لئے گھناؤنے جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ روزانہ ہمیں اخبارات میں جو خبریں نظر آتی ہیں ان کو دیکھ کر ہر انسانیت پر یقین رکھنے والا دل ہو جاتا ہے۔ اور وہ واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں جن کو سن کر ہر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک آدمی نے سوتیلے بچوں کو قتل کر دیا۔ عورتوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ دل لرز اٹھتا ہے۔ کئی بچیاں تو دو سال کی عمر سے بھی کم ہوتی ہیں۔ اسی طرح نیم مسلم ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت حلال حرام کا لحاظ نہیں رکھتی اور جو لوگ اپنے آپ کو دین سے کسی حد تک وابستہ رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی غیر ذبیحہ گوشت کے لئے کیسے کیسے ترکیبیں اور حیلے تلاش کرتے ہیں اور پھر اللہ سے بچتے ہیں۔

قرآن حکیم کا مطالعہ ہمارے سامنے یہ حقیقت لاتا ہے کہ مسلمان کس طرح اپنے امتیاز اور شعور اور تربیت کے ذریعے حیوانی جبلت پر غالب آ جاتا ہے۔ اب جوان پر بھی ہوتا ہے جو حرام چیز حلال ہو جاتی ہے مگر اسی حد تک کہ جسم و جان کا رشتہ قائم رہے۔ یہ بات شعور اور ایمان کی ہے۔

ایک اور لفظ جو کہ نہایت زیادہ استعمال ہونے والے ان الفاظ میں شامل ہے وہ کردار ہے جو سیرت، شخصیت اور عادات و اطوار اور سیرت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں مختلف تصورات اور الجھاؤ (Meaning Shades) کا سامنا کرتے ہوئے دوسرے الفاظ میں یہ ایک ذہنی رجحان (Image) لفظ کا اصطلاح ہے۔ اس کے پس منظر کو

اخلاق و نفسی کی تلاش سے سمجھتے۔

اس کردار کے لئے جس نے پوری شخصیت کا کردار اختیار کیا ہے۔

جس اس لڑکی کا کردار اچھا نہیں ہے (جس کا خصوصی استعمال کسی فرد کے بعض طرز عادت کے اظہار کے لئے کیا جاتا ہے۔ کوئی اور لفظ یہ بات کہنے کا پابند نہیں ہے۔

سماجی علوم کے ماہرین نے اخلاق کی اصطلاح کو ترجیح دی ہے۔ اخلاق کے مطلب میں تو کردار کا مفہوم بھی شامل ہے۔ اخلاق کی تاریخ بہت پرانی ہے۔

اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے مذہب کی بنیاد پر اخلاقیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔

قرآن کریم نے سیرت، کردار، شخصیت اور عادت کے لئے کسی لفظ کی بجائے کہ رسول اللہ ﷺ کے مجموعی خصائل و اوصاف کے لئے مطلق "اخلاق" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اخلاق ہو تو ایسا ہو اور جو ایسا ہو وہ اخلاق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اور بڑا ہی جامع ارشاد ہے:

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو
الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا (۲۱/۳۳)

(یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی (پرستش) اور یوم آخرت کی توقع رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام [illegible] اخلاقی، روحانی، [illegible] انسانی اور روحانی اعلیٰ اوصاف [illegible] ہیں جن کی تعریف کرتے ہوئے ہم تھکتے نہیں۔ پھر اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر یقین رکھتے ہیں اور جو یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے اجر و ثواب اور ابدی زندگی کا انحصار بھی اسی پر ہے اور اتباع رسول کریم ﷺ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر انسان کی کسی سے [illegible] نہیں ہوتا۔

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

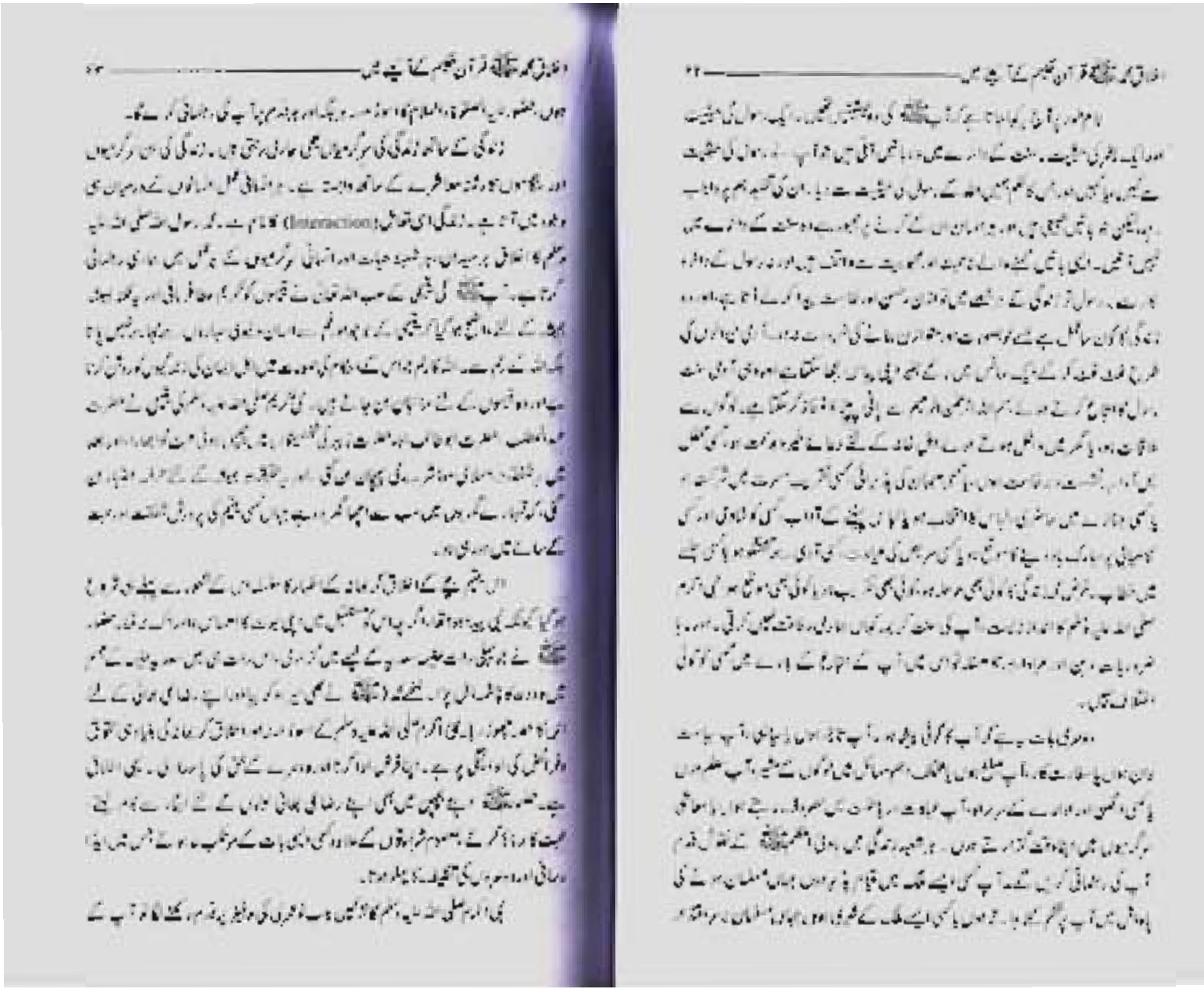

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ قرآن عظیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

کیا پھر نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں
اور پھر اس سے کھیتیاں اگاتے ہیں جس (کی پیداوار) سے ان کے
چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں۔

اور بارش پانی کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ یہ موسمی بھی تمہارے لئے ایک اہم غذائی ضرورت کو خود اپنی خالص کی صورت میں پیدا کرتے ہیں۔ یہ تمہیں دودھ دیتے ہیں جس کے غذائی خواص کی اہمیت آج کے انسان پر سائنسی علم نے پوری طرح منکشف کر دی ہے۔ شہد جیسی شیریں غذا بھی تمہارے لئے جانی آمدنی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ پھر تمہارے کھانے پینے کی اشیاء کو محفوظ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہیں۔ اس کا ایک واضح مفہوم یہ بھی ہے کہ انسانی اور حیوانی زندگی کا انحصار پانی پر ہے۔ اس کا ایک اور اشارہ بھی ہے کہ پانی کے بغیر زندگی کا وجود ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے حیاتیاتی فوائد ہیں جو قرآن حکیم نے مختصر الفاظ میں بیان کر دیئے ہیں۔ ان کی تفصیل کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۲۴)

اور اس کے نشانوں میں سے بھی (شمار) ہے کہ وہ تمہارے لئے بجلی طرح
طرح کی امیدیں اور خوف پیدا کرتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے اور
اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے
عقل رکھنے والوں کے لئے اس میں بھی نشانیاں ہیں۔

قرآن حکیم نے پیش خبری کی ہے کہ بادلوں میں تمہارے لئے امید اور خوف کے سامان ہیں۔ امید کے لئے بارش کی خوشخبری ہے اور خوف کے لئے بجلی کی تباہ کاری۔ تم ان سے بچاؤ کی تدابیر بھی حاصل کرتے ہو۔ تم ان پر تحقیق بھی کرتے ہو اور ان مظاہر سے بہت کچھ فوائد بھی اٹھاتے ہیں۔ لیکن تم نے ان مظاہر کے پیچھے کارفرما قوت کو نہیں پہچانا۔

بادلوں کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بھی آیات میں شامل ہیں۔

اور ہم نے بادلوں کو سایہ کرنے والا بنایا ہے

فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ (۷۲)
وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ (۷۳)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں ان کے
لئے چوپائے بھی خلق کئے ہیں جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں اور ان
سے ہم نے ان کے لئے فرمانبردار بنایا ہے۔ ان میں بعض تو ان کی
سواری کے کام آتے ہیں اور بعض کا یہ گوشت کھاتے ہیں اور ان میں ان
کے لئے (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں۔ کیا پھر بھی شکر ادا نہیں کریں گے۔

انعامی جانوروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کی سواری اور ان کے منافع کے بارے میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ اور وہ ہے شکر گزاری۔ شکر کا ادا کرنا ایک بڑی اور اہم اخلاقی صفت ہے۔ مومن ہمیشہ ہر نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ انبیائے کرام کی امتیازی صفت ہے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون انسان ہو سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس بات کا پتہ فرماتے تھے کہ اگر ایک دن کھانا نوش فرمائیں تو دوسرے دن اختیاری روزہ رکھیں۔ اور اس نکتے کو اختیار کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شاکر اور صابر بندہ بننا چاہتا ہوں۔ یہ ہیں عظیم اخلاقی حالات جن اور ایک دوسرے کا ضمیمہ ہیں۔ ان کی اساس اخلاق محمد ﷺ سے بڑھ کر کہاں نظر آئے گی؟

یوں تو پانی اور مویشیوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پانی کے بغیر زندگی کا وجود ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کی خاطر پانی کا انتظام کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی اس تعلیم کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ انسان کو اپنے مویشیوں کی صحت کے لئے بھی پانی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اسلام نے اس کے لئے بھی ہدایات دی ہیں۔

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

رسالت سے پہلے "صلح" کی دائمی قدر

نبی اکرم ﷺ کے بچپن اور لڑکپن کی زندگی ہی میں آپ کے وہ اخلاق اور خصائص ابھر کر سامنے آ گئے تھے جن سے آپ کو اپنے معاشرے میں جداگانہ اور مختلف حیثیت کا حامل سمجھا جانے لگا۔ عرب اگرچہ ایک ایسے وجود کو مانتے تھے جو خالق اکبر تھا لیکن اس کے ساتھ شرک اور اقتدار میں انہوں نے سانجھے دار اور شریک بنا لئے تھے۔ ان کے بت ہی ان کے معبود بن چکے تھے۔ انہی سے اپنی حاجات روائی کی دعائیں مانگی جاتیں، انہی کی منتیں مانی جاتی ہیں، ان ہی کے نام پر قربانیاں کی جاتیں، ان ہی کے آستانوں پر نذرانے لے جاتے۔ نوعِ محمد (ﷺ) نے اپنی زندگی کے کئی حصے میں بچپن اور لڑکپن کے بھی قریب رہتے ہیں کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کو بتوں کی قسم تک کھانا گوارا نہ تھا۔ آپ نے بچپن اور لڑکپن میں بھی ایسے عمل نہیں کیے جن پر "لغو" کی اصطلاح کا اطلاق ہو سکے۔ آپ کے لڑکپن میں صرف دو واقعات ایسے آتے ہیں جن میں دوسرے نوجوانوں کے ساتھ آپ ﷺ نے تفریحی نوعیت کی سرگرمیوں میں شرکت کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک واقعہ جس کو قصیدے والوں اور سب گھر والوں کی دعوت کی تفریح کی وجہ کہا جا سکتا ہے، لیکن دونوں مرتبہ آپ عین کے قبیلے کی طرف سے ان تفریحوں میں شریک نہیں ہو سکے، یہ واقعہ اپنے زمانوں کی زندگی کے ہر رشتے کو سنوارتا اور چمکاتا ہے۔ اور انبیاء کو ان معمولی باتوں سے بھی بچاتا ہے، جو اگرچہ ان کے معاشرے میں معروف کاموں میں شمار ہوتی ہیں لیکن ان کے مرتبہ عالی کے مطابق نہیں ہوتیں۔ انبیاء اور رسل کی پوری زندگیاں ایک کھلی کتاب کی طرح ان کے رب کے سامنے ہوتی ہیں۔ یہ بات عام انسانوں کی سمجھ میں ان کے اعلان

رسالت کے بعد کی زندگی کے مطالعے سے آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ انسانیت کے لئے صلح کے سب سے بڑے نقیب اور چیمپئن تھے۔ صلح کو اس کے وسیع تر معنوں میں دیکھئے، جس میں عام انسانوں کی اصلاح بھی شامل ہے۔ اس میں عام انسانوں کی کمیوں اور خامیوں کو دور کرنے کا عمل بھی داخل ہے، اور یہ اصلاح فرد اور معاشرے میں توازن قائم کرنے سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ جنگ کے مقابل صلح کا لفظ اسی مفہوم کو اجاگر کرتا ہے۔ زندگی، جنگ کے عالم میں اپنے توازن سے محروم ہو جاتی ہے۔ گھر اجڑ جاتے ہیں، بستیاں ویران ہو جاتی ہیں، زندگی اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھتی ہے اور عزت و وقار کے گھر والوں کے دھندے جاتے ہیں۔ انبیائے کرام کو اسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے جنگ بھی کرنا پڑتی ہے اور اس وقت تک کہ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیمات کے گہرے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اعمالِ صالحہ سے مراد ایسے عمل ہیں جن سے دنیا کا توازن برقرار رہے، معاشرے کی، خاندان کی اور افراد کی زندگی متوازن بن سکے اور انسان کو محض معاش حاصل ہو سکے۔

سورۃ النساء میں صلح کا لفظ اگر چہ میاں بیوی کے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے سلسلے میں ادا ہوا ہے مگر اس سے بھی ایک دائمی قدر حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (۱)

صلح بہت اچھی چیز ہے۔

اس دائمی قدر سے انسان کی زندگی کا توازن برقرار رہتا ہے۔ یہ آیت چار لفظوں پر مشتمل ہے اور ہر لفظ اپنے دامن میں ایک اصول اور حکم رکھتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے لفظوں میں انسانوں کو ایک دائمی قدر یعنی صلح عطا کی گئی ہے اور انسانی فطرت کی اس کمزوری کو دور کر دیا گیا ہے جو صلح کے دامن کو بار بار چاک کرتی ہے:

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

(۱) النساء، ۱۲۸

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (۳/۹۲)

اگر تم اپنے اس مال کی بہتری اور اچھائی حاصل نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے اور اس میں کوئی تحفظ نہ کرو جو تمہیں بہت عزیز ہے اور اپنی (خواہش) کو قربان (کرنے) میں تامل ہے اور اگر تم اپنے اس مال کو خدا کے لئے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرو گے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالو گے تو تم اس کی بہتری اور اچھائی حاصل کرو گے۔

اس آیت کو ایک طویل اور واضح جملے یا آیت کی شکل میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس وقت (جملے) کی شکل یہ ہے کہ میں نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا تاکہ میں اس کی بہتری اور اچھائی حاصل کر سکوں۔ اگر ایک طریق (راہ) میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا پڑے تو میں اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔

اس کے بعد دوسری شق (شکل) میں یہ فرمایا گیا کہ [illegible] ہے۔ یہ وہ اہم اصول ہے جو قرآن کریم نے انسانیت کو عطا کیا ہے۔

تیسری شق (شکل) میں اس حسد کی نشاندہی کی گئی ہے جو انسان اپنے [illegible] سے رکھتا ہے اور [illegible] اور [illegible] اور [illegible]

www.KitaboSunnat.com

صلح کا طبع ۔ بے غرضی اور خیر خواہی

صلح بے غرضی کے جذبے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور بے لوث خیر خواہی کے جذبے سے فروغ پاتی ہے۔ نبی رسول اور خاص طور پر ہادیٔ اعظم قربان جائیں ﷺ کا منصب مبارک خیر خواہی کا سرچشمہ تھا۔ نبوت سے ہی بے غرضی کا سوتا پھوٹتا ہے اور بے غرضی بھی اس درجے کی کہ آپ ﷺ کی راتیں گمراہوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ میں گزر جاتیں اور آپ کے مقدس آنسو ہدایت کے بارے میں کوتاہ اندیشوں کی ذہنی کوتاہی پر بہہ جاتے۔ حیات قبل نبوت میں آپ ﷺ کی بے غرضی اور خیر خواہی آپ کے ہم عمل میں لگے ہوؤں کو نظر آتی۔ آپ کی نرم گوئی اور ذہنی فہم و فراست کی وجہ سے لوگ آپ کو امین کہتے تھے۔ نبوت سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے آپ ﷺ کی نبوت کا ثبوت بھی فراہم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی حیات مبارکہ کا پینتیسواں سال تھا کہ مکہ کعبہ کی مرمت ہونا تھی۔ اس کے لئے فیصلہ کیا گیا۔ پرانی عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کے منہدم ہونے کا اندیشہ تھا۔ بعض قبائل میں ترمیم کعبہ کے بارے میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا تھا۔ سبھی قبائل نے طے کیا کہ کعبے کی تعمیر نو میں حلال اور محنت کی کمائی صرف کی جائے گی۔ اس سے حاصل ہونے والی دولت، مال کاروبار اور حرام ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت استعمال نہ کی جائے گی۔

نبی اور امین کی تعمیر شروع کی گئی۔ یہ قوم بالی ایک روایتی ماہر تعمیر سے تعمیر کی نگرانی کا کام سونپا گیا۔ تمام قبائل نے تعمیر کعبہ کی سطح اور جگہ مقرر کر دی گئی اور دیوار کعبہ بلند ہونے

لگی۔ یہاں تک کہ حجر اسود کی تنصیب کا وقت آ گیا۔ ہر قبیلے نے یہ شرف حاصل کرنا چاہا۔ اس مسئلے پر تلواریں نیام سے باہر آ گئیں۔ چار دن تک یہ جھگڑا چلتا رہا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو گا اس کو اس شرف سے نوازا جائے گا۔ اس کے فیصلے کو تمام قبائل تسلیم کر لیں۔ یہ فیصلہ سب نے قبول کر لیا۔

یہ فیصلہ کرنے والے حرم میں رات بھر رہے۔ اور جب صبح کی روشنی پھوٹنے والی تھی تو مسجد حرام کے دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص کو سب نے پکارتے ہوئے کہا:

هذا الامين رضينا (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱/۲۰۰)

یہ امین ہے ہم اس پر راضی ہو گئے ہیں۔

یہ تھے محمد مصطفیٰ ﷺ کے بچپن کے نقش و نگار، اور طالب کے بچپن کے نقش، جو پیدا ہونے سے پہلے ہی ان کی زندگی میں فرق عظیم و شعور کی "امین" اور "صادق" کہنے پر مجبور تھا۔

صلح قائم کرنے کے لئے خیر خواہی اور بے غرضی کے علاوہ غیر جانب داری بھی ضروری ہے۔ اسے کہ یوں ہی ثالثی مطمئن ہو سکتا ہے۔ محمد ﷺ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا اور آپ نے اللہ کے معاملہ کردہ طریقہ کی روشنی میں ایک چادر بچھوائی۔ اس کے درمیان حجر اسود رکھا گیا۔ چادر کے کونے کونے تمام قبائل کے نمائندوں نے پکڑ کر اٹھایا، اور جب حجر اسود اپنی جگہ تک پہنچ گیا۔ پیغمبر امن ﷺ نے بنفس نفیس اس کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یوں ایک بڑا فساد ٹل گیا اور آج تک قریش ایک ایسی جنگ سے بچ گئے کہ اگر وہ چھڑ جاتی تو کئی نسلوں تک جاری رہتی۔

---

۱ محمد علی صابونی، روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام، بیروت: دار القرآن، ج ۱، ص ۱۲۵

۲ ابو الحسن علی بن ابی الکرم عبد الواحد الشیبانی المعروف بابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۵ء، ج ۱، ص ۴۰۱

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

تجارت — امانت کا ایک وسیلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور لڑکپن میں بکریاں چرانے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے پہلا تجارتی سفر اپنے چچا جناب ابوطالب کے ساتھ کیا۔ آپ شام تشریف لے گئے تھے۔ قرآن مجید میں سیروا فی الارض (۱) کی تلقین بار بار کی گئی ہے۔ اس حکم کی بار بار تعمیل کرتے ہوئے محمد (ﷺ) نے کئی مقامات اور شہروں کو دیکھا، لوگوں کی عادات و اطوار کا مشاہدہ کیا، گزشتہ مقفلے قوموں کے مساکن اور دیار سے گزرے۔ آپ تو ساری انسانیت کے لئے رسول ہونا تھا تو دوسرے علاقوں سے بھی آپ کا تعارف کرایا گیا۔ ان میں رومی سلطنت کے مقبوضہ علاقے بھی تھے۔ جب ہم آپ کے "تاجرانہ اخلاق" کے بارے میں گفتگو کریں گے تو تجارت و دیانت کی اہمیت اور تجارت سے اس کے رشتے کو زیر بحث لائیں گے۔ یہی سفر میں بحیرا راہب سے آپ ﷺ کی اتفاقیہ ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ روایت بہت مشکوک ہے، اور یہی پہلی ملاقات پر مستشرقین نے اپنے اس نظریے کی عمارت کھڑی کی ہے کہ یہی ملاقات میں آپ ﷺ کو بہت سی تعلیمات کا علم ہوا۔ اور انہیں روایات کو آپ نے وحی اور قرآن میں داخل کیا۔ اول تو آپ کی عمر بارہ سال کی تھی اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ چند گھنٹوں کی ملاقات میں آپ تورات و انجیل کے عالم ہو گئے، اور ایک طویل جدوجہد کرنے کے بعد بھی ان یہودی اور عیسائی روایات میں اقتباس و انتخاب کے عمل سے اسلام نے کوئی علیحدہ مکمل کر دیا، کہا جاتا ہے کہ بحیرا نے مطالبہ دیا کہ محمد (ﷺ) کو واپس

(۱) سورۃ انعام ۱۱ سورۃ نحل ۳۶ سورۃ روم ۹ سورۃ فاطر ۴۴ سورۃ غافر ۲۱ سورۃ محمد ۱۰

سے واپس بھیج دیا جائے، اور نہ شام میں یہودیوں کے ہاتھوں جان کا خطرہ ہے، اور جناب ابو طالب نے چند معتمد آدمیوں کے ساتھ آپ کو واپس بھیج دیا۔ (۲)

اگر اس واقعے میں صداقت ہوتی تو پھر آپ کو چند سال بعد تجارتی سفر شام کی اجازت کیسے دیتے؟ قریش تو تجارت پیشہ تھے۔ اور جان محمد (ﷺ) نے قریش کے تجارتی قافلوں کے ساتھ تجارتی سفر شروع کر دیا۔ آپ لوگوں کا تجارتی سامان لے کر جاتے اور سامان فروخت کر کے سامان کے مالکوں سے معاوضہ حاصل کرتے۔ تجارت سے آپ کی دیانت، امانت اور حساب میں کھرے ہونے کی شہرت اور مستحکم ہوگئی۔ آپ کی ان اخلاقی صفات کو نشر و مستحکم کرنے میں تجارت نے بڑا حصہ لیا۔

آپ ﷺ کی دیانت اور معاملہ فہمی کی شہرت ان کرایہ پر مشہور اور مالدار تاجر خاتون خدیجہ بنت خویلد نے آپ ﷺ کو اپنا تجارتی نمائندہ مقرر کیا۔ خدیجہ پہلے دو خاتون تھیں، جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنا تجارتی نمائندہ مقرر کیا۔ خدیجہ ایک معزز اور مالدار خاتون تھیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ تاجر جو عہد جاہلیت میں بھی اس کا مال لے کر تجارت کے لئے باہر جاتے تھے۔ لیکن سارا محمد (ﷺ) خدیجہ کا مال تجارت لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں (نفسیت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو اپنا سودا بیچ کر جس میں دیانت اور حسن معاملہ کے ساتھ آپ کی ذات کی برکت کا فیض بھی شامل تھا۔ خدیجہ پر آپ کی ایمانداری، صداقت، احسان، امانت اور معاملہ فہمی کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے آپ کو محمد (ﷺ) سے شادی پر آمادہ پایا۔ خدیجہ نے اپنی دلی کیفیت کے بارے آپ تک پیغام پہنچایا اور آپ ﷺ نے ساری بات سے اپنے چچاؤں کو مطلع کیا۔ خدیجہ کی شرافت، تجارت سے لگاؤ میں قریش کی عورتوں سے ممتاز مقام، کئی بار کے شوہر اور معزز خاندان قبیلہ آپ سے شادی کی آرزو رکھتے تھے۔ جناب ابوطالب نے پیغام منظور فرمایا اور خود خطبہ نکاح پڑھا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی، اور خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ خدیجہ کی پہلی شادی سے دو لڑکے ہند اور ہالہ تھے۔ بعض قابل توجہ روایات کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر اٹھائیس سال تھی۔ یہ شادی آج تک انسانی معاشرے میں ایک مثالی شادی اور

(۲) ابن ہشام، ابن سعد، ابن اثیر، ابن کثیر، طبری، طبقات الامم

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے، اس میں دو رائے نہیں ہو سکتیں اور دونوں ایک طرح دھوکے میں ہیں۔ اور دونوں اخلاق کے باب میں ہم اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر دیں گے اس لئے کہ ہمارا مطمح نظر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ایمان لائیں، حضور ﷺ مسلم اول ہیں اور مسلم اولی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور دونوں کی زندگی اخلاق کی بنیاد پر اسی اخلاق رفیع اور تعلق باللہ کی اخلاقی قدر ہے۔ ظہور نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا پرتو بنا یا۔ اخلاق صحیح کا مصدر و محور۔ کہتا ہے۔ اخلاقی اور روحانی زندگی کو یعنی زندگی کا دھارا بنا تا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کے راستے میں نبی کریم ﷺ کے دوش بدوش رہیں اور آپ کی تسکین اور تسلی کا سبب بنیں۔

رسول اللہ ﷺ جب پہلی وحی کے بعد گھر تشریف لائے تو آپ کی حالت بیان کرنے کے لئے قرآن حکیم کا یہ جملہ کافی ہے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی۔ جو تسلی کی آپ کے اخلاق کی بنیاد پر تھی۔ اسلام کی خاتون اول نے یہی فرمایا:

آپ ﷺ کو آپ کا پروردگار کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ کی خصلت یہ ہے کہ
آپ کے ساتھ رہے گی کہ آپ ﷺ رشتوں کی پاسداری کرتے
ہیں اور صلہ رحمی آپ کا شعار ہے۔ آپ بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں اور
ان کا بار اپنے کاندھے اٹھاتے ہیں۔ آپ ﷺ غریبوں
کی دست گیری کرتے ہیں، مہمانوں کی تکریم اور حق واضح کرتے ہیں اور
مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کرتے ہیں۔ (۳)

یہ بات بھی اہم ہے کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے والی پہلی شخصیت نے آپ ﷺ کے اخلاق کی رہین آپ کے اخلاق کو قرار دیا۔ وہ اس کی مسافت کی تو وہی آپ کا معاشرہ و سماج تھا، وہ بھی یہی بات ضرب المثل تھی، وہ اپنے الفاظ کہ کیسے پہچان لیا، وہ کہتا تھا، تصدیق صدیق اکبر اخلاق محمد ﷺ کی بلند ی کی گواہی ہے اور وہ بھی ایک نبی کی زبان سے، جو آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب تھی، جس پر آپ کھلا ظاہر باطن ہر طرح سے روشن تھا۔

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مصر، ۱۳۱۴ھ، ج ۱، ص ۳

اقرأ اور بحر قلم

نبی اکرم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ تھی:

اقرأ باسم ربک الذی خلق (۱)

ایک طرف ہمیں اس کو پڑھنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اور تخلیق آدم کے ہر دور میں اس پر شاہد بنے جا رہے ہیں۔ اس اول لفظ کے ذریعے سے علم کی حکمت اور اس کی اہمیت "قلم" کی جا رہی ہے۔ وہ علم جو ہمیں خالق کائنات سے کلمات بانٹنے پیدا کی گئی۔ اخلاق کی اور وہ علم جس پر انسان کی بنیاد پر استوار ہونی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اخلاق معاشرے کی رسوم، بالا دست طبقے کی عادات اور تعلقات اور معاشرے کے رائج عین مطابق اور ہم آہنگ تھا۔ یہ بات قریب تک صحیح تھی تاکہ جو معاشرے میں اخلاق کا تعین اس کے سربراہ، بادشاہ اور چند بااثر لوگ کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کا تاریخ کا یہ تجربہ رہا ہے کہ یہ بنیاد کبھی بھی آفاقی اخلاق کا اور انسانیت کی نہیں ہے۔ انہوں نے نہ تو انسانوں کو معاشرے میں عادلانہ اور باعزت مقام دلانے کی کوشش کی اور نہ ان اوصاف کو پروان چڑھانے کی کوشش کی جو انسان کو اشرف المخلوقات بناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جو اخلاق اور اخلاقی اقدار عطا کی گئیں، اس کا سرچشمہ وحی الٰہی تھا۔

سورۃ القلم کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد نزول وحی کا سلسلہ کچھ عرصے کے لئے رک گیا۔ اس وقفے کو فترۃ وحی کہا جاتا ہے۔

معتبر روایات کے مطابق اس کے بعد سورۃ المدثر نازل ہونے والی پہلی سورۃ ہے۔

۱۔ العلق، ۹۶: ۱

قرآن حکیم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

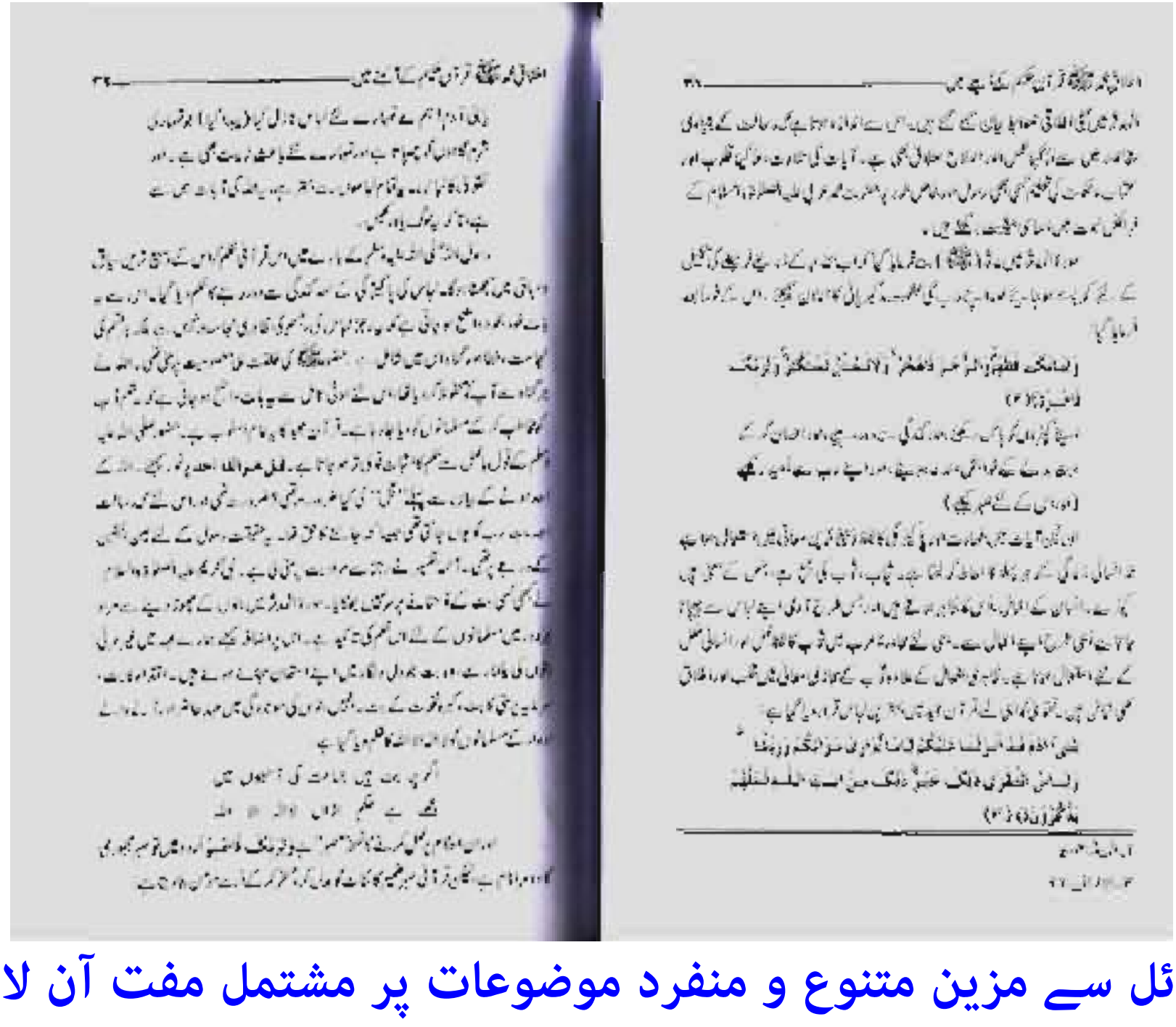

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

صبر کے معنی ہی اپنے نفس کو روکنے اور قابو میں رکھنے کے ہیں، اس لئے صبر کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام کی پابندی پر جسے نفس کو قائم رکھنے اور یہ بھی داخل ہے کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نفس کو روکے، اور یہ بھی داخل ہے کہ مصائب اور تکلیف میں دینے والے کی حد تک جزع فزع اور شکایت سے بچے، اس لئے یہ حکم ایک جامع حکم ہے جو تقریباً پورے دین کو شامل ہے۔[۱۶]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی اول تا آخر عالم انسانیت کے لئے بہت عظیم نعمت تھی اور اسے انسانوں تک پہنچانا بہت بڑا احسان تھا، یہ وحی سے توانائی بے نوعلمی کو مخاطب کرتا ہے اور اسی لئے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجنے والے نے یہ ہدایت واشگاف انداز میں فرمائی کہ احسان کر کے انسانوں سے صلہ لینے کے خواہش مند نہ ہوئیے گا، آپ کا اجر تو آپ کے رب کے پاس ہے، اور آپ کی سچائی سے اثر ہونے کا یقین ہی آپ کی کامیابی کی امید رکھے گا۔

بعثت کے پہلے تین سال آپ نے خاموشی کے ساتھ قریبی عزیزوں اور ملنے والوں میں تبلیغ فرمائی، قریبی دوست اور مزاج کو سمجھنے والے، ظاہر و باطن، اخلاقی کیفیت، دیانت، امانت اور معاملہ فہمی سے بہرہ ور ہوتے ہیں، یہ تھی آپ کی صداقت کی سچی دلیل اور سچائی کا معجزہ ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے پہلے ہی دن آپ ﷺ سے سب سے قریب لوگ مسلمان ہوگئے، سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں، آپ ﷺ کی زندگی کی شریک، ناپ کی ملکیت و صلاحیت کی رفیق، آپ کی نرم دل اور غمخوار ساتھی، اور بے پایاں وسعت قلب کی شاہد۔ حضرت علی الرتضیٰ جو آپ کے گھر میں آپ کے زیر نگرانی پرورش پا رہے تھے اور جو آپ سے عمر میں بہت چھوٹے تھے، وہ بھائی کی طرح آپ کے نقش قدم پر چلنے کو سعادت جانتے تھے، اور کوئی نئے نو عمر ہی تھے جو اسلام میں داخل ہوئے، اگرچہ بہت کم عمر تھے اور ابھی لڑکپن سے نوجوانی کی حدود میں داخل ہو رہے تھے، ان کی سال ہا سال کی رفاقت، استقلال، اصابت رائے اور دانش مندی کے مالک تھے، ان ہی اولین حاملین اسلام میں

---

۱۶ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ج ۸، ص ۶۱۲

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، جن کی زندگی کی ہر سانس آپ کی محبت کی امانت تھی، اور آپ نے ایسی کوئی مثال نہ پہلے دیکھی تھی اور نہ بعد میں دیکھی کہ زید کے والد اور چچا انہیں لے جانے کے لئے آئے، انسان کو ہر قسم کی غلامی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد کرنے والے ہادی و رہبر (ﷺ) نے انہیں جانے کی خوشی اجازت دے دی لیکن زید اپنے محسن، اپنے مربی اور اپنے آقا کو چھوڑ کر جانے پر رضامند نہیں ہوئے، وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جیتے تھے، اسی محبت کے فیض سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنا متبنیٰ (مدعو بالولد) بنایا اور وہ زید بن محمد کہے جانے لگے، یہاں تک کہ نبوت کے، اور اسلام نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

ان ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

حضرت صدیق کے کمالات و فضائل کے اس شمر میں ہوتے ہیں۔

ثانی اثنین فی الغار المنیف و صاحبہ فی العریش المشرف

وہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے، نبوت کے دعوی کے وقت رفیق غار ﷺ تھے، مکہ کا بڑے سے بڑا مصیبت اور ابتلا انہیں اسلام سے نہ پھیر سکا، وہ ایک دولت مند تاجر تھے، اور تجارت کے بعد آپ رسول اللہ کے ساتھ ایک فی جہت کے لیے کامیاب رہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سربرآوردہ لوگوں ﷺ کے سب سے گہرے دوست تھے۔ اس دوستی کی بنیاد عادات و خصائل اور اخلاق حمیدہ کی مماثلت تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی تجارت کی نوعیت بار بار سفر اور تجربہ کار تاجروں سے ملنا تھا، مکہ پر تبلیغ کے دعوے آغاز سے پہلے ان کی تبلیغ کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم مسلمان ہو گئے تھے، آخر کے عشرہ میں ایمان کے یہ لوگ ہے لوگوں سے ٹکرا گئے تھے، کفار کے تشدد پھیلنے لگے تھے، ان مسلمان ہونے والوں میں حضرت بلال حبشی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر کی ماں حضرت سمیہ خباب اور حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم اور بعض

تم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

دوسرے صحابہ کرام بھی شامل ہیں۔

اس آیت میں ان پہلے مسلمان ہونے والے اہل مکہ اور مدینہ کی تعریف کی گئی ہے جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا۔ اللہ کے فضل و رحمت ہے کہ ان مہاجرین و انصار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے اور اسلام قبول کرنے والے انصاری بھی شامل ہیں جنہوں نے پہلی بیعت عقبہ اور دوسری بیعت عقبہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

والسٰبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان ۙ رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ۭ ذلك الفوز العظيم ۝ (۹:۱۰۰)

اور جو پہلے پہل (ایمان لانے میں) سابق اور مقدم ہیں (اور) مہاجرین اور انصار میں سے اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے متبع ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ کر رکھے ہیں اور اللہ ان کے لئے جنت تیار کر رکھی ہے جس کی بشارت انہیں دنیا ہی میں دے دی گئی تھی۔ اب آخرت میں اللہ نے ان کے درجات کا تعین فرمایا ہے۔ ایک گروہ جو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس مقصد کو اٹھا لیتا ہے کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے وصال کے بعد چند ہی سالوں کے اندر اندر اللہ کے دین سے پھر گئے تھے۔ قرآن کریم کی اس واضح اور مستند بشارت کے بعد ان کا عقیدہ کیا رہتا ہے۔

سب سے پہلے مسلمان ہونے والے مہاجرین اور انصار کو اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ میں شامل کیا ہے۔ آگے تشریح نے فرمایا ہے کہ ان الفاظ میں تمام مسلمان شامل ہیں۔ اس آیت کے الفاظ میں ہجرت اور نصرت میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام کی اس جماعت سعادت و برکت میں شامل ہیں۔ (اگر اس آیت کے الفاظ اول کی یہ تشریح ہے) اور ظاہر ہے کہ یہ تشریح درست ہے تو پھر کسی کافر معاشرہ میں پہلے ایمان لانے والے مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے ہجرت اور نصرت (فی سبیل اللہ والاسلام) کا جو مفہوم ہے اور اس کے لئے جو قربانی مطلوب ہوتا رہا ہے اسے ہر زمانے کے داخلہ اسلام میں شامل ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اور سابقون الاولون کا اتباع کرنے والوں کو گروہ تابعین کہا گیا ہے اور یہ گروہ قیامت تک اخلاص اور اسلام پر قائم رہنے والوں اور ان کے ساتھ شامل ہوتا رہے گا۔

یہ لوگ اور وہ لوگ جن کا آگے ذکر ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ ان کی تعداد دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں کم ہوگی چاہے وہ ان کے گناہوں اور لغزشوں کے حصول میں جہنم کرنے والوں اور جہنم لے جانے والوں سے ہی ہو۔ یہ اللہ کا اصول ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کہ اسلام پر قائم رہنے والے

(والسٰبقون السٰبقون اولٰٓئك المقربون في جنٰت النعيم ۝ ثلة من الاولين ۝ وقليل من الاٰخرين ۝ (۵۶:۱۰-۱۴)

اور آگے (نیکیوں میں) آگے والے ہیں وہ آگے ہی ہیں۔ وہ مقام قربت پانے والے ہیں، نعمتوں والی جنتوں میں۔ ان سابقون الاولون میں ایک بہت بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے سے آخر میں آنے والوں میں سے۔

ان تمام سابقون الاولون کی کیفیت بالکل واضح اور ان کے متعلق اللہ کا وعدہ بھی واضح ہے کہ جو بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے اللہ ان کی مدد سے ان کے اخلاق کا جائزہ لیتا رہے گا اور راضی رہے گا۔

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

صبر..... مومن کی ڈھال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور اپنی اقتدا میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انہیں کوتاہی اور عزم و استقلال سے مقصد پر چلنے کے سلسلے میں صبر کا حکم دیا۔ صبر استقامت اور ثابت قدمی کا نام ہے۔ حقیقت تو کامل علی اللہ اور توکل علی اللہ ہی کا اصل نام صبر ہے۔ صبر انسان کو وہ قوت عطا کرتا ہے کہ وہ ناگوار حکم اور زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو برداشت کر سکے۔

نبی معظم ﷺ پر جو لوگ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان میں غلام اور بے سہارا لوگ تھے۔ تاریخ شاہد و عادل ہے اس حقیقت پر کہ پیغام حق کو سب سے پہلے وہ قبول کرتے ہیں جن کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہوتا اور پانے کو بہت۔ اچھی زندگی، آزادی اور اگلی دنیا پر یقین ہوتا ہے اور پیغام حق کی حلاوت میں وہ ذوق حال طبقات سے آگے ہوتا ہے جس کے مخاطب پر رسول ﷺ کا پیغام سب سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔ اسلامی پیغام اتصال اور انسان کی عالمی سے انسان کو خیالات دلاتا ہے۔ یہ مترنم اس پکے ہوئے پھل کو گرم و تیز جھونکے دیتا ہے اور وہ صبر کی قوت سے باطل کی طاقت اور لالچ میں پڑ کر ان چاہنوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں پر کھیا جاتا ہے اور جینے میں آنے والی پریشانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے مگر اس کے جواب میں ان کے لبوں سے اُحد، اُحد کی صدا ہوتی ہے اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنے کا عمل صبر ہے اور اس صبر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ صابر ظالم کو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

قریبی لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ عام کا حکم دیا

کیا۔ تبلیغ عام کی اجازت کے ساتھ ہی فی الحاضر مکہ میں ہی پہلی آیات رسول اللہ ﷺ کو نازل کر دی جانے لگیں۔ آپ کو شروع شروع میں جو سوالی دشمنی کا سامنا کرنا پڑا اس کی تفصیل بھی ہمیں قرآن عظیم سے ہی ملتی ہے۔ آپ کی تعلیمات کے ذریعے اللہ کی طرف بلانے کی تبلیغ، سوال کرنے صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایک دوسرا پہلو ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ جو ﷺ نے اخلاق اور کردار کی دعوت دی تھی، انکار کے بعد ایک اور دعوت حق ہر مرتبہ تو ان قدسی نفس رسول کی دعوت حق سے انکار کے بعد ہوتا چلا گیا۔ ان حالات میں، جب عمل نے اپنے رسول ﷺ کو یہ تسلی دی

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ (۱)

اس آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو کھول کھول کر بیان کیجئے اور مشرکوں سے اعراض کیجئے (ان سے مت چھیڑ کیجئے) آپ سے تمسخر کرنے والوں (کی ایذا) کے لئے ہم کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ اور معبودوں کو شریک کرتے ہیں ان کو جلد ہی (اپنی گمراہی کا) نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ (مشرکین) جو کچھ کہتے ہیں ان باتوں سے آپ دل تنگ ہوتے ہیں۔ آپ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیں (اور ان کی) اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

اس مختصر سی آیات میں کیا کچھ نہیں آ گیا۔ پیغام رسالت کا علم، کافروں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رویہ کا بیان، اٹھنے کی جگہ آن کو تکلیف دہ باتوں کے سننے کے بعد کیا کرنا چاہیے، یہ سب کچھ ہمیں ایک ہی جگہ سے ملتا ہے۔ یہ عمل (اور وحی) کتنا مشکل تھا۔ یہ اعراض کی صعوبتیں اور مراحل کیسے

(۱) الحجر ۱۵/۹۷-۹۹

www.KitaboSunnat.com

یا صباحاہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے تیسرے مرحلے سے بڑے عجیب و غریب حالات اور اہم مسائل وابستہ ہیں۔ قریش مکہ نے دارالندوہ میں تبلیغ کے مرحلے کے جو جواب آپ کو کھول کھول کر بیان کرنے کا حکم دیا گیا تو ایک صبح آپ ﷺ نے کوہ صفا کی بلندی سے آواز بلند کی۔ یا صباحاہ (ہائے صبح)۔ یہ آواز قوم کو ہوشیار کرنے کا عرب میں رواج تھا۔ جب کسی دشمن کا حملہ ہوتا تو قبائل اسی نعرے سے ایک دوسرے کو اطلاع دیتے۔ یا صباحاہ کی آواز سن کر قریش کے قبیلوں کے قبیلے آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ بلندی پر کھڑے تھے اس لئے آپ کی نظر کے سامنے آپ کی پشت کا منظر بھی تھا اور آپ کے سامنے کا منظر بھی۔ قریش آپ کی صداقت پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑی کی پشت پر دشمن کا ایک لشکر جرار ہے تو تم یقین کرو گے؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہم تمہاری صداقت پر کامل بھروسہ کرتے ہیں۔ اس پر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انذاری عہد یوں کی دعوت دی اور قریش کو توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اس دعوت پر قریش کے راہل کا اظہار و جواب نے کہا کہ:

اے بھتیجے! تم ہماری اولاد سے ہو۔ تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا یا صباحاہ کے نعرے کو کس طرح استعمال کیا۔

یہ کہہ کر ابولہب وہاں سے چل دیا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ ابولہب کے الفاظ یہ تھے

ہر قسم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

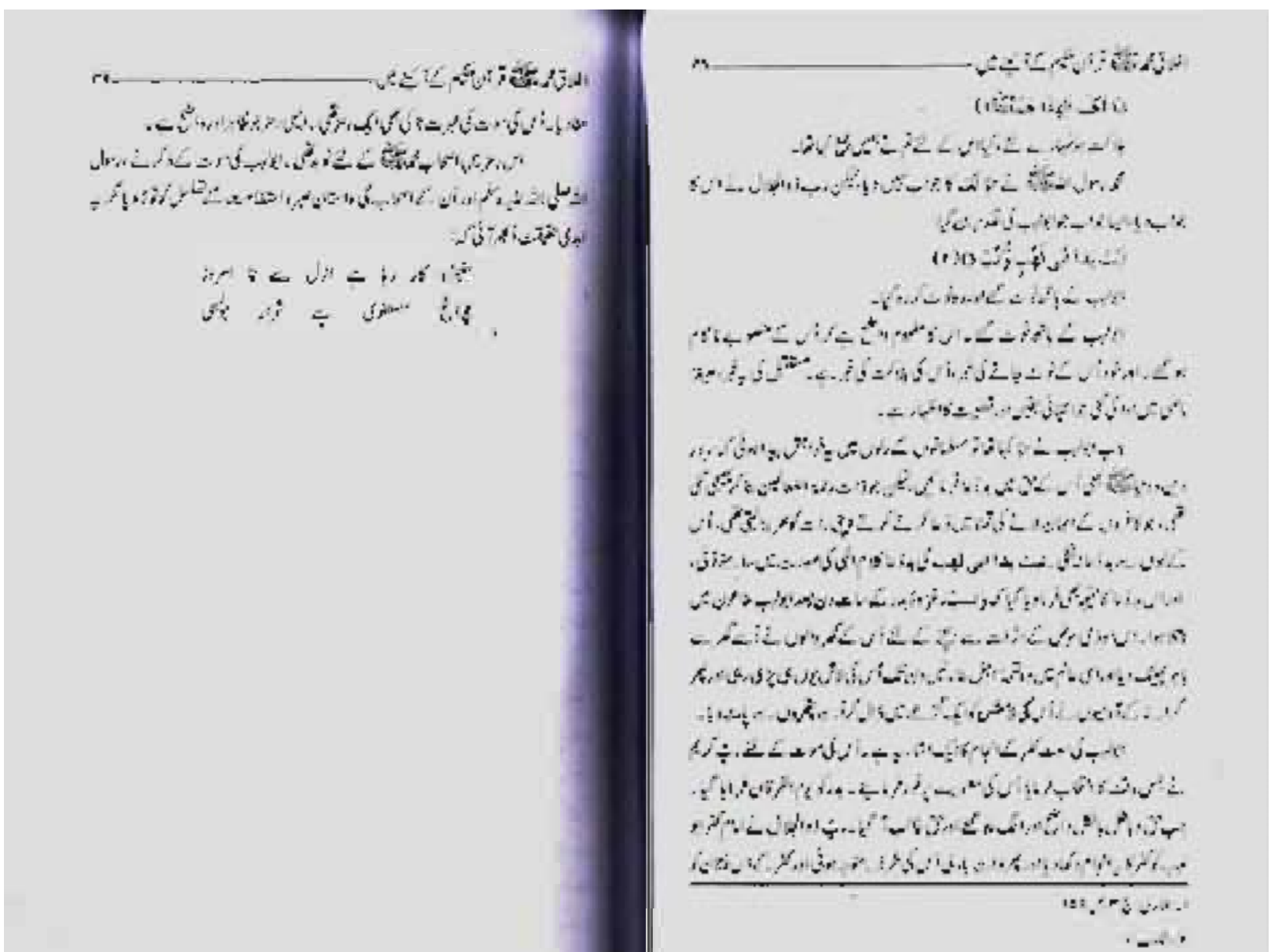

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کافرانہ زندگی کا ہر شعب خطرے کی زد میں

قبل تخلیق کی دعا کے ساتھ ہی اس جدید کی کو بھی میں کامیاب ہو گئے جو اس "نئے دین" کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی تھی۔ انہیں یہ بات نظر سے اوجھل نہیں آبادی نہیں تھی کہ زندگی کے سارے شعبے اور ادارے معاشرتی اور سب سے بڑھ کر ان خانگی نظام، ان سب کو اسلام نے تعلیمات میں انسانی اخلاق و عبادات کے پابند کر کے، دینی معاملات سے بھی زیادہ واضح طور پر مربوط پایا۔

انہوں نے جو طور اس پیغام کو بھی سمجھ لیا کہ زندگی کے ہر شعبے کا اسلام کے دائرے میں شامل کرنا ہے گا۔ چاہے وہ اپنی آمدنی ہو یا اپنی دولت خرچ کرنے کا معاملہ کہیں نہ ہو۔ جیسے جیسے اسلام کا پیغام پھیلتا جاتا تھا، قریش کی مخالفت بھی بڑھتی گئی۔ ظلم اور معاشرتی بائیکاٹ اسلام کی راہ میں حائل ہو کر بھی قریش کو فتح نہ دلا سکے تھی۔

دنیا کے سامنے بھی اپنے اپنے دور میں ایسی ہی اسلام دشمن طاقتوں سے واسطہ پڑا تھا۔ اسلام کے بنیادی اصول، اسلام اور تعلیمات ہر دور میں چند معمولی اختلافات کے علاوہ ایک جیسی تھیں۔ ہر نبی نے توحید، آخرت، ذاتی میں عدل و انصاف، عبادات میں ایثار، روزے، اخلاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دی اور ان پر ان کی امتوں نے اعتراضات اور ان کی مخالفت کے اسباب بھی یکساں رہے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفر کا ذہن ہمیشہ سے "جامد" رہا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدین والوں کی طرف بھیجے گئے۔ ان کی دعوت، تعلیمات اور ان کی قوم کے رویے کا ذکر قرآن حکیم نے اس جامعیت کے ساتھ کیا ہے کہ ہر

دور کے کافروں اور منکروں کا احاطہ کر لیتا ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۝ قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ۝ (۱)

اور مدین (والوں) کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے (اپنی قوم والوں سے) کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو کہ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر اس دن کے عذاب کا خوف ہے، جو تمہیں گھیر لے گا۔ اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ تول کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں (بڑھا چڑھا کر) کم نہ دو اور زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا بچا ہوا تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور میں تم پر نگہبان اور داروغہ نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اور ہم اپنے مالوں میں بھی جو چاہیں تصرف نہ کر سکیں۔ بس تم تو بڑے بردبار اور نیک کردار آدمی ہو۔

(۱) الاعراف ۷/۸۵-۸۷

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ہر نبی عبادات کے ساتھ فرائض و احکام کی تعلیم بھی دیتا رہا ہے۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو رزقِ حلال اور جائز تجارت کا حکم دیا جس میں ناپ تول کی کمی بیشی نہ ہو۔ صلوٰۃ سے مراد اگرچہ عام طور پر نماز ہے، مگر یہ لفظ دینِ حق کی ہر دعوتی میں پورے دین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ پورا نظامِ دین جس میں عبادات، معاملات اور فرائض و احکام سب شامل ہیں، خاص طور پر زکوٰۃ و صدقات، مشرکوں اور منافقوں پر زکوٰۃ بہت گراں گزرتی ہے جس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ادائے زکوٰۃ کے جھگڑے سے ہو سکتا ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فراست، ایمان اور استقلال تھا جس نے اس فتنے کی بیخ کنی کی۔ (قوم مدین کا حضرت شعیب علیہ السلام کو تعلیم و ارشاد کیا انتہائی ایک شکل ہے)

جماعتِ مومنین کی شیرازہ بندی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے ساتھ جماعت مومنین کی تنظیم و شیرازہ بندی اس کی تعلیم و تربیت اور ان کو دیگر فرائض کی تعلیم بھی دیتا رہا ہے۔ مکہ میں آپ کو صرف تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ اس سے پہلے آپ ﷺ نے قومی عزیزوں کو دعوت اسلام دی اور مومن مسلمانوں نے اپنے قریبی دوستوں اور قابل اعتماد عزیزوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ یوں مسلمانوں کی تعداد چالیس پینتالیس افراد تک پہنچ گئی۔ یہ اہل ایمان ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملتے، دوستوں، گھروں میں گفتگو کرتے، پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا چھپتے مل کر نماز پڑھتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے۔ باہمی صلاح و مشورہ کرتے رہتے کہ آپ ﷺ کی حفاظت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کرتے۔ آپ ﷺ سے طہارت اور وضو کے احکام معلوم کرتے اور نماز سیکھتے۔ اسی اثنا میں سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ بعض کی مستند روایت کے مطابق سورہ اقرأ کی پہلی پانچ آیات کے بعد فاتحہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ ہے جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔ آپ کی تبلیغ بلند کرنے کا طریقہ آپ کے بتا دیا گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ پاکیزگی کا حکم آپ کو اور جماعت مومنین کو دیا گیا اور بت پرستی اور تمام مشرکانہ رسوم سے دامن بچانے کا حکم دیا گیا۔ معاشرتی امور میں اس بات کو اولیت دی گئی کہ احسان جتلانے کے خیال سے کسی پر احسان نہ کیا جائے اور اس "لئے" کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوسروں کی خدمت کی جائے اور ہر عمل صرف اپنے رب کے لئے ہو۔ "اصبر" اور "صبر" کے لفظ کو بار بار دہرا کر اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا تھا کہ وہ صبر کریں۔

تم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

نماز ابتدائی دور میں بھی مسلمان پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اگرچہ پانچ وقت نماز اس کی فرضیت واقعہ معراج سے وابستہ ہے۔ نماز سے سرکار عالم و عالمیان ﷺ نے "معراج المومنین" قرار دیا۔ تاہم معراج ہے لیکن یہ بات بڑی اہم تحقیق طلب ہے کہ ابتدائی دور میں صبح اور شام کی دو نمازیں فرض قرار دی گئیں اور ان دو وقت نمازوں میں دو دو رکعتیں ادا کی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کی جاتی رہی ہے:

فاصبر إن وعد الله حق واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والإبكار ○ (۱)

اے نبی! آپ صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ آپ اپنے اور آپ کے رفقاء کی کوتاہی کو معاف کرتے رہیں اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم پیدا کیے گئے تھے اور آپ ہر گناہ سے محفوظ و مامون تھے۔ اس کے معنی معافی ہیں "ذنب" کے۔ اس لئے ان آیتوں کو بھی وقوب کہتے ہیں جو کسی آدمی کے پیچھے لگا دی جائیں۔ سورۂ فتح میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ اے رسول! آپ پر جو الزام لگائے گئے، بالعمد میں لگائے جائیں گے ہم نے آپ کو ان سے محفوظ کر دیا اور یہ فتح مبین اس کا ایک ثبوت ہے۔ اور حضور ﷺ کی مستقل مغفرت بھی ہمیں ایک صورت ہے۔ صبر اور استغفار لازم و ملزوم ہیں اور کارگاہ حیات میں مومن کے دو ہتھیار ہیں جو اسے اس کے رب نے عطا کئے ہیں۔ فرار تو مومن کی اللہ تعالیٰ سے مرکوشی اور حرام ہے سو اللہ تعالیٰ سے تعلق کا واسطہ ہے اور صبر ایک ایسی اخلاقی قوت ہے جو اسے ثابت قدم رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اخلاق عالیہ عطا کئے ہیں ان میں ہر خلق دوسری اخلاقی خوبی سے ہم رشتہ ہے۔ صبر کا نتیجہ استقامت ہے۔ استقامت راہ حق میں ہر قربانی کے لئے تیار کرتی ہے اور مومن میں یہ قربانی اس یقین کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے کہ اس کا واسطہ اس کے رب سے ہے۔ یہ خلق بالذات نماز کے ذریعے انسان کو عطا ہوتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا

۱۔ المومن ۵۵

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه (۲)

اور اپنی جان کو انہیں کے ساتھ روکے رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

نماز کے حکم سے پہلے صبر کا حکم دیا گیا اور صبر کی تلقین میں ضرورت حق کا جذبہ بھی شامل ہے۔ سورۂ المعارج ابتدائی قرآنی سورتوں میں سے ہے۔ اس کے اختصار اس کے نزول اور اس کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کی سورت ہے:

وتعز أولي النعمة منهم قليلا إنا لدينا أنكالا وجحيما وطعاما ذا غصة وعذابا أليما (۳)

رہا ان نعمتوں کا تذکرہ ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے، سوائے ان کے کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی دعوت دی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

جس آیت کی اس مختصر سورت پر غور کرنے چاہئے، انسان کی پوری تاریخ آپ کی نظروں کے سامنے آ جاتی ہے۔ زندہ رہنے کی طرح طرح کی قربانی پڑتی ہے۔ اور صبح ازلی اور صبر انبیاء کے بغیر نہ تو ایمان، نہ کسی کے باقیات اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ دل آخر تک یا تن و جان ثابت رہے۔ اس لئے تمام رسولوں نے ان کو انبیائے کرام نے وحی الٰہی کی روشنی میں خوش کیا اور ان پر اس کے بیان اور عمل کی ذمہ داری ہے۔ "ایمان" "عمل صالح" کا تعلق قرآن کے قلب و دماغ سے ہے اور صبر پر عمل پیرا ہونا، اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا ایمان کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ بعض سابقہ امتوں نے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرنے کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ ہدایت کے مطابق اس دور ابتلاء و آزمائش میں جب مسلمان ایک دوسرے سے ملتے تو اس وقت تک الگ نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو صبر کی تلقین نہ کر لیتے۔ یہ تھی تربیت جو اللہ نے اپنے بندوں کو دی تھی۔ ان کے ایمان کو استحکام بھی ہوا

۲۔ الکہف ۲۸

۳۔ المزمل ۱۱ تا ۱۳

ہزاروں مزید کتابیں، ہر موضوع پر، مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

(اور ان کو مرکر تو پھر نہ جائیں) جو ہم نے ان میں سے کئی طرح کے
لوگوں کو برتے رکھی ہیں اور نہ آپ ان چیزوں کے نہ ہونے پر افسوس
کریں اور مومنوں کے لئے اپنے بازو جھکا دیجئے (جس طرح پرندے
اپنے بچوں کے لئے اپنے بازو جھکا دیتے ہیں)

اس قرآنی بیان میں ہمیں کرۂ ارض کی دو عظیم سلطانوں کی زندگی اور سیرت و کمالات کی روشنی کا تقابلی نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مشرکین کو حاصل تمام نعمتیں صرف سورۂ فاتحہ کے سامنے کئی حقیر ہیں۔ ان سات آیتوں میں اسلام کی روح اسی طرح سمٹ کر آگئی ہے کہ جس طرح پرندے اپنی آنکھوں کی پتلی میں وسیع آسمان سمیٹ کر آجاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اہل سورۂ فاتحہ کی دعوتوں کو سمیٹ نہیں سکتی۔ سورۂ فاتحہ میں ہمیں اپنے رب کے اپنی مخلوق سے نزدیک تر ہونے کا یقین اور احساس ہوتا ہے اور ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں، اس کی ربوبیت اور رحمانیت کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں، روزِ آخرت میں بھی اس دنیا کی طرح اس کی مالکیت کا اقرار کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہوئے اس کی الوہیت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ سورہ انسان کی روح کی غذا ہے جو گمراہوں اور عذاب زدہ افراد سے الگ ہو کر اپنے لئے نجات و ہدایت اور جنت طلب کرتی ہے۔

اس وقت مسلمان دنیا کی آسائشوں سے اور ایمان کی دولت کی کچھ حصے شرک کی تمام قوتوں کے خلاف جہاد کرتا رہا ہے اور انہیں راہِ راست پر لانے اور بے تحاشہ دی جا رہی ہے کہ مال و متاع کی دولت کو ٹھوکر مار دو اور حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری خلقت سب سے بڑی رحمت اور حالات کے سورج کے مقابل سایہ رحمت ہے۔

زمانے کے مقابل تنہا، مگر اپنے رب کے ساتھ

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسلام کی عالمی تاریخ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔ آپ مہینوں اور سالوں میں طائف سے جاتے رہے اور آنے والے زائرین اور تاجروں کے پاس جاتے اور انہیں توحید کی دعوت دیتے۔ وہ دعوت واپس جا کر آپ کی آمد اور "ہجرت" کی خبر قرآن مجید نے ملی ہے آپ کے پیچھے پیچھے ہر جگہ میں پہنچ کر آپ کا استقبال کرتے اور انہیں سے کہتا کہ اس شخص نے ہماری کو بھلائی سے جدا کر دیا ہے ہم میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے ہمارے معبودوں کا مذاق اڑاتا ہے ہمارے بچوں کو بگاڑ دیتا ہے۔

جب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل اور دوسرے قریشیوں کی مخالفت کو سامنا اپنی قوم سے فرماتے اور باہر سے آنے والے آپ کے اخلاق اور قول کا سوداد قریش کے قول سے کرتے اور یوں ان کے دل محمد ﷺ کی دعوت کی طرف جھکنے لگتے۔ مکہ کے اس طوفان میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل حرم شریف جاتے رہے، طواف کعبہ کا طواف کرتے رہے، اسلام پر دلائم پیش فرماتے رہے، عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی کہ وہ آپ سے دور حبشہ میں جہاں امن و امان میسر ہو کر صدیق جہاں تک ممکن ہوتا آپ کے ساتھ رہتے اور جب قریش کا ظلم و تشدد ناقابل برداشت ہو جاتا تو آپ کی اطاعت اپنی جان کی قربان کی قیمت پر کرتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ نمودار ہوتے اور آمنہ کے سامنے کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

حضرت حمزہؓ نے سرورِ کائنات کے ساتھ ابوجہل کی بدسلوکی اور گستاخی کی خبر سنتے ہی شکار سے واپسی پر حرم کا رخ کیا اور مجمع عام حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر اپنی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ کمان ٹوٹ گئی اور آپؓ نے اعلان کیا کہ میں محمد ﷺ کا طرفدار مسلمان ہو گیا ہوں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے پر اہلِ ایمان نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ حرم کعبہ تک صدائے تکبیر پہنچ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو سردارانِ کفر آپ کا تمسخر اڑاتے، ایک دوسرے کو اشارے کرتے اور قہقہے مار کر ہنستے۔ ایک دن قریش نے آنحضرت ﷺ کی پشت اور کندھوں کے درمیان خون آلود اوجھڑی اس وقت ڈال دی جب آپ سجدے میں تھے اور آپ کا دم گھٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس بوجھ کو اٹھا کر آپ کے جسم سے الگ کیا۔ آپ کے جسم کو صاف کیا اور قریش کو برا بھلا کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور بیٹھ کر کافروں کے لئے ہدایت کی دعا کرنے والے کے الفاظ سے تین مرتبہ یہ دعا بلند ہوئی:

اے رب کعبہ! قریش کو پکڑ لے۔ عمرو بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔

اور یوم فرقان۔ یوم بدر ان کی پکڑ کا دن تھا۔ جب ان کے لاشے خاک بدر پر پڑے ہوئے تھے مورخ کی بے مہر کرنیں عذاب الٰہی بن کر ان کو چٹخا رہی تھیں۔ اس دنیا میں ان پر ابدی عذاب کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ وہ تھے جن میں سے ایک نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر تھوکا تھا ایک نے آپ کی گردن مبارک پر اوجھڑی ڈالی تھی، ان میں وہ تھا جس نے آپ کے چہرے اور سر پر مٹی ڈالی تھی، ان میں ایک وہ تھا جس نے آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی ڈالی تھی۔ یہ سب (ان کا بوجھ تھے اور) جن انہیں قبول کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ آخر ان کے لاشے بدر کے کوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

حرم کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب ایسے ظلم کئے گئے تو آپ

نے ان ظالموں کو ان کے انجام سے باخبر کر کے رسالت کا حق ادا کر دیا۔

ایک دن حضور ﷺ کعبہ کے مقام ابراہیم پر نماز ادا کر رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ زمین پر گر گئے اور قریش سمجھے کہ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اطلاع پا کر پہنچے اور اپنے رسول کو زمین سے اٹھایا۔ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے سایۂ کعبہ میں بیٹھے ہوئے آلِ قریش سے جا کر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ میں تمہاری طرف تمہیں ذبح کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھوں کو اس طرح جنبش دی کہ جیسے کسی کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ ابوجہل نے کہا کہ محمد! تم تو نہیں ہو کیا ہوا جو ایسی باتیں کر رہے ہو؟ آپ نے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم بھی ان ہی ذبح ہونے والوں میں سے ایک ہو۔

سردارانِ کفر کے اذہان میں صرف اللہ کا رسول ہی اس لیے ہیں بات کر سکتا تھا۔ صرف وہ انسان ہی ان کفر زادوں کو ان کا انجام دکھا سکتا تھا جس کے رب نے اس کے لئے مستقبل کے سربستہ گوشے حال بنا کر پیش کر دیئے ہوں، جسے اس نے یہ یقین دلا دیا ہو کہ تمہارا رب تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اس بندہ کو کچھ پروا نہیں ہوتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی اس حفاظت کی یقین دہانی کا اظہار کیا گیا ہے جس سے آپ کے رب نے آپ کو اپنی رسالت کے ابتدائی دور ہی میں مطمئن کر دیا ہو:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۱)

اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کی اذیت

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

رسانی) سے کھلوا رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اخلاق انسانی کا اہم گوشہ یہ ہے کہ اخلاقی صفات ایک دوسرے سے مربوط اور پیوست ہوتی ہیں، اور ان کے درمیان تناسب اور توازن کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر اخلاق ایک مکمل نہیں بن سکتا۔ پھر اخلاقی صفات و اعمال میں مداومت کے بغیر کسی کے اخلاق کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ایک کلی آنکھ اس ضرورت کا خیال رکھتا ہے، ان کو خوب نوازتا ہے، لیکن اگر کسی وقت اس کے مزاج میں برہمی ہے تو وہ انہیں کلی سے محروم کر دیتا ہے۔ اسی کریم ﷺ نے اہل ایمان میں اپنی مثال اور اسوۂ حسنہ سے ایسی اخلاقی فضیلت کا بیج بویا ہے۔ آپ کا صبر، استقلال سے بڑھا ہوا تھا اور اس استقلال میں استقامت کا رنگ بھرا ہوا تھا۔ یہی استقلال، استقامت، شجاعت اور بہادری کی لازوال صورت تھا۔ جب آپ کو مکہ کے مشرکوں نے ہر طرح کی ایذا رسانی، دعوت اور علم کی تضحیک کا نشانہ بنایا تھا تو آپ ﷺ نے ان کو بے خوفی کے ساتھ ان کے غلط ہونے کی خبر دی۔ اس شجاعت کا دوسرا پہلو آپ کا حلم اور درگزر ہے۔ آپ کی جان کے دشمن آپ کے در پے ہوئے، دعوت کے دل کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے لگے تو آپ ﷺ نے انہیں لا تثریب علیکم الیوم کی بشارت دی۔

قرآن کی صفت آنے والے صفحات میں، آپ ﷺ کی دوسری اخلاقی صفات کے ذکر کے ساتھ روشن تر ہوتی جائے گی۔ ہم اخلاقی کمی دور میں آپ کے صبر اور حلم کی راہوں، آپ کی قربانی اور سب کچھ نثار کرنے کے باب میں صرف ایک اور واقعہ پیش کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے صبر کی چند مثالیں پیش کریں گے، کیونکہ صحابہ کرام کا صبر بھی آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا ایک تکملہ اور آپ ﷺ کے صبر کا پرتو ہے۔ اس واقعے سے ہم پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبروں کے راستے میں کانٹے ہوتے ہیں اور پیغمبروں کے راستے کانٹوں سے بھرے ہوتے ہیں۔

الصبر فوق ما یوفی علیہ من التقسیم (۲)

نبی (ﷺ) کو جتنا پورا قرآن کی ذات سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اس قرآنی ارشاد سے اس حدیث کے معانی کا پہلو مشہود ہو جاتا ہے:

۲۔ الاعراف: ۱۰

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (۳)

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

اس واقعے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "قاتل" الیس اسلام دشمن اور دعوت کے کس طرح سب رسول اور مومن کی زندگی کی حقیقت ادا کیا تھا۔ ایک دن حرم کعبہ میں قریش کے سرداروں نے مل کر رسول ﷺ کی تبلیغی مشن کو روکنے کے لئے ہر طریقے سے آپ کو اپنے قبضے میں لے لیا اور چادر ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے قریش کے سرداروں کو دھکا دیا اور پیچھے ہٹا دیا۔ آپ روتے جاتے اور کہتے جاتے کہ تم اس شخص کو صرف اس لئے جان سے مارنا چاہتے ہو کہ یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مداخلت سے کافروں کے غصے میں اضافہ ہو گیا، مشرکین نے پہلے سے بڑھ کر حملہ کر دیا اور عقبہ نامی ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر اتنی ضربیں لگائیں کہ چہرہ لہولہان ہو گیا اور ورم کی وجہ سے آنکھ بند ہو گئی۔ آپ کو بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کر لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ کر گئے۔ گھنٹوں کے بعد جب ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے ادا ہونے والے کلمات یہ تھے کہ رسول اللہ تو خیریت سے ہیں؟

آپ کو اپنی جان کی حیثیت کی بابت پوچھا کرانے والے عالم بالا تعلیم نے بھلا کیسے نہ کہتے کہ دیکھو اپنی پروا نہیں، اس کی کرو جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچے۔

ام جمیل مسلمان ہو چکی تھیں۔ وہ اب قریب آئیں تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے اشارے سے کہا کہ کیسے بتاؤں؟ آپ کی والدہ ماجدہ بن گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ان کے سامنے بتاؤ، کوئی بات نہیں۔ ام جمیل نے مختصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۲ء، ج ۱، ص ۱۰۸، رقم ۱۴

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

سے مطلع فرمایا تو بے ساختہ کہا۔ جب (حضرت) محمد کا کوئی مشورہ قبول کیا گیا تو جانتا ہوں محمد عربی ﷺ نے انکار کر دیا اور کہا اس اللہ کے حضور کوئی پیش نہ جائے رسول اللہ کو دیکھیے یہ کہہ کر کھانا بیچ میں چھوڑ دیا۔ جب قبیلے والے چلے گئے تو اپنے مال و دولت اور اہل تعیل کا سہارا لے کر جلد وقت سے اپنے آپ کو قبیلے والوں کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ ابوجہل کی دولت اور اس کی بخشش کو دیکھ کر سرکارِ مکہ کی محبت کی آنکھوں میں ہوس ٹپکنے لگے اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لہر نمودار ہوئی جس میں مستقبل کے پہلے میں چھپی ہوئی اسلام کی بربادی کا سامان اور ثمرات کی روشنی تھی۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے حضرت جعدہ بن کعب والدہ ماجدہ کو عطا کیا۔ یہی وہ محمد تھا کہ جس کو اول اسلام کے لئے قبول کیا گیا اور وہ مسلمان ہو گئیں (۱۰۵)

۱۰۵۔ سید ابوالخیر کشفی / حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن عظیم کے آئینے میں۔ کراچی: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۱۔

دارِ ارقم ۔ پہلا دارالاسلام

نبوت کے تیسرے سال تک اسلام قبول کرنے والے جو مکہ میں بارہ مردوں اور گیارہ عورتوں کی تعداد میں ایک دوسرے سے ملتے اور عبادت کرتے۔ چوتھا سال تھا حضرت ارقم بن ابی ارقم کا وجود نورِ ایمان سے منور ہو گیا۔ ان کا مکان عام رہ گزر سے ہٹ کر تھا جو صفا کے قریب تھا۔ انہوں نے اپنا مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام لانے والوں کے لئے وقف کر دیا۔ یہ مکان تاریخ میں پہلا "دارالاسلام" تھا۔ حضرت ارقم بن ابی ارقم سابقین میں سے تھے اور ساتویں مسلمان تھے۔ ان کا گھر اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت و سرداری کے لئے اللہ کی طرف سے فرشتے مامور ہوئے تھے۔ دارِ ارقم کی فضیلت یہ ہے کہ یہاں آنحضور ﷺ پر نازل ہونے والی آیات کو جمع کیا جاتا تھا۔ یہاں حضور ﷺ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی جاتی تھی۔ یہاں حضور ﷺ سے احکامِ شریعت سیکھے جاتے تھے۔ یہاں حضور ﷺ سے اسلام کی تبلیغ کے طریقے

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرامؓ کا صبر

ہم اس دور آزمائش و ابتلا کے چند واقعات پیش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ ایمان کے مقابل جان عزیز کی کوئی قیمت نہیں۔ سابقین الاولین نے اپنی زندگی کی قیمت پر اسلام کو پایا۔

حضرت عمارؓ، ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ ان کے آقا کے سامنے لائے اور تپتی ریت پر گرمیوں کی دوپہر میں ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیئے۔ ایک دن جب وہ یہ اذیت برداشت کر رہے تھے تو رحمت عالم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا۔ اپنے رسول اور ہادی ﷺ کو دیکھ کر حضرت یاسرؓ کے ساتھیوں پر یہ فرمادا بھری کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کب تک۔ کیا ہم ظلم سہتے ہی رہیں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ آپ نے مظلوم سے کہا اے آل یاسر صبر کرو اور اپنے رب سے دعا فرماؤ۔ یا رحمٰنا آل یاسر کی مغفرت فرما۔ یہ دونوں جملے نبوت کے مرتبے کی عظمت رکھتے ہیں۔ ایک طرف مظلوم کی امت افزائی اور دوسری طرف رب کائنات سے مغفرت کی دعا۔ مغفرت کی دعا میں جنتی کے ساتھ ساتھ دنیا کی ذلت سے نجات ملے۔

حضرت بلالؓ کی پوری زندگی ایک مسلسل آزمائش تھی لیکن اس کے سیاہ تر کرتوتوں میں یہ بھی ہے کہ اس نے حضرت سمیہؓ جیسی خاتون کو شہید کیا۔ اس بے رحمی سے نیزہ مارا کہ وہ شہید ہو گئیں۔ اسی طرح حضرت یاسرؓ بھی انہیں کی تاب نہ لا کر اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ یہ وہ شہید ان تھے کہ مرتے وقت ان کے لبوں پر یہ کلمہ ہوتا کہ "رب کعبہ کی قسم! ہم نے اپنی مراد پائی"۔

میں جہاد کا نقطہ آغاز تھا۔

دار ارقم مسلمانوں کے لئے ایک پناہ گاہ تو ضرور تھا لیکن معاشرے سے کٹنا کسی کے تعلق نہ کر دینا نہیں تھا۔ پھر ان نو نئے مسلمانوں میں سے کئی شرفاء مکہ کے غلام تھے۔ یہ شرف مسلمان ہونے کی "سزا" کے طور پر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتے تھے۔ اس سلسلے میں پہلا نام جو ہمیں نظر آتا ہے وہ حضرت بلال حبشیؓ کا ہے۔ حضرت خباب بن ارت بھی اسی طرح کے تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ قبیلہ تمیم سے تھا لیکن غلام بنا کر مکہ معظمہ میں بیچ دیئے گئے تھے۔ حضرت صہیبؓ بھی غلام بنا کر مکہ معظمہ میں بیچے گئے تھے۔ حضرت یاسر، حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ بھی عرب معاشرے کے مظلوم طبقے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان سب پر ان کے آقاؤں نے ظلم و ستم ڈھائے۔ ان کے علاوہ عرب کے معزز گھرانوں کے جو نوجوان مسلمان ہوئے، ان کے گھر والوں نے انہیں راہ حق سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کے آزار دیئے۔ ان کے مقابلہ پر ان مسلمانوں کا صبر تاریخ انسانیت میں سنہرے حروف سے لکھنے کا مقام ہے۔

دو تین مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ طاقتور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ایک سال چھوٹے تھے۔ باقی مسلمانوں کی عمریں اس سے بھی کم تھیں۔ یہ وہ نوجوان تھے جن کے مالی معاشی اور کسی طرح کے مفادات مکہ سے نہیں تھے جو انہیں قبول حق سے روکتے تھے۔ انہوں نے ان کے صدق و استقامت کی داستان اپنی خونچکاں سے لکھوائی ہے۔ تاریخ سیرت اور طبقات الصحابہ سے متعلق کتابوں کے مطالعے سے یہ ایمان افروز داستان سامنے آتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور ہدایات کے بارے میں کتابوں کے علاوہ سیرت النبی ﷺ اور حیات صحابہؓ پر مشتمل کتابوں کا پابندی سے مطالعہ کیا کریں تاکہ ہمارے معیاری نمونے ذہن اول کی اڑان سے سامنے رہیں۔ جناب گلزار احمد مظاہری کی کتاب حیات الصحابہ کی تین جلدوں کا ترجمہ زیر تحریر ہے۔ مترجم ہیں مولانا محمد احسان الحق۔ وہ اپنے مقالے کی بیرونی لائنوں میں شامل کر لیتے۔

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

مشرکین قریش کے اپنے رواج اور دستور تھے۔ ان میں یہ دستور بھی تھا کہ قبیلے اپنے افراد کی حفاظت کرتے اور اس طرح کہ دوسرے قبیلے والے ان پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ غلاموں کا معاملہ الگ تھا جس کا اندازہ حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہما کی شہادت سے ہو سکتا ہے۔

حضرت یاسر، حضرت عمار، حضرت صہیب رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضرت صہیب رومی اور حضرت مقداد کو کسی قبیلے کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ قریش کی مجالس میں یہ حضرات کمتر درجہ کے شہری تھے۔ وہ انھیں گھٹیا درجے کی روئیں پہناتے اور انھیں سخت دھوپ میں ہاتھ پیر باندھ کر زمین سے جکڑ کر ڈال دیتے۔ ان سب نے اپنے اپنے طور پر اس ظلم کو سہا کیا لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے تو اپنے لیے ایسا گھناؤنا قصہ کیا جس میں اپنے محمد عربی ﷺ کے بھائی، بھول بھی تک مرکب رہے ہیں۔ مشرکوں نے حضرت بلال کو اپنے اوباش نوجوانوں کے سپرد کر دیا تھا جو انھیں مارتے، روئی کے گٹھوں میں لپیٹ کر گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے مگر مشرکین مکہ کو ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ شکایت تھی کہ بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک یا بھی اف اف کی آواز نہ نکلتی تھی اور ان کے لبوں سے احد، احد کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ مشرکین مکہ کے نزدیک بلال ایک غلام کا نام تھا جس کے قتل کی انھیں کوئی پروا نہ تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بلال ایک خطرناک شخص بن گیا ہے جو ظلم کی برداشت میں روشنی کی کرن سے چوٹ لیتا ہے۔

آخر ایک دن امیہ بن خلف اور اس کے حلیف دیگر مشرکین حضرت بلال کو طرح طرح سے ستا رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق کا گزر ہوا تو انھوں نے ان ظالموں پر نظریں کی۔ جواب میں امیہ نے کہا کہ اگر ہمیں کوئی اور کام ہے تو اس نکمے کو خریدیں کیوں نہ لے لیتے۔ حضرت صدیق نے کہا کہ یہ بات طے ہے کہ تم اس کی بولی لگاؤ گے۔ مجھے منظور ہوگی اور یوں انھوں نے جس کا نصب العین تھا، حضرت بلال کو اس ظلم خاص سے نجات دلائی۔ یہ وہ مسلمان ہونے والے تھے جن کو بلال رضی اللہ عنہ کا نام آج تک وفا اور استقامت کا عنوان ہے

راہِ وفا میں پھول کھلائے بلال نے
اپنے لہو سے طور کو گلشن کیے ہوئے

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے آل یاسر اور حضرت بلال کی طرح اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بے حد اذیتیں برداشت کیں۔ ایک دن مشرکوں نے آگ دہکائی اور اس پر حضرت خباب کو لٹا دیا اور آگ بجھ گئی۔ خباب کی چربی پگھلنے سے ٹھنڈی ہوئی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھی کہ چربی سے آگ اور بھڑکنے کی بجائے بجھ گئی۔

یہ ظلم و ستم کے سیاہ بادل اس وقت تک چھائے رہے جب تک کہ مکہ کے معزز خاندانوں کے جوان مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے بزرگ والد، چچا اور دوسرے قریبی افراد میں آباؤ اجداد کے لئے قابل پرستش تھے، ان کے ظلم سے کام لیتے۔ لیکن اسلام کا نور ایسا نہیں تھا جو ان طریقوں سے اتر جاتا بلکہ یہاں تو "ذوق جرم" پر سزا کے بعد بڑھتا تھا۔ حضرت عثمان بن طلحہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا قسم اور اعمام نے ان کو اپنی رسموں سے انحراف پر کبھی گوارا نہ کیا تو چچا طلحہ نے کہا کہ اپنے معبودوں کی قسم اب تک تم ان کو مانتے اور ان کی عبادت کے لئے تیار نہیں ہوگے۔ ان رسموں کی بندش یوں ہی تمہارے جسم میں پیوست ہوتی رہے گی۔ بھتیجے کا جواب تھا کہ اب کچھ بھی قسم دو گزری اب نہیں آنے کی۔ اور آخر بھتیجے کا قول ہی سچا نکلا۔ ہوا وہ خاندان کو یہاں کھڑا ہونا پڑا۔

ایک دن صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے حضرت مسعود بن حراش نے دیکھا کہ ایک نوجوان کے ہاتھ اس کے گھر والوں نے باندھے ہوئے تھے اور اس کو پکڑ کے دے رہے تھے اور برا بھلا کہنے والوں کا ہجوم اس کے گرد ہے۔ ان لوگوں میں ایک عورت بھی تھی جو بہت زور زور سے برا بھلا کہنے والوں میں سب سے آگے تھی۔ میں نے معلوم کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ نوجوان طلحہ بن عبید اللہ ہے اور اس کو گھر کے لوگ ہدایت دینے والے اس کے اجداد، جو چاہتے ہیں کہ طلحہ اسلام سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیں، اور یہ عورت طلحہ کی ماں ہے۔ میری بھی ماتا نظرت کی آگ میں جل اٹھی۔

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

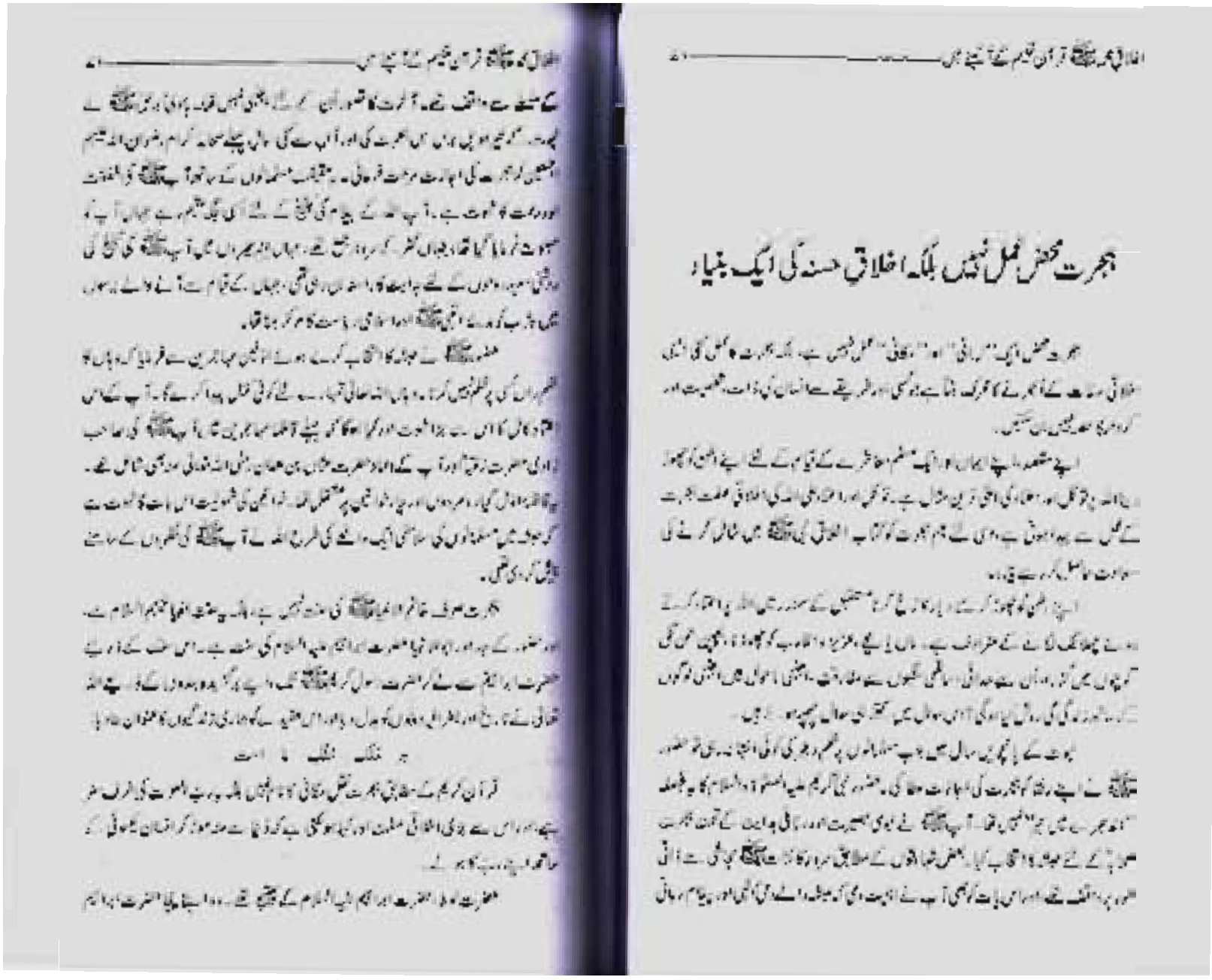

ہجرت محض عمل نہیں بلکہ اخلاقِ حسنہ کی ایک بنیاد

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاقِ محمد ﷺ قرآن عظیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

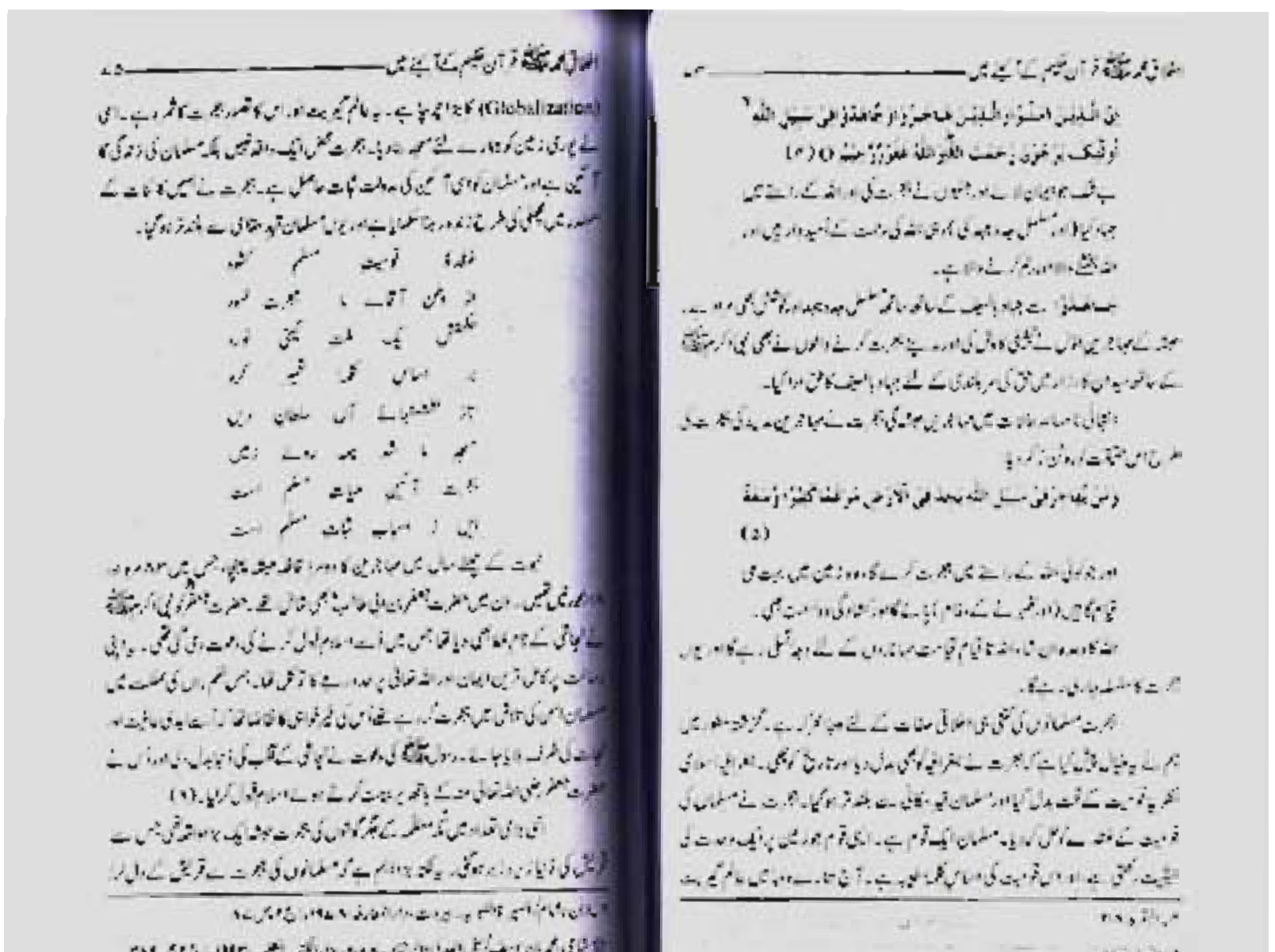

ہزار دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

آگئے۔ اسلام کا یہ سفیر انہیں ایک عالی دماغ انسان ہونے کا احساس دلا رہا تھا اور انہوں نے جعفر کو ایک اشارت بھیجی کہ فیصلہ کن انداز میں گفتگو کا آغاز کرے۔ جعفر بن ابی طالب اس وفد کے سربراہ تھے۔ ان کے ساتھ بھائی کے لئے بیش قیمت تحائف بھیجے گئے۔

نجاشی نے قریش کے وفد کے ساتھ شریف بن کر آنے والے مسلمانوں کو بھی بلا بھیجا۔ جب مسلمانوں کو بھی دربار میں داخلہ کی اجازت مل گئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے مخالف مشیروں اور پادریوں نے نجاشی کے دائیں بائیں صف باندھ رکھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

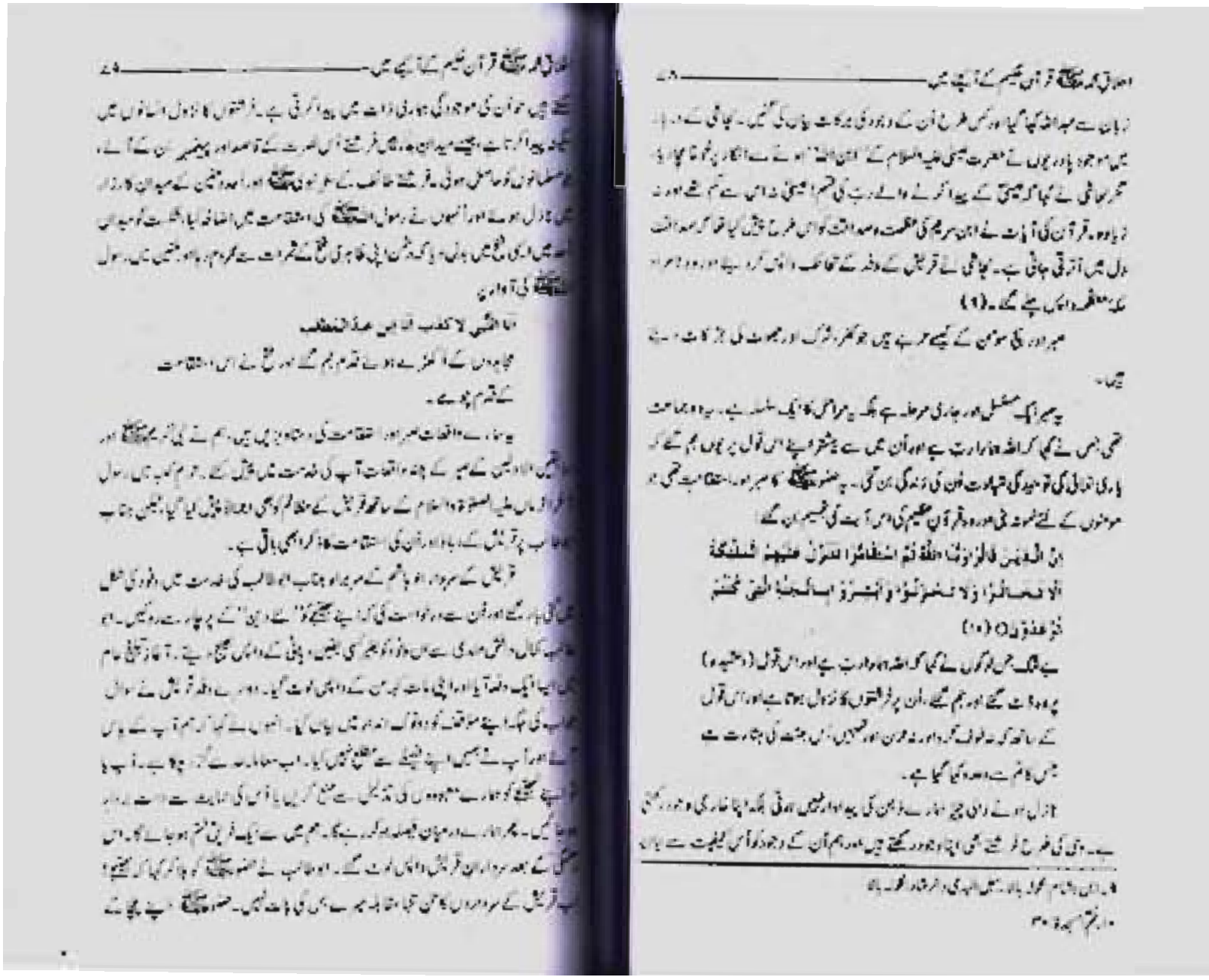

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

الہامی شکل کر دار تھے جو تبلیغ کو ضرورت اور ہی تھی۔ جس طرح وہ یا ہی روانی کو روکنے پر قادر نہیں۔ جس طرح طوفان بادی دیوار اس کی رفتار اس کے قابو میں نہیں ہوتی، اسی طرح سردار کائنات ﷺ دینی تبلیغی کاوش پر قتل جس لگا سکتے تھے۔ ان کے رب نے ان کو اسی فریضہ کی تکمیل کے لئے بھیجا تھا اور وہ پہلے وحی فرمائی۔ یہ کہہ چکے تھے کہ جس طرح آفتاب اپنی حرارت کو کم یا زیادہ کرنے پر قادر نہیں اسی طرح مجھے تبلیغ کو روکنے پر قدرت نہیں۔ دوسرے واقعہ کے بیان کے بعد جناب ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو اس سلسلے میں کچھ سمجھانے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد کیا وہ تاریخ استقلال انسانی کے سینے میں ہیرے کی طرح چمکتا رہے گا۔ آپ نے فرمایا:

چچا جان! رب محمد کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں تبلیغ کے سلسلے کو نہیں روک سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ نازل فرمادے۔ اس کا دین غالب ہو کر رہے یا میں دنیا سے گزر جاؤں۔ (۱۱)

۱۔ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۷۱
۲۔ محمد حسین ہیکل، ص ۱۱۸

شعب ابی طالب

جناب ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو اپنی حمایت کے سائے میں رکھنے کا یقین دلایا۔ اس کے بعد ابو طالب نے خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کا اجتماع منعقد کرایا، اور اس اجتماع میں آپ ﷺ کو قریش کے دوسرے قبائل کے حملوں اور آپ کے قتل کے منصوبے سے آگاہ کیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب قبائلی عصبیت کی بنیاد پر متحد ہو گئے، اور آپ کی حفاظت پر آمادہ ہو گئے۔ ابو لہب بنو ہاشم کا چچا تھا اور وہ محمد کی مذمت کرتا تھا۔ اس نے قبائلی عصبیت کو ایک طرف رکھ دیا۔ اب بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلم اور غیر مسلم دوسرے قبائل کے اشتعال انگیز حملوں کا مقابلہ کرنے پر متحد ہو گئے۔

حضرت محمد ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کی حفاظت کا یہ انتظام جب مکمل ہو گیا تو قریش کے دوسرے قبائل بنو ہاشم اور بنو مطلب کے درمیان قبائلی امتیاز و تفریق کا مسئلہ پیدا کھڑا ہو گیا۔ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کے بغیر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف قریش کے دوسرے قبائل نے اقتصادی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت تکلیف سے گزرنا پڑا۔ ان محصور لوگوں کے پاس کھانے کا ذخیرہ ختم ہو جانے کے بعد جانوروں کی کھالیں اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں بنو ہاشم اور بنو مطلب اور دوسرے قبائل کے درمیان جنگ پیدا ہونے کے امکانات تھے۔ اس موقع پر بنو ہاشم اور بنو مطلب اور دوسرے قبائل کے سرداروں نے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے کے تحت بنو ہاشم اور بنو مطلب کی حمایت کا فیصلہ ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے افراد کو مکہ میں خرید و فروخت کی اجازت دی گئی۔ اس معاہدے کے تحت بنو ہاشم اور بنو مطلب کے افراد کو مکہ میں خرید و فروخت کی اجازت دی گئی۔ اس معاہدے کے

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

سلاتی ہی یا تم، بنی مطلب اور بنی عبد مناف کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا، یا اسی شدید پابندی لگا دی گئی، انہیں آزادانہ بازاروں میں جانے سے منع کر دیا گیا، ان سے بات چیت حتیٰ کہ میل جول میں ان کی حرکت پر پابندی عائد کر دی گئی، اس متشدد کے ہوا کے طور پر بنی ہاشم میں سے لیا گیا تھا کہ وہ ایک جگہ رہیں اور اپنی پناہ گاہ کے طور پر شعب ابی طالب کا انتخاب کیا۔

اس معاہدے کی تحریر کو حرم سے نبوت کو مرتب کی گئی۔ نے سال و آثار اور طرز کیا گیا کہ الصحیفہ نبی ﷺ اور ان کے اہل قبیلہ شعب ابی طالب کے محصور ہو گئے۔ گھاٹی آج بھی بیت الحرام کے قریب ہی ایک بازار کی صورت میں موجود ہے۔ اسلام دشمنی سے، کئی ہی حلیف قریش والوں کی نظر سے چھپ گئے۔ اب تک تو بنی ہاشم، بنی مطلب اور بنی عبد مناف کے لوگ اسلام کی مخالفت کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے خلاف تھے اور ان میں سے بعض تو اپنی دشمنی میں دوسروں سے آگے تھے، لیکن اب "ابو لہب" اور "عقبہ بن ابی معیط" ان کے درمیان قدر مشترک بن گیا تو ان کا دانی رویہ اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں تبدیل ہو گیا۔ پھر بدلی ہوئی حربی ساتھ نے انہیں اس تبدیلی کے مطابق کا موقع فراہم کیا جو اسلام نے ان کے مسلمان ہو جانے والے اہل قبیلہ میں پیدا کر دی تھی۔ جب کھانے کا کچھ نہ ملا اور درختوں کے پتے، چھال اور چمڑے کو ابال کر کھانے کا موقع آتا تب بھی ان مسلمانوں کے لبوں پر اللہ کے سوا کوئی اور بات نہ ہوتی۔ کھانے کی صورت میں اگر کوئی عورت کسی مسلمان کو کھانے کی کوئی چیز چھپ چھپا کر دے جاتا تو وہ خود کھانے کی بجائے کسی اور مستحق کو دیتا اور اس بات میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تمیز نہیں کرتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے غیر مسلم اہل قبیلہ بھی دیکھتے اور جو بھوک کے ہاتھوں اس تکلیف میں بھی مبتلا رہے ﷺ اور آپ کے رفقائے کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کس دل لگی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور کس طرح زہد اور کسی تشفی میں مبتلا اہل قبیلہ کی خدمت کرتے ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کے بغیر۔ اس طرح دیکھنے والی آنکھوں، تجزیہ کرنے والے ذہنوں اور محسوس کرنے والے دلوں میں اسلام اپنی جگہ بناتا رہا اور بالآخر مسلمانوں کا یہ وہ دور تھا جس میں اسلام کے جاں نثار

بھوکے کا دور بن گیا۔ (۱)

اس دور کا ایک اور اہم اور مثبت نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ قریش کے قبائل کے کنبے ہی دلوں میں اس ظلم کے خلاف رد عمل پیدا ہوا۔ یہ اخلاقی ردعمل اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے اور یہ گھرانوں کے بعد میں بھی افراد کے دلوں کو روشن رکھتا ہے۔ اس ظالمانہ معاہدے کے خلاف کئی قریشی نوجوانوں کے دلوں میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا۔ یہ لوگ شعب ابی طالب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں تک کھانے پینے اور ضرورت کی دوسری چیزیں پہنچانے لگے۔ ہشام بن عمرو بن حارث فہری، زہیر بن ابی امیہ مخزومی، ہشام بن عتبہ بن ربیعہ، ابوالبختری اور زمعہ بن اسود ایک دوسرے سے مل کر اس عہد نامہ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں مشورے کرتے رہے۔ ادھر ابو جہل طلا نے اپنے دوستوں کو اطلاع دی کہ کعبہ کی چھت پر کیے اس صحیفہ کو دیمک نے چاٹ کر بے معنی الفاظ میں بدل دیا ہے۔ ایک دن جب یہ نوجوان مسجد الحرام میں عہد نامے کو چاک کرنے کی بات بلند آواز میں کر رہے تھے تو ابو طالب حرم میں داخل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ میرے بھتیجے کا دعویٰ ہے اس عہد نامے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ میرے بھتیجے کا دعویٰ آج تک کوئی غلط بات نہیں نکلی ہے۔ عہد نامہ نکلوا کر دیکھو۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو عہد نامہ منسوخ اور اگر محمد ﷺ غلط ہے تو میں محمد ﷺ کو تمہارے حوالے کرنے پر تیار ہوں۔ کہ قریش کے آدمی آئے اور عہد نامہ نکالا گیا۔ اب کعبہ کی چھت پر سے عہد نامہ اتار کر دیکھا گیا تو اس پر سوائے بسمک اللھم کے الفاظ کے کوئی لفظ دیمک کا چھوڑے سے نہیں چھوڑا تھا۔ یوں یہ عہد منسوخ ہوا اور بنی ہاشم، بنی مطلب، بنی عبد مناف اپنے گھروں کو لوٹے۔ (۲) ہم نے اس واقعے کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اگر یہ پورا دور مسلمانوں کی سالمیت اور پر ثابت کے واقعات کو راستہ مہیا کرتا ہے۔

اس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اہل ایمان کے صبر اور استقامت سے

---

(۱) ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۷

(۲) ابن کثیر، ابوالفداء، البدایہ والنہایہ، بیروت، مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء، ج ۳، ص ۷۰

(۳) ایضاً

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

وشمنی اور عناد کی بنا پر کس طرح مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم تنگ نظری اور تعصب کے بجائے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

یہ آیات اخلاقی تعلیمات کا بہترین نمونہ ہیں۔ اور اولوالعزم رسولوں کا اظہار ہے اور رسول اللہ ﷺ کو ان اولوالعزم کے مرد ار تھے۔ اس سلسلہ میں سورت کی طرف قرآن حکیم بار بار ہماری توجہ مبذول کراتا ہے:

فاصبر كما صبر أولو العزم من الرسل ولا تستعجل لهم ۚ كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا إلا ساعة من نهار (۳)

"پس (اے رسول ﷺ) آپ ایسا صبر کریں جیسا اولوالعزم رسولوں نے کیا اور ان کے لئے جلدی طلب کرنے میں عجلت نہ کریں۔ یہ جس دن وہ عذاب دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ان کو یوں معلوم ہوگا کہ دن کی صرف ایک گھڑی دنیا میں رہے تھے۔"

حضرت ابی طالب نبی کریم اور آپ کی دعوت کے بڑے مضبوط حامی اور آپ کے محافظ رہے جاتے ہیں۔ اس اضافی محن سال کی مدت میں سرور کونین حضرت محمد ﷺ کا ہر لحظہ میں تو توقع نہ کر سکتے لیکن قریب و جوار کی بستیوں اور قافلوں کی ٹھاٹیوں میں کام شروع فرماتے اور ان تک اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ وہ جب ان علاقوں میں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کے چچا آپ کا سایہ بن کر ساتھ رہتے اور مخالفت کرنے والوں کے سامنے آپ کے بارے میں دلائل پیش کرتے۔ لوگ جب آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ اور عظمت سے متاثر ہوتے اور آپ کے دعوات سے متفق ہوتے تو آپ کا کام کچھ آسان تر ہو جاتا۔ اسی زمانے میں بنی عبد مناف، بنی نصر بن عبد الدار، بنی اسد بن عبد العزیٰ، بنی زہرہ، بنی تیم اور بنی جمح کے قبیلوں کے سردار آپ ﷺ کی ملاقات کو آئے۔ آپ کے چچا ابوطالب ہر ملاقات کے وقت موجود رہتے اور آپ کے کلام میں حکمت کے پہلو کو لوگوں پر اثر ڈالتے رہے اور اس طرح اسلام کے لئے راہ ہموار کرتی گئی۔

۳۔ الاحقاف ۳۵

عام الحزن اور سفر طائف

وہ سال کا وہ سال تھا کہ آپ ﷺ کے سر سے شفقت کا وہ سایہ اٹھ گیا جس کا نام ابوطالب تھا۔ جناب ابوطالب کی زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور حفاظت میں کئی گئی آخری وقت میں جب قریش کی موجودگی میں آپ ﷺ کی زبان سے کلمہ طیبہ ادا نہ ہو سکا تو کہیں فیصلہ کرنے والے نے اسے بزدلی کی علامت نہ سمجھیں۔

جناب ابوطالب کی وفات کے چند دن کے بعد ہی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو گئیں جنہوں نے سب سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی اور آپ پر ایمان لائی تھیں، جس کی بدولت آپ کے لئے سکینت اور راحت کا سامان تھا، جنہوں نے جبرائیل کی معرفت آپ ﷺ کو اپنا سلام بھیجا تھا، جس ذات کے وسیلے سے آپ ﷺ نے آپ کو خدا کی اور جو ہر لمحہ آپ کے ساتھ دل میں ایک زندہ وجود کی طرح محسوس کی جس کی روشنی آپ کی ساری تکلیف دہ راتوں میں ایک شمع کی طرح جلتی رہی اور جس کی محبتوں اور الفت کے ساتھ حسن سلوک حضور ﷺ نے ہمیشہ یاد رکھا۔ ان دونوں ہستیوں کے انتقال کی وجہ سے یہ سال عام الحزن کہلایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا ذکر ہی ہے جو مواہب لدنی قرآن ہے کہ ان کی وفات ماہ رمضان المبارک ۱۰ سال نبوی میں ہوئی۔[۱]

ایک طرف تو زندگی میں یہ دو اہم دوسری طرف قریش والوں کے ظلم و ستم بڑھتے گئے اس عالم میں اللہ کا رسول ایک لمحے کے لئے بھی اپنے ثابت قدمی اور رسالت سے غافل نہیں رہا۔

۱۔ مواہب لدنی ج ۱ ص ۱۴۲

۲۔ مواہب لدنی ج ۱ ص ۱۴۳

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اعلانِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی شخصیت سے چند ایسی نمایاں خصوصیات کا ظہور ہوا جن کی بدولت آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی اور ہر شخص آپ ﷺ کی طرف کھنچا چلا آیا۔ آپ ﷺ کی ان خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت آپ ﷺ کا امین ہونا تھا۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کی گواہی نہ صرف آپ ﷺ کے دوست احباب دیتے تھے بلکہ آپ ﷺ کے دشمن بھی آپ ﷺ کی امانت و دیانت کے قائل تھے۔ آپ ﷺ کے پاس لوگ اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیں۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ سورۃ الدخان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ۝ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ۝ (۱)

اور بے شک ان کے پاس معزز رسول آیا کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو بے شک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو بے شک میں تمہارے پاس روشن دلیل لایا ہوں۔ اور بے شک میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھ پر حملہ کرو۔ اور اگر تم میرا یقین نہ کرو تو مجھ سے الگ رہو۔

آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا ذکر سورۃ القلم میں بھی موجود ہے۔ جب مشرکین آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (۲)

نون، قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں (سب کی) قسم۔ آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں۔ اور بے شک آپ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ بے شک آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

۱۔ الدخان ۴۴: ۱۷-۲۲

۲۔ القلم ۶۸: ۱-۷

رحمت اس سے بڑھ کر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔

ان آیات میں کفار کے دنیا کی سعادت، اس کا حصول اور اس کی بقا کے بارے میں جو نظریات تھے ان کی تردید کی گئی ہے اور ان کی بے بنیادی واضح کی گئی ہے۔ ان آیات میں ان کے استدلال کی حیثیت بھی واضح کر دی گئی ہے کہ آپ کے پاس رحمت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اس استدلال کی بنیاد بننے والی اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کیسے تقسیم کی ہے۔ کیا اس نے تمام دنیا کو ایک ہی طرح کی روزی عطا کر دی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق روزی عطا کی ہے۔ ہر شخص کی روزی میں اس کی ضرورت کے مطابق کمی بیشی کی ہے۔ اس کی تقسیم میں اس کی حکمت کارفرما ہے۔ اس کی تقسیم کا تعلق اس کی رحمت سے ہے۔ اس کی رحمت کا تعلق اس کی حکمت سے ہے۔ اس کی رحمت اور اس کی حکمت کا تعلق اس کے علم سے ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اس کی رحمت اور اس کی حکمت کے مطابق اس نے اپنے رسول ﷺ کو اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ

www.KitaboSunnat.com

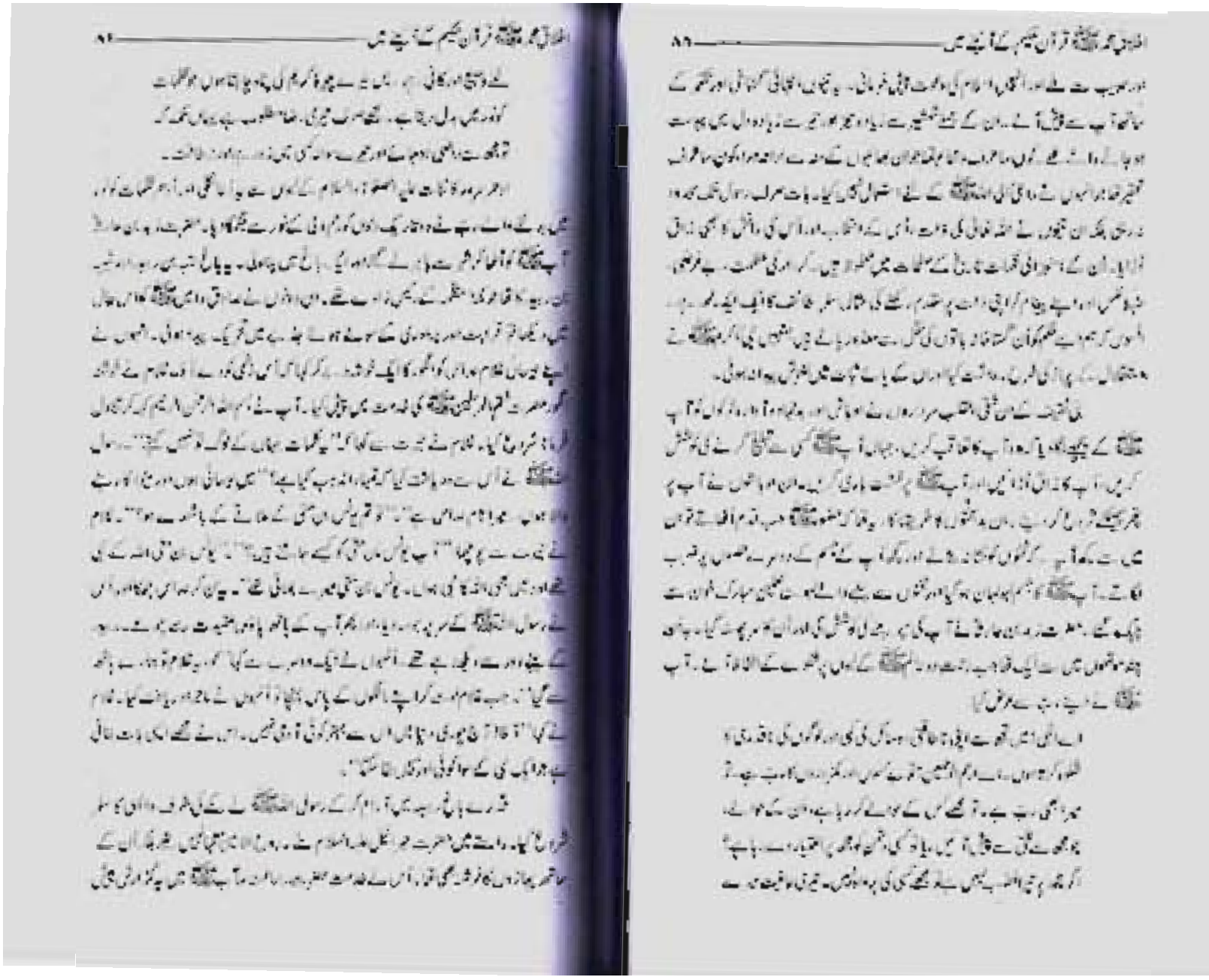

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کی کہ آپ حکم دیتے تھے کہ جس قوم میں باہمی مخالفت اور قتل و غارت ہو اس کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ (۳) حضور ﷺ کی نظروں کے سامنے وہ مشرک بھی تھے جنہوں نے اسلام کی روشنی سے اندھیرے دلوں کو روشن کر دیا تھا اور مشرکوں کی وہ نیک نسلیں بھی جنہوں نے اسلام کی روشنی سے شرق و غرب کو روشن کر دیا تھا۔

اخلاق کی آخری بلندی یہ ہے کہ جب مجبور قوموں پر شباب طاری فرمایا اور اس وقت جب ان لوگوں میں کوئی رجل رشید (بھلا آدمی) نہیں تھا اور ان کے اور راست پر آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ حضرت محمد ﷺ تو سر جھکا کر رہے اور کہنے لگے ان کی اس جہالت کی تلافی ہو جائے گی ان کے بیٹے ہیں ایسے لوگ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے تھے جو اپنی اپنی جگہ ایک امت تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کیسی یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت محض ایک رسول کی بعثت نہیں تھی بلکہ رسول کے ساتھ ایک امر بھی مبعوث فرمائی گئی تھی

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۴)

تم پر جو بڑا احسان ہوا وہ انسانوں کے لئے نبوت کی (پیدائش) تھی۔ تم میں سے (اعلیٰ) انسان (پیغمبر) بھیجے جو انہیں (خدا کی) آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتے ہیں۔

اگرچہ ان کی بعثت ہے لیکن نبوت کا وجود اور بقاء قیامت تک مسلمانوں میں ہونا چاہئے اور اس کی اگلی ہی آیت میں فرمایا گیا ہے

لَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۵)

یہ کیسی کوئی مصیبت نہیں آ سکتی ہے مسلمانوں کے اوپر مگر تم نے بھی

۳۔ بخاری، ج ۱، ص ۳۷۶
۴۔ آل عمران، ج ۲، ص ۳
۵۔ آل عمران، ۱۶۵
۶۔ آل عمران، ۱۶۵

[illegible] کی مدد نہیں کی جائے گی۔

سورۂ آل عمران کی آیات نمبر ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں اگرچہ مخاطب اہل اُحد ہے ہے۔ [illegible] بھی غور کرنا بھی اس واقعہ اور فوج کشی کے مخاطب ہیں۔

جیسا کہ ہم عرض کر رہے تھے کہ مکہ معظمہ کے اس اجتماع میں جو اعلان نبوت ایک امت کی طرح تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت [illegible] حضرت عمر، حضرت [illegible] حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سعید بن زید، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابی ارقم، حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت سعید بن زید، حضرت فاطمہ بنت خطاب، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت عاتکہ بنت زید، حضرت ام کلثوم بنت ابی طالب، حضرت [illegible] رضوان اللہ علیہم اجمعین، خواتین کی وہ جماعتیں ہیں جو بعد میں [illegible] استقلال و [illegible] کی پرورش کریں گی اور جو دور و نزدیک میں [illegible] کی صدا بلند کریں گی۔

ہم یہ بات پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے اخلاقی اوصاف ایک دوسرے سے الگ ہو کر ایک کل اور ایک ہیئت اخلاق کی تصویر کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ایک [illegible] کے ساتھ خلاف [illegible] خلوص، [illegible] کی بے مثال مثال ہے۔ پھر مخالف میں [illegible] اور [illegible] کی ایسی مثالیں قائم کر دیں کہ اس کا نمونہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ [illegible] کے قتل کی تیاری ایک تصویر تھی اور اس گھر کو [illegible] میں [illegible] کے [illegible] کے تسلسل کا سبب بنی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہربانی اور [illegible] کا وہ نمونہ بھی [illegible] کیا۔ زمانہ پر نظر ڈالیں اور حساب کے دریان اللہ کے آخری [illegible] اخلاق [illegible] ہیں اور آپ کا پیارا دین کے فرشتے کی پیش کش کو قبول نہ فرمانا اور [illegible] کی [illegible] ہے۔ وہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس کا نبی رسول محمد ﷺ ہو اس پر عذاب نازل نہیں ہوتا اور اہل حق کے لئے ملزم [illegible] کا پیغام ہے کہ نصرت الٰہی سب تک [illegible] [illegible] کے آنے سے لگتی اس عالم اسباب میں حق و باطل کی جنگ [illegible] کو [illegible] پڑتی ہے۔

[illegible] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دعا نے نصرت کے جواب میں آسمان سے فرشتے

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

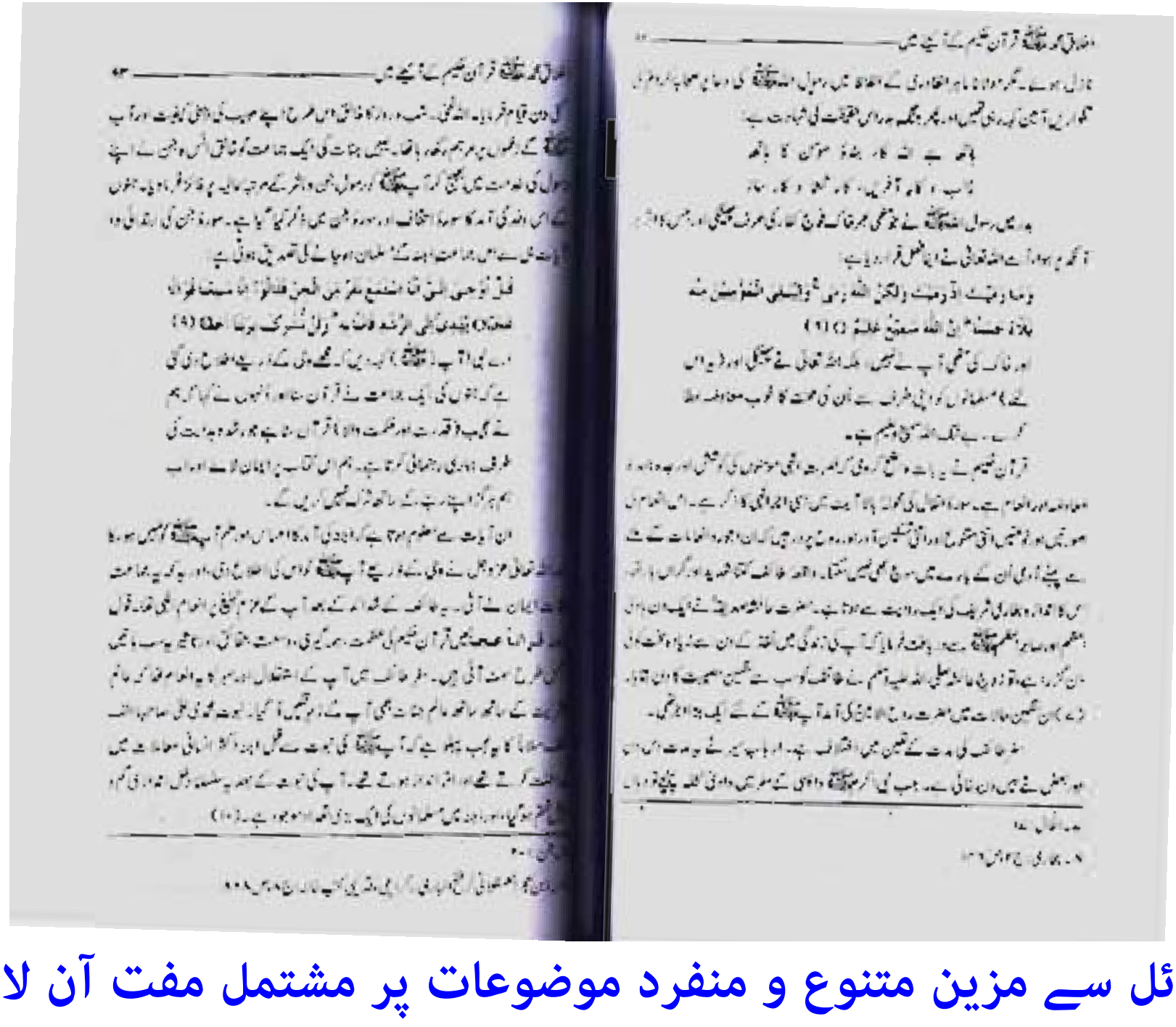

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اہل یثرب سے رابطہ

سفر طائف نے دعوت تبلیغ کی راہیں آسان کر دیں۔ یثرب محض ایک شہر نہ تھا بلکہ ایک الگ دنیا تھا، جہاں الگ کتاب اور بالکل مختلف ہیودا بار تھے۔ اہل یثرب کے کان ایک ایسے ہادی کی بشارت سن چکے تھے جو یہود "یا ذاتی" کے لئے اس کی کے انتظار میں تھے۔

حج کے ایام میں ہی ذکر ﷺ اطراف و جوانب سے آئے ہوئے قبیلوں کی نام گاہوں پر جا کر توحید اور آخرت و اعمال صالحہ کا پیغام پیش کرتے۔ کوئی خاص ذکر قبیلہ اس خاص مکہ رسول اللہ نے اپنے رب کے دین کی دعوت نہیں پہنچائی ہو مگر ان لوگوں کے لئے آپ سے زیادہ وقت تھے۔

ایک دن سرور کائنات ﷺ نے چھ آدمیوں کو دیکھا جو اس وقت کے مروجہ مذہب کے بارے میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے بات کرنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ یثرب سے آئے ہیں اور یہودی قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ سن کر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس بیٹھ کر کچھ باتیں سننے کا وقت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضرور ارشاد فرمائیں ہم سنیں گے۔ یہ یثرب کے وہ سعید قسمت لوگ تھے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا دروازہ کھولنا تھا۔ حضور ﷺ نے قرآن عظیم کی چند آیات کی تلاوت فرمائی۔ ان کے کلمات سے متاثر تھے۔ حضور ﷺ کی آواز بھی سن رہے تھے اور چہرۂ مبارک پر ان آنکھوں سے انوار بھی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے بات کی اور کہا کہ یقیناً یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد سے یہود ہمیں ڈراتے رہتے ہیں۔ آؤ ہم یہود سے پہلے ان کا دامن تھام لیں۔ ہم بنے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔ شاید اللہ ان کے ذریعے ہمیں متحد کر دے۔ ان چھ نوجوانوں نے

کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ واپس جا کر آپ کی دعوت اپنے قبیلے والوں کو پہنچائیں گے۔ ہم اگلے سال پھر آئیں گے اور اگر حالات ساز گار ہوئے تو ہم آپ ﷺ کو یثرب لے جائیں گے۔ آپ نے اللہ سے دعا فرمائی۔ یثرب کے یہ سابقین الاولین "حضرت عوف ابن حارث، حضرت راشد بن، ملک، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو یسار، حضرت قطبہ بن عامر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم تھے۔ ان ناموں میں بعض اختلاف بھی ملتے ہیں اور بعضوں نے پہلی چار آخری تعداد بھی بتائی ہے۔

ان چھ آدمیوں نے توحید، آخرت، اعمال صالحہ اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اپنے قبیلے میں خوب چرچا کیا۔ اور تقریباً اگلے موسم حج میں بارہ یثربی آل اسماعیل کے نبی کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ آئے۔ ان میں پانچ تو وہی تھے جن سے سال گزشتہ آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی تھی۔ یہ پہلی سعادت تھی جو یثرب ایمان لائے اور انہوں نے آپ ﷺ کے دست حق پر بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ ان خوش نصیبوں نے عہد کیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، زنا کے قریب بھی نہیں پھٹکیں گے، کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر امر معروف میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں گے اور اگر دعوت ہو یا تنگی اپنے عہد و پیمان کو پورا کریں گے۔

بیعت کی ان دفعات سے اسلام کے اطراف و جوانب اور حدود و وسعت اور انسان حیات کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان چھ باتوں میں اسلامی روح سمٹ آئی ہے اور اس کے نتیجے میں معاشرہ اور اسلامی ثروت واضح ہو جاتی ہے۔ اسلامی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ مسلمان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اقرار کرتا ہے۔ اور اس حقیقت پر ایمان لاتا ہے اور اسی کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتا ہے۔ اس بیعت میں یہ باتیں شامل ہیں۔ اس کے بعد اس بیعت میں تحمل اور ادائے ذمہ داری کا عہد ہے۔ یہ عہد معاشرے کی تعمیر اور اس کی ترقی کا عہد ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، ان کا ادا ہے۔ زنا نہ کرنے کا عہد معاشرے میں اخلاقی اور اجتماعی انضباط کی اساس ہے۔ اخلاقی انحراف اور معاشرے میں اخلاقی انتشار کا سبب ہے۔ کسی کو بہتان نہ باندھنے کا عہد

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

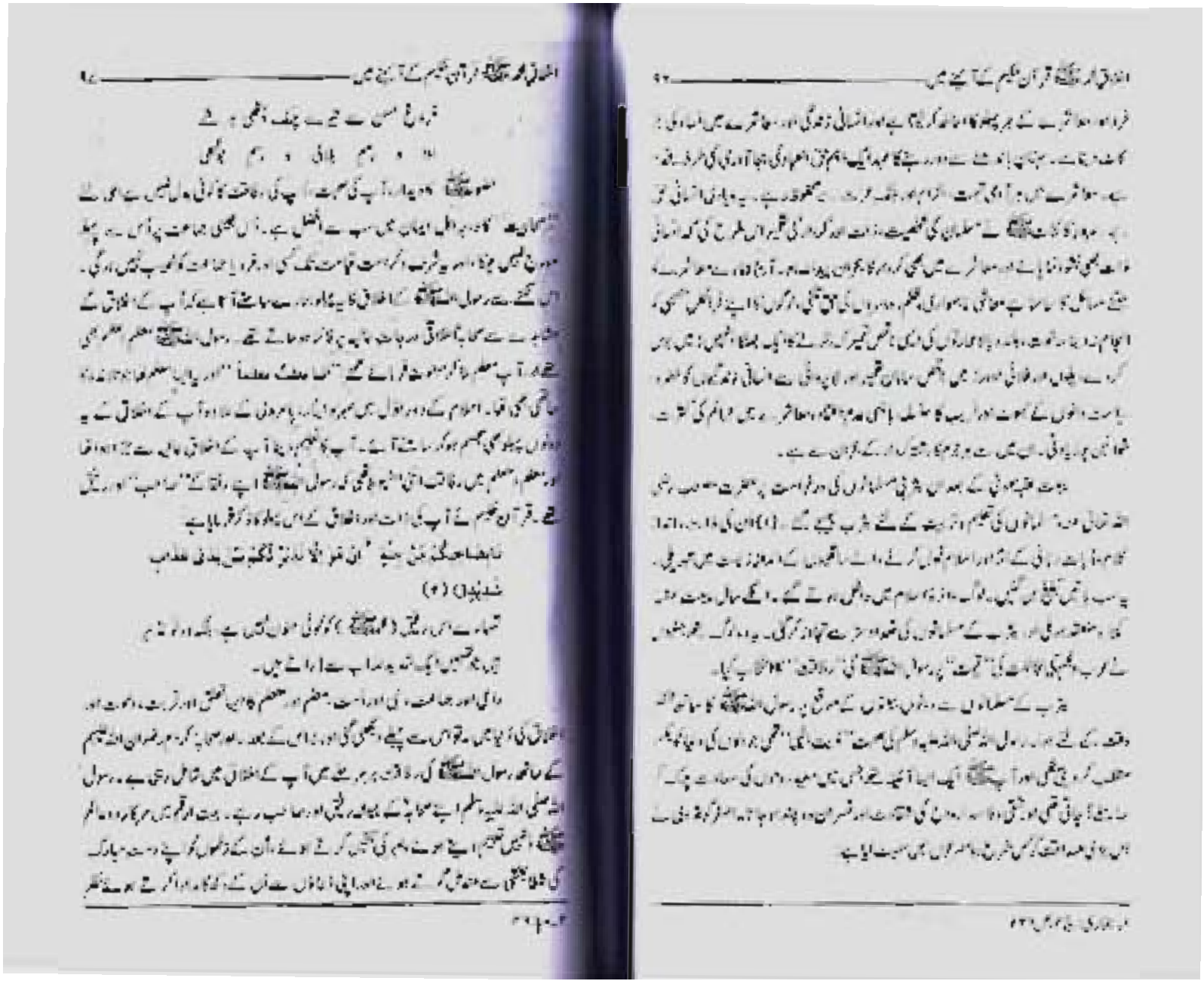

ہر موضوع پر قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ ان کے ساتھ مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے پتھر اٹھاتے ہیں، صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو روکتے اور کہتے اے اللہ کے رسول! آپ پر ہمارے ماں باپ قربان! آپ آرام فرمائیں، پتھر ہم اٹھائیں گے۔ آپ مگر اپنے کام میں مصروف رہتے۔ غزوہ خندق کے موقع پر اپنے حصے پر پتھر وافر مقدار میں اٹھاتے ہیں۔ کبھی آپ اخلاق فرماتے ہیں گے رہتے اور جو پتھر کسی کی کمر سے زیادہ وزنی ہوتا تو حضرت محمد ﷺ سے پوچھ لیتا۔ عام مجلسوں میں آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مسجد نبوی میں گفتگو کرتے اور انہیں تعلیم دینے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ زندگی کی آسانیاں آپ ﷺ کی شیریں شکل میں آسان ہو جاتیں۔ کبھی ظہر یا عصر کا وقت ہو جاتا تو آپ اپنے صحابہؓ کو اپنی عقب کے کلمات سے آگاہ فرماتے۔ کبھی صحابہؓ کے مسائل کو حل فرماتے اور اگر کسی مجلس میں صحابہ کرام میں سے کوئی آپ ﷺ سے آپ کی کوئی ذاتی چیز طلب کرتا تو آپ بلا جھجک اس کے حوالے کر دیتے۔ بالخصوص رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی فیاضی تیز ہوا کی طرح نظر آتی۔ یہ باتیں اور ان سے متعلق تفاصیل اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی ان شاء اللہ۔

معراج

طائف کے سفر کے بعد حالات جس طرح پلٹے گئے ان کا بیان اختصار کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ عام الحزن (غم کا سال) شعب ابی طالب میں محصوری، تشدد اور مظالم کے خاتمہ اور طائف کے شدائد کے بعد رحمت الٰہی نے ادوار بدل دیا اور مسلمان ہوا، اہل مکہ میں اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ یہ تو زمین کی باتیں ہیں لیکن رب العالمین کے پاس رحمۃ للعالمین کے لئے دوسرے زمین کی ایک بڑا انعام تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کردار، اپنے عمل، اپنے صبر، اپنی بے لوثی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں اور اس کا اجر معراج انسانیت ﷺ کو معراج کی صورت میں ملا ہوا۔ خاتم الرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ یہ ان کی امت کی بھی معراج تھی۔ صحابہ کرام کے تو درجات تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن انبیاء کے مقام کے تو درجات اور اعلیٰ مرتبہ کا تعلق ان کی امت سے بھی ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ تو خاتم الرسل تھے اس لئے ان کے ہر درجہ کا تعلق تو ہے اور خاص طور پر معراج کا تعلق آپ کی امت اور آنے والے زمانوں کے سارے انسانوں سے تھا۔ تو اس واقعہ کی اس طرح معراج میں اللہ رب العزت کی طرف سے حضور ﷺ کی امت کو تحفہ اور عطا کے طور پر ملی۔ تمام زمانوں کے لئے وہ عطا لے رب تھی جو انہیں اپنے خالق سے ملنی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی ملاقات ہونی ہے اور نماز کی ماہیت اور کیفیت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی ہے

صلوا کما رأیتمونی (۱)

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ۱۸

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اور مسلمانوں کی معراج ہے۔

یہ واقعہ ہجرت سے بارہ برس قبل ماہ رمضان میں پیش آیا۔ تاہم روایات کے مطابق ۲۷ رجب کی رات کو ہوا۔ (۱) تورات ہوئی ہمارا شعور نہیں اور ہمارے اس مطالعے میں تورات کو تاریخی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اہمیت تو اس حقیقت کو حاصل ہے

جس کا ہے یہ معراج محمد ﷺ سے کہے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

معراج، اسلام کے پھیلاؤ اور عالمگیری کا پیش خیمہ تھی اور اسی اعتبار سے یہ ہجرت کا دیباچہ اور پیش خیمہ بھی۔ حضور ﷺ نے آسمانوں اور کرۂ زمین کی سیر کی اور اللہ کے دین کی عالمگیری اور آفاقی نوعیت کا اشارہ دے دیا۔ یہ اس شرف کی بھی انتہا تھی کہ ان کے دین کی عالمگیری آفاقی نوعیت کا اشارہ دے دیا۔

(۱) ابن ہشام

معراج، ہجرت اور عالمگیریت

سورۂ بنی اسرائیل میں واقعہ معراج اور اس کے ہجرت و دیگر امور سے تعلق پر اوپر کی سطور میں گفتگو ہو چکی ہے۔ اب ہم اس کے ساتھ ساتھ اس آیت کریمہ کا بھی جائزہ لیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے اس سفر کا ذکر کیا ہے۔ آپ اپنی چھوٹی سے ان دنوں کو تعجب سے نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر بھی ادا ہو جاتا تھا۔

سورۂ بنی اسرائیل کو سورۂ اسراء بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کے اس معجزے کا ذکر ہے جس کے پیش آنے میں آپ کو سفر کرایا گیا۔ قرآن مجید نے کہا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول کو ہم نے برکت عطا کی ہے تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی آیات دکھائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

واقعہ معراج سرور کائنات ﷺ کے مرتبہ و شان کا اعلان ہی نہیں تھا بلکہ اسلام کی عالمگیریت کا اعلان بھی تھا۔ اسی معراج سے قبل ہی کی مناسبت سے آپ نے اپنے اوپر ہونے والے

(۱) بنی اسرائیل

دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

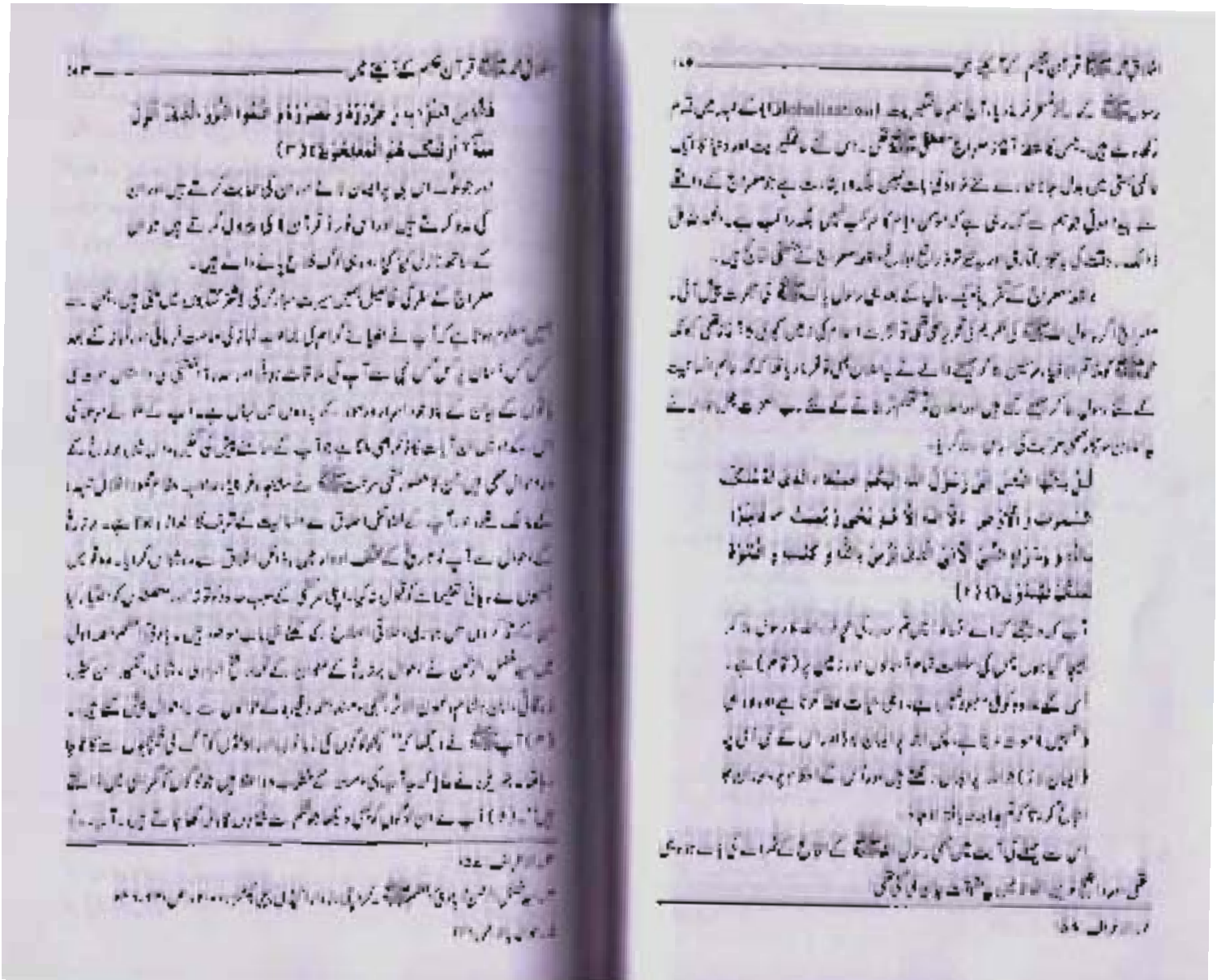

دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

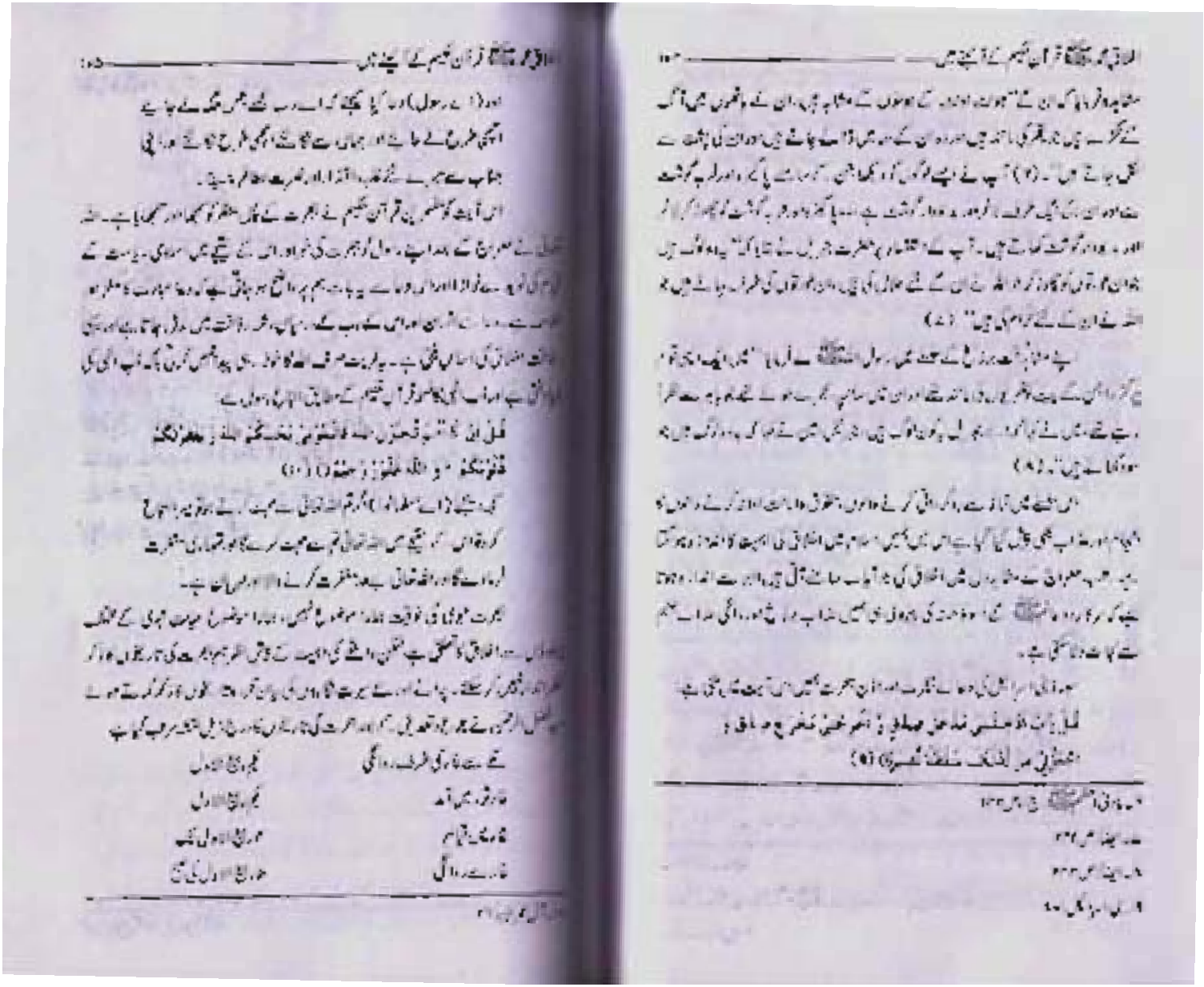

دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

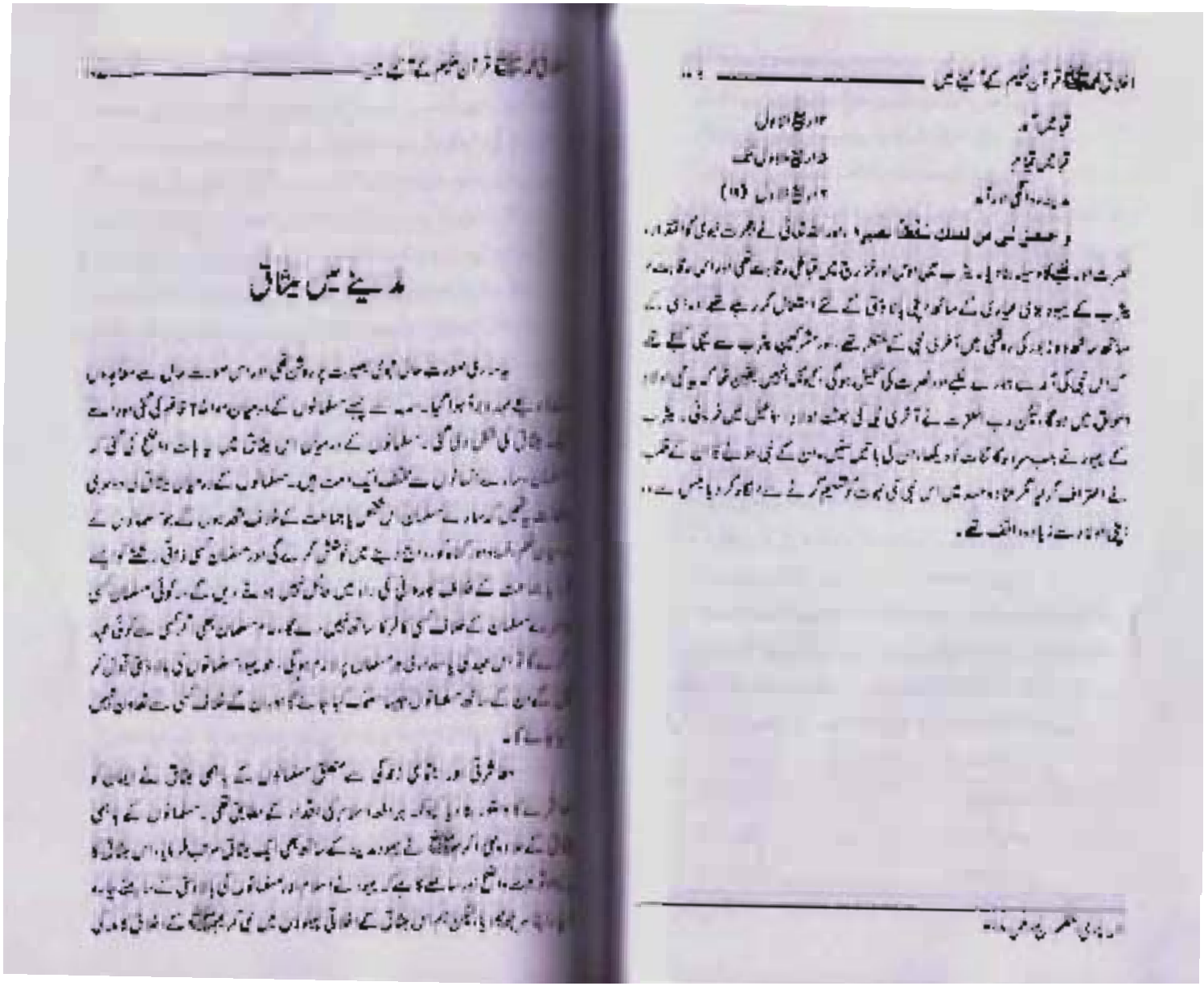

مدینے میں میثاق

دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

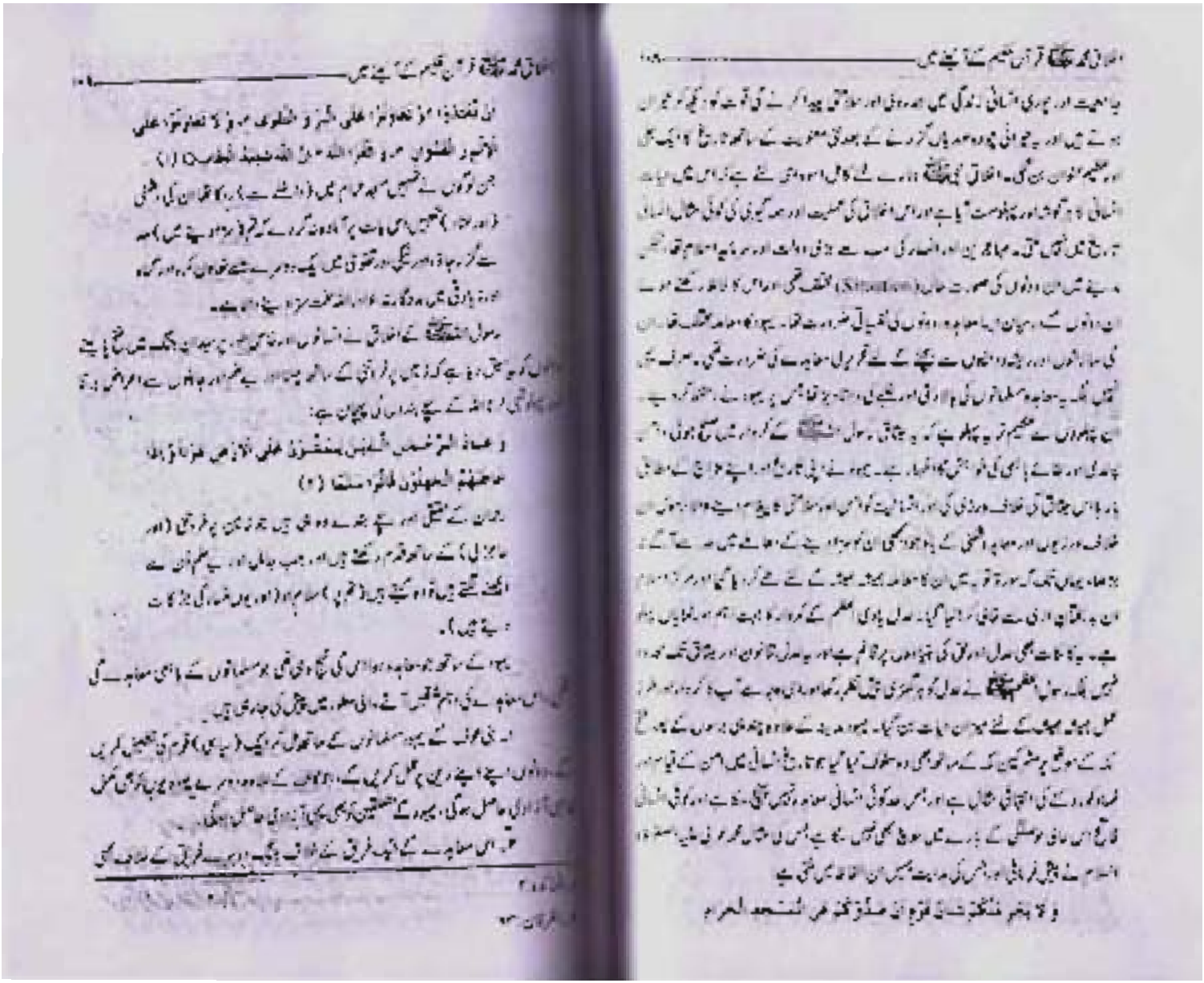

دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

جنگ تھمی جائے گی اور دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

۳۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی اور اسے ظلم سے بچایا جائے گا۔

۴۔ اس معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں جو اخراجات ہوں گے یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

۵۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی، ایک دوسرے کے مفاد کی نگہ داری فریقین کا فرض ہوگا (اس دفعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی معاہدے پر عمل خیر خواہی کے جذبے کے بغیر نہیں ہو سکتا، معاہدے کے الفاظ سے زیادہ اس کی روح اہم تر ہے۔ عہد حاضر کی ابلیسی سیاست اور سفارت کاری اس عنصر سے یکسر دامن ہے، اسی لئے معاہدات پر "قائم" رہتے ہوئے سے گریز ہمارے عہد کا خاصہ ہے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی حکمت عملی سیاست دانوں سفارت کاروں کے پیش نظر ہوتی تو بیشتر مسئلات میں داخل ہوتی اور دنیا میں امن کے حصول کا وسیلہ ہوتی)۔

۶۔ اگر کسی کے خلاف جنگ کی نوبت آئی تو دونوں فریق (یہود اور مسلمان) اخراجات جنگ برداشت کریں گے۔

۷۔ قریش اور اُن کے حامیوں کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں رکھا جائے گا جس سے مدینے کی سلامتی خطرے میں پڑے اور قریش کے مددگاروں کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا جائے گا۔

۸۔ یہ معاہدہ کسی ظالم اور مجرم کے لئے ظلم اور جرم کا جواز مہیا نہیں کرے گا۔ (۳)

اس معاہدے کی اہم ترین شق یہ تھی کہ کسی جھگڑے، اختلاف اور کسی نئے مسئلے کے پیدا ہونے کی صورت میں فیصلہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں محمد ﷺ کریں گے۔ معاہدے کی اس شق نے عملی طور پر سرور کائنات ﷺ کو مدینے کی ریاست کا مسلم سربراہ بنا دیا۔

یہ معاہدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا پرتو ہے۔ دونوں فریقوں کے حقوق کی پوری حفاظت، ریاست میں یہود اور مسلمانوں کی حیثیت میں برابری اور اجتماعی

۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ الوثائق السیاسیہ۔ ص ۱۲، دار الارشاد، ۱۹۸۵ء

ذمہ داری میں اخلاقی اقدار کی پاس داری، کوئی کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ کسی ظالم کا ساتھ نہیں دیا جائے گا۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کے اجتماعی اخلاق کو قوت ملی اور آپ نے معاشرے کو توازن، انصاف اور اعتدال کی خصوصیات عطا فرمائیں اور انسانیت سے آپ ﷺ کی خیر خواہی کا یہ عالم کہ آپ نے مغضوب قوم یعنی یہود کو بار آفرینی اور اصلاح کا موقع عطا فرمایا۔

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

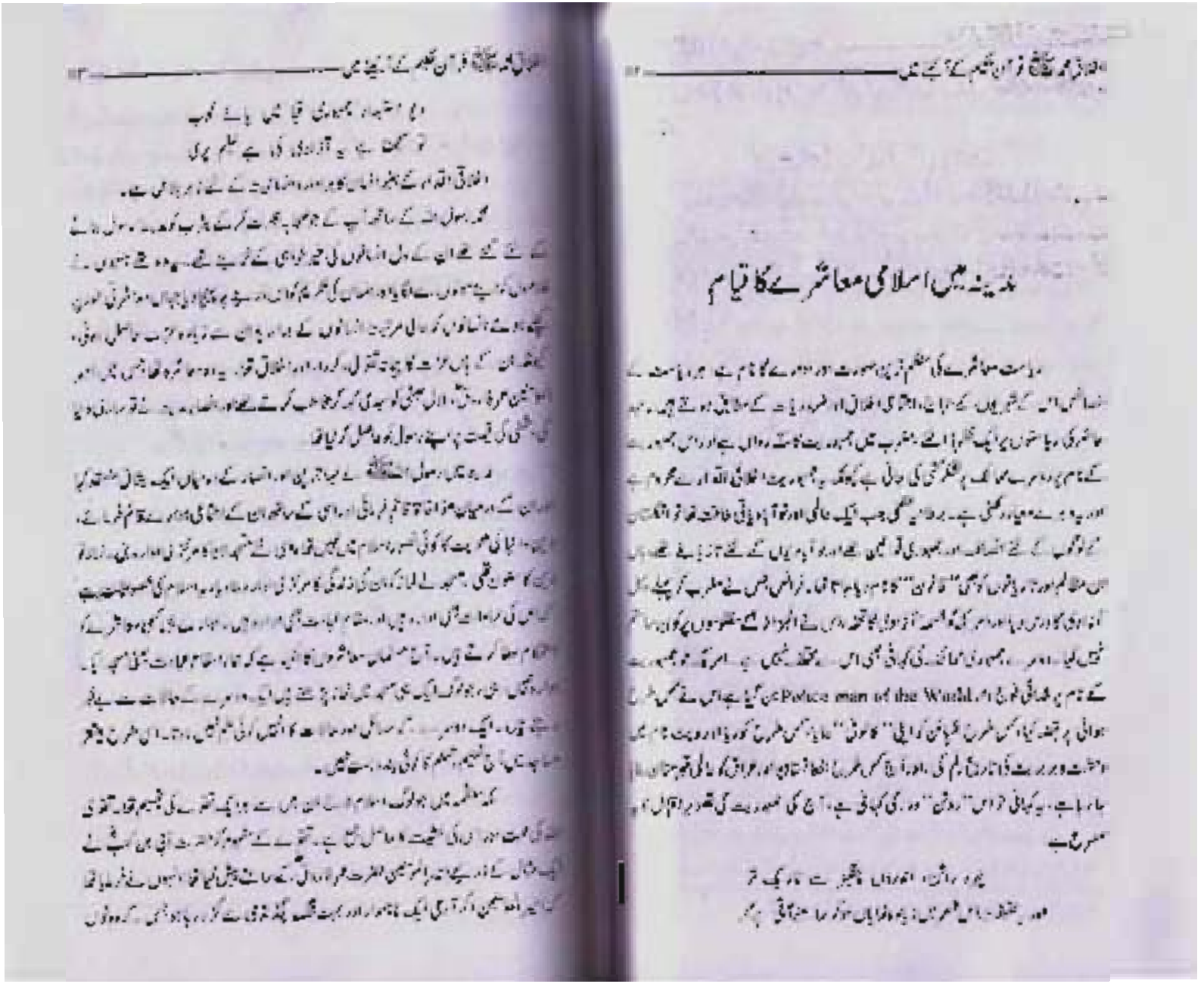

مدینہ میں اسلامی معاشرے کا قیام

ریاست معاشرے کی منظم ترین صورت اور دوسرے کا نام ہے جو ریاست کے
نسانی اس کے شہریوں کے درمیان اخلاقی اقدار اور ضوابط کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ
معاشرہ کی روایتوں پر ایک نظر ڈالیے۔ مغرب میں جمہوریت کا بڑا چرچا ہے اور اس جمہوریت
کے نام پر دوسرے ممالک پر لشکر کشی کی جاتی ہے کیونکہ یہ جمہوریت اخلاقی اقدار سے محروم ہے
اور یہ دوسرے معنی رکھتی ہے۔ برطانیہ کبھی جب ایک عالمی اور توسیع پذیر طاقت تھا تو اس نے
دوسروں کے لئے انصاف اور بہتری قوانین بنائے اور نوآبادیوں کے لئے تازیانے تھے۔ اس
ظالم اور استحصالی قوتوں کو بھی "قانون" کا نام دیا جاتا تھا۔ فرانس جس نے مغرب کو پہلے
آزادی کا درس دیا اور اس کی خاطر آزادی کا جھنڈا اٹھایا تھا اس نے الجزائر کے مسلمانوں پر کون سا ظلم
نہیں کیا۔ اور امریکہ جو جمہوریت کی کوکھ سے پیدا ہوا تھا اس نے مختلف ممالک میں جمہوریت
کے نام پر فوجی مداخلت کی کوشش کی ہے۔ امریکہ کو تو Police man of the World کا
خطاب دیا گیا ہے اس نے کس طرح ہوائی پر قبضہ کیا اس طرح کیوبا میں کاسترو کی "کمیونسٹ" حکومت کو ختم کیا اور ویت نام میں
اخلاقیات و بربریت کی تاریخ رقم کی اور آج کس طرح افغانستان اور عراق کو عالمی تجربہ گاہ بنا
رہا ہے۔ یہ کہانی تو اس "روشن" دور کی کہانی ہے۔ آج کی جمہوریت کی تصویر اقبال نے
اس طرح پیش کی ہے

یورپ کی روشنی، انھی دریاں سے تاریک تر
وہ ظلمت، جس میں زیر و زبر ہوئی جاتی ہے سحر

دیا استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اخلاقی اقدار کے بغیر انسان کو ہر وہ نظام تباہ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے

محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے جانثار صحابہ کرام کے مقابلہ کو دیکھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ
کے لئے گئے تھے ان کے دل انسانوں کی خیر خواہی کے تڑپتے تھے۔ وہ جن لوگوں کے
درمیان کام کرتے تھے ان سے ان کا یارانہ تھا۔ ان کی خیر خواہی کے جذبات کو ان کے
پیچھے ہوئے انسانوں کو دنیا کی مراعات انسانوں کے دلوں پر ان سے زیادہ حاصل ہوئی۔
کے اخلاق کے ہاں عزت کا پیمانہ تقویٰ، کردار اور اخلاق تھا۔ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں امیر
اور غریب، آقا اور غلام کی تمیز ختم کر دی گئی تھی اور اخلاق کے قوانین نے قوانین دنیا
کی بالادستی کی قیمت پر اپنے رسول کو حاصل کر لیا تھا

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک مثالی مواخات کرائی
ان کے درمیان مواخات کا قیام فرمایا اور اسی کے ساتھ ان کے اجتماعی امور کے قیام فرمائے۔
دنیا میں انسانی محبت کا کوئی تصور اسلام میں نہیں تھا وہی نے مختلف ادیان کو مختلف نسلوں اور
کا مخلوق بھی محبت کے لائق ہے کیونکہ ان کی زندگی کا مرکز ہی اور اسلام کی خصوصیت ہے
کی اس کی اساس اللہ ہے اور یہی اس کی بنیاد ہے اور اسلام کی ہر تعلیم اسی
نظام معاشرت کرتے ہیں۔ آج مغربی معاشروں کا المیہ ہے کہ تمام انسانی تعلقات ختم ہو گئے ہیں
ہیں جن میں ہر شخص ایک ہی محور کے گرد گھومتا ہے اور وہ محور ہے مادی مفادات۔ ایک
دوسرے کے ساتھ کوئی اور تعلق نہیں رہا۔ اس طرح ہی
ہیں۔

مدینہ میں جو لوگ اسلام لائے ان میں سے ہر ایک تقویٰ کی تعلیم کو اپنی
کی اہمیت اور اس کی اہمیت کا حامل تھا۔ تقویٰ کے مفہوم کو حضرت ابی بن کعب نے
ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا تھا جس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا
کہ تقویٰ کیا ہے؟ کیا آپ کبھی ایک خاردار اور بہت گھنے جنگل سے گزرے ہیں؟ کہا ہاں۔ کہ وہاں

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

طرف کانٹے دار جھاڑیاں ہوں اور اس کے جسم پر بیش قیمت لباس ہو اور وہ اس راستے کو اس طرح طے کرے کہ نہ جسم پر خراش آئے اور نہ کپڑے کہیں سے پھٹیں تو اس طرح راستے سے گزر جانا تقویٰ ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مثال کو بہت پسند فرمایا۔

زندگی ایک ندی کی مانند ہے جس کے دونوں طرح ترغیبات کی جھاڑیاں ہیں۔ گناہ کی دعوتیں ہیں، اس کو ذات کی پاکیزگی ہو، قلب و نظر کی طہارت ہے، تو صرف اللہ کی محبت اور خوف کی بنا پر ہی ہے کیا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کے ذریعے اس تقوے کو حاصل کر چکے تھے اور اب مدینہ منورہ میں ان کے سامنے یہ مرحلہ تھا کہ اجتماعی تقوے کو معاشرے کا مزاج اور اس کی شناخت بنا دیں۔ اس کے لئے اداروں کا قیام ضروری تھا تاکہ یہ اجتماعی تقویٰ اسلامی ریاست کے دستور کی بنیاد بن سکے۔

اپنے عظیم مقصد کے لئے ان نفوس قدسیہ ﷺ نے مسجد قبا کی تعمیر فرمائی۔ مسجد قبا مدینہ منورہ سے تین میل پہلے اس آبادی میں تعمیر کی جو بلندی پر ہے اور یہ فاصلہ شہر کا ہی فاصلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد آقائے دو جہاں ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے رکھا۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ ﷺ قبا کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ اس وقت تک حضور ﷺ کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے انصار مدینہ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قبا میں قیام فرمایا اور وہاں مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ اس مسجد کے معمار اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے دست مبارک کے تراشے ہوئے پتھر آج بھی مسجد قبا میں موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ سے ایک پتھر لیا اور اسے قبلہ کی سمت رکھ دیا۔ آپ کے حکم پر اس کے برابر دوسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ تیسرا پتھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، چوتھا پتھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پانچواں پتھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے رکھا۔ بعد میں حضرت علی تو خود شریک ہو کر مسجد قبا کی تعمیر میں شریک ہو گئے تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر میں پہلے پانچ پتھروں کی ترتیب کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب خلافت کا بھی تعین فرما دیا اور مسجد اور ریاست کے رشتے کی وضاحت بھی فرما دی گئی۔

صحابہ کرام مسجد قبا کی تعمیر کرتے جاتے، پتھروں کو ان کی جگہوں پر لگاتے جاتے، کھجور کے تنوں سے ستون قائم کرتے جاتے اور چھتائی اور کھجور کے پتوں سے چھت ڈالتے جاتے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار رول کر دہراتے جاتے۔ یہ اشعار فضا میں نغمہ جانفزا کی طرح گونج رہے تھے۔

اللھم ان الاجر اجر الاٰخرہ
فارحم الانصار والمھاجرہ

اس نے فلاح پائی جس نے مسجد بنائی، جس نے بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کی۔ اور جس نے رات جاگ کر گزاری۔

عربی محاوروں میں زیادہ مقدار کا استعمال کیا گیا ہے، مال اور مستقبل۔ ہم نے اردو میں صوتی آہنگ کو اچھا گزارنے کے لئے، ابدی کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ یہ مصرعے ہمیشہ کے لئے مسلم معاشرے میں مسجد کی تعمیر کی اہمیت کو پیش کرتے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت سامنے آتی رہے گی کہ مسجد کے معمار پر حال میں قرآن کو اپنے ہونٹوں، دل اور عمل میں سجائے رکھتے ہیں اور ان کی راتیں اللہ کی یاد کرنے میں گزرتی ہیں۔ قبیلہ مسجد ان کی زندگی اور شب و روز کا ایک استعارہ ہے۔ اسی مسجد کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ
فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین ○ (۱)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوے پر پہلے دن سے رکھی گئی ہے، اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں (عبادت اور نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت اور پاکی سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک اور طاہر لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ قرآنی آیت مسجد قبا کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی الشریف کا بھی مستقل طور پر حوالہ کر

(۱) التوبہ ۱۰۸

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اور ان کے لئے واحد (مسجد) کا استعمال مقصد کے اعتبار سے ان کے ایک ہونے پر دلالت کرتا ہے، جیسے قرآن پاک میں کعبہ بنانے کے لئے انہی القاب استعمال کیا گیا ہے۔

"مسجد تقویٰ" کے ساتھ "مسجد ضرار" کا بھی ذکر ہے جس کی تعمیر کا مقصد ہی مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کرنا تھا۔ بظاہر دونوں عمل یکساں تھے مگر مقصد تعمیر نے ایک کو ڈھائے جانے کا مستحق بنایا اور دوسری مسجد (مسجد تقویٰ) مقصود و مطلوب مؤمن قرار پائی۔ مسجد کی مثال سے ہمیشہ کے لئے یہ بات روشن اور واضح ہو گئی کہ اسلامی ریاست مسلمان معاشرے کو پاکیزہ اور تقویٰ عبادت کرے گی اور اگر کوئی اسلامی ریاست کو فحشا اور سیاست کی بنیاد بنانے کا تو کوشش اس سے دور رہے گی۔

میثاق بین المسلمین، میثاق مدینہ (یہود سے معاہدہ) اور مسجد قبا اور مسجد النبوی الشریف کی تعمیر مدینہ کی اسلامی ریاست کے سنگ بنیاد ہیں۔

مدینہ منورہ کا اسلامی معاشرہ

اسلامی ریاست کے قیام اور مدنی زندگی کی اولین سرگرمیوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست کی بنیاد نبی اکرم ﷺ نے ان اخلاقی قدروں کے ساتھ مل کر رکھی جو اسلامی اخلاق اور صفات کے مالک تھے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنی محبت کے گواہ دے چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ استقلال، صبر اور پاکیزگی قلب و نظر کے پیکر تھے۔ ایسے افراد کے بغیر اسلامی ریاست وجود میں نہیں آسکتی تھی اور دوسری طرف اس حقیقت کو سامنے رکھتے کہ اسلامی ریاست سے مسلمان ہونے والوں کے لئے ایک مثالی معاشرہ تعمیر کرتی ہے۔ ایک طرف افراد سے وہ معاشرے کے خدوخال متعین ہو کر سامنے آتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی معاشرہ اسلام کو اپنانے والوں کی راہوں کو حل کرتا ہے۔

مدینہ منورہ کا اسلامی معاشرہ رسول اللہ ﷺ نے قرآنی بنیادوں اور اپنے اخلاق عالیہ کی اساس پر تشکیل فرمایا۔ اس معاشرے کے مختلف پہلو مسجدوں، بازاروں اور گھروں میں کس طرح نظر آتے ہیں، اس کو ہم ان شاء اللہ مناسب مقام پر بیان کریں گے۔ یہاں اس کی بنیادوں، عناصر اور اجزائے ترکیبی کو مختصر اً بیان کرنا مناسب ہوگا۔

کسی بھی معاشرے کی بنیاد خاندان پر رکھی جاتی ہے۔ محبت، مفاد اور انسان ساز معاشرے میں خیر، اصلاح اور مساوات کے قیام کے لئے خاندان کو بنیاد بنایا جاتا ہے اور یہ معاشرے میں نوکے قلم اور صدا بن کر پروان چڑھ جاتے ہیں۔ مدینہ میں وہ معاشرہ وجود میں آیا جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ معاشرہ انسانیت کو انسانی اقدار کے فروغ کے لئے تشکیل پایا ہے اور یہ بات

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے حوالے سے پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت صرف آپ ہی کی بعثت نہیں تھی بلکہ آپ کے ساتھ ایک امت بھی موجود فرمائی گئی تھی۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (۱)

تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی، کہ تم معروف اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو (اور) برائی کی طرف (جانے) سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور نبی اکرم کے پیروکاروں نے اپنا کردار ایسے مثالی معاشرے کے قیام کے لئے ادا کیا۔ کسی بھی معاشرے میں افراد کے مراتب میں فرق ہوتا ہے لیکن معاشرے کی تعمیر میں ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ اسلام نے اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھا اور ہر فرد کے حقوق، صلاحیت اور آزادی اور نصب العین کو تحفظ دیا۔ لیکن ہر فرد کے حقوق کی حفاظت وہی ادارہ کر سکتا ہے جس کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ مدینہ منورہ کے معاشرے کے خدوخال کو ادا کرنے میں ایک مسلمان غلام نے بھی جو حصہ لیا وہ بھی اتنا ہی اہم ہے جو ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا تھا۔ ایک اخلاقی معاشرے کی یہ ایک بنیادی خصوصیت ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (۲)

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا (اور اختیار عطا کیا) اور ایک کا درجہ دوسرے سے بڑھایا تاکہ تم کو ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں دی ہیں۔ بے شک آپ کا رب جلد حساب لینے

۱۔ آل عمران ۱۱۰

۲۔ الانعام ۱۶۵

ہے اور بے شک وہ مغفرت کرنے والا رحیم ہے۔

اس آیت شریفہ کا مفہوم بہت وسیع ہے اور سیاق و سباق کے ساتھ اس کے معانی میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلا مفہوم تو یہ ہے کہ انسان کو خلافت ارضی عطا کی گئی۔ دوسرے معانی یہ ہیں کہ اللہ نے تمہیں صلاحیت عطا کی اور اختیارات عطا کر کے تمہاری آزمائش کی اور وہ اللہ ہی ہے جو مختلف حیثیتوں اور صلاحیتوں کے لوگوں کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق آزماتا ہے اور اس غلطی میں محاسبہ بھی کرتا ہے اور معاف بھی کرتا ہے۔ (ادارہ فہم)

مراتب، صلاحیتوں، ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں کے اختلافات کے باوجود اسلامی معاشرے کے افراد باہمی اخوت میں ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان کے حقوق کا لحاظ احترام کیا جاتا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۳)

بے شک سارے مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ اس سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں ایک اصولی بات فرمائی گئی ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ اس سے پہلے کی آیت میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا ذکر ہے اس وجہ سے معاشرے کے طور پر عمل کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس دونوں گروہوں میں صلح کے ساتھ صلح کرا دی جائے اور اگر زیادتی کرنے والی جماعت اپنے رویے کی اصلاح نہ کرے تو اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے یہاں تک کہ وہ جھگڑا اور زیادتی سے باز آ جائے۔ یہ ہدایت اسلامی معاشرے میں ایسے واقعی اختلافات پیدا ہونے کی تھی لیکن چونکہ اس معاشرے میں قوت کے ساتھ ساتھ انصاف کی قدر، قوت، اتفاق اور وحدت کی بھی بہت اہمیت تھی اس لئے اختلافات اور جھگڑے حسن و خوبی کے ساتھ فیصل کرا دیئے جاتے تھے اور اخوت میں کوئی رخنہ نہیں پڑنا تھا۔ اس معاشرے

۳۔ الحجرات ۱۰

www.KitaboSunnat.com

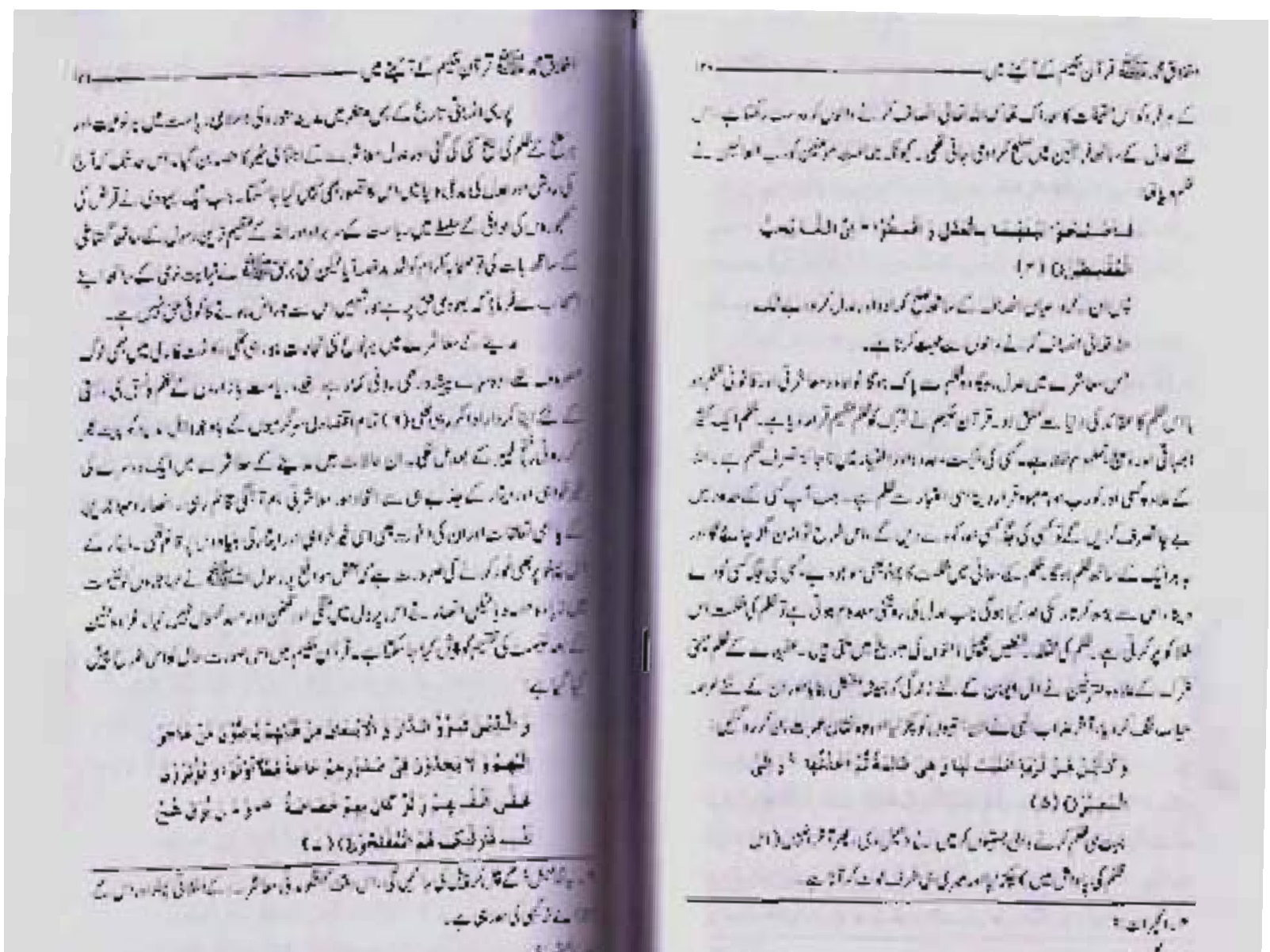

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

انسانی زندگی قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

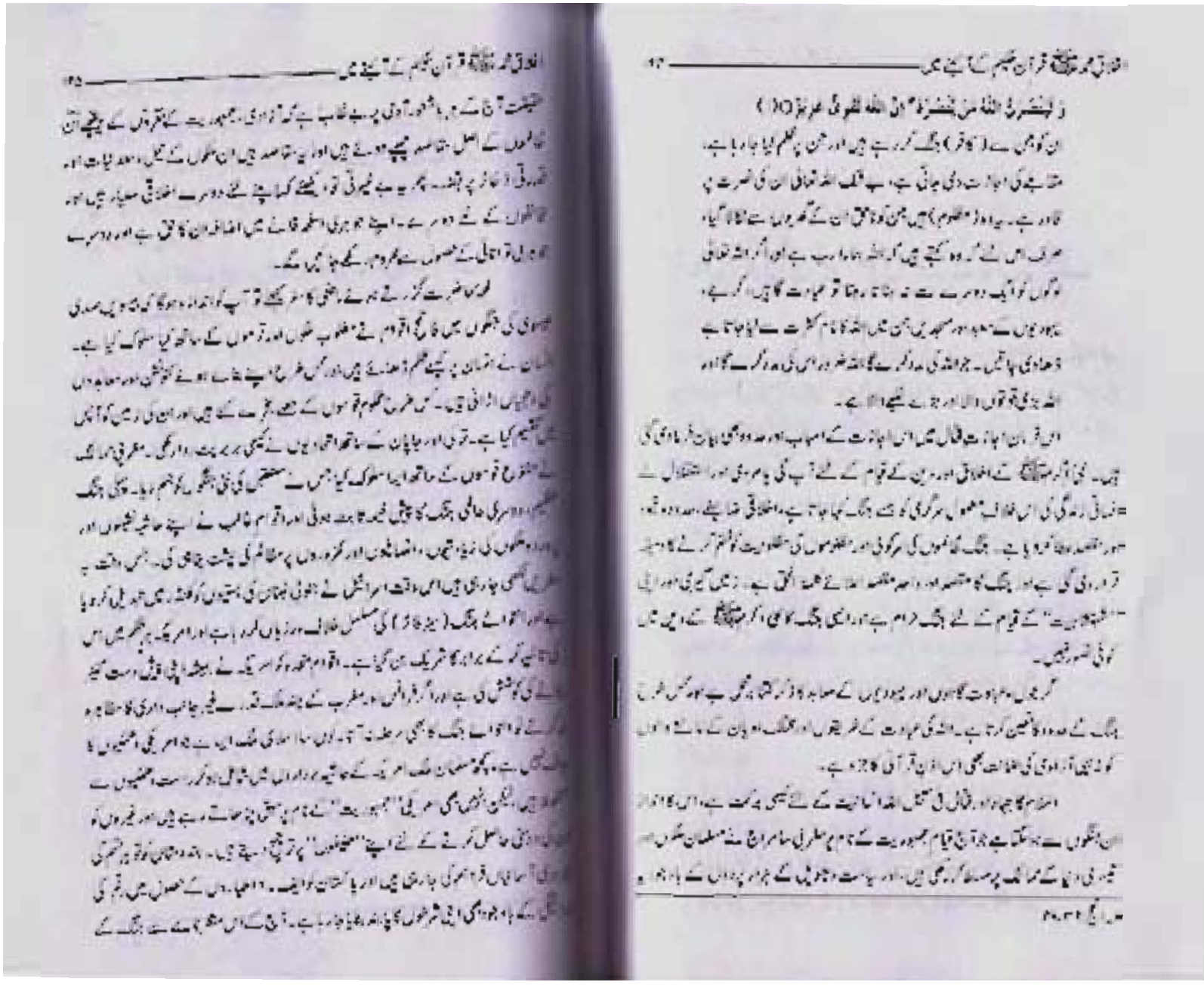

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (۴۱)

ان کو جن سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں اور جن پر ظلم کیا جا رہا ہے، مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ یہ وہ (مظلوم) ہیں جن کو حق ان کے گھروں سے نکالا گیا، صرف اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت گاہیں، یہودیوں کے معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ڈھا دی جاتیں۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا اور اللہ بڑی قوتوں والا اور جبر والا ہے۔

اس قرآنی اجازت قتال میں اس اجازت کے اسباب اور حدود بھی بیان فرما دی گئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اخلاق اور دین کے قیام کے لئے آپ کی پوری مدنی اور انتقال سے [illegible] زندگی اس غالب معمول سرگرمی کو جنگ کہا جاتا ہے، اخلاقی ضابطے، حدود و قیود مقرر کر دیا ہے۔ جنگ ظالموں کی سرکوبی اور مظلوموں کی مظلومیت کو ختم کرنے کا ذریعہ قرار دی گئی ہے اور جنگ کا مقصد اور ہدف اللہ کے کلمہ الحق ہے۔ زمین گیری اور اپنی [illegible] "کے قیام کے لئے جنگ حرام ہے اور ایسی جنگ کا نبی اکرم ﷺ کے دین میں کوئی تصور نہیں۔

گزشتہ صفحات میں یہودیوں اور یہودیوں کے معاہدہ کا ذکر کیا جا چکا ہے اور کس طرح جنگ کے حدود کا تعین کرتا ہے۔ اللہ کی عبادت کے طریقوں اور مختلف ادیان کے ماننے والوں کو دینی آزادی کی ضمانت بھی اس آیت قرآنی کا جزو ہے۔

اسلام کا جہاد اور قتال فی سبیل اللہ انسانیت کے لئے کسی رحمت ہے، اس کا اندازہ ان لفظوں سے ہو سکتا ہے جو آج قیام جمہوریت کے نام پر مغربی سامراج نے مسلمان ملکوں میں تیسری دنیا کے ممالک پر مسلط کر رکھی ہیں اور یہ ریاست دہشت گردی کے ہزار پردوں کے باوجود

حقیقت آج کے دور میں آدمی پر بے نقاب ہے کہ آزادی، جمہوریت کے نعروں کے پیچھے ان ملکوں کے اصل مقاصد چھپے ہوئے ہیں اور یہ مقاصد ہیں ان ملکوں کے تجارتی مفادات اور تجارتی اجارہ پر قبضہ۔ پھر یہ بے غیرتی تو دیکھئے کہ اپنے لئے دوسرے اخلاقی معیار ہیں اور ان ملکوں کے لئے دوسرے۔ اپنے جو ہری اسلحہ خانے میں اضافہ ان کا حق ہے اور دوسرے کو ایٹمی توانائی کے حصول سے محروم رکھنے کی جائیں گے۔

[illegible] گزرتے ہوئے راقم کی سطریں پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ وہی صدی صلیبی جنگوں میں خارجی اقوام نے مغلوب علاقوں اور قوموں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ انسان نے انسان پر کیسے ظلم ڈھائے ہیں اور کس طرح اپنے مفاد کے لئے انسانیت اور معاہدوں کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ کس طرح محکوم قوموں کے حصے بخرے کئے ہیں اور ان کی زمین کو آپس میں تقسیم کیا ہے۔ ترکی اور جاپان کے ساتھ اتحادیوں نے کیسی بربریت روا رکھی۔ مغربی ممالک نے مفتوح قوموں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس نے صلیبی جنگوں کو ختم کر دیا۔ پہلی جنگ عظیم، دوسری عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور اقوام غالب نے اپنے حاشیہ نشینوں اور [illegible] ملکوں کی زیادتیوں، اضافوں اور کمزوروں پر مظالم کی پشت پناہی کی۔ اس وقت بھی [illegible] جاری ہیں اس وقت اسرائیل نے فلسطینی نہتوں کی بستیوں کو قبرستان میں تبدیل کر دیا ہے اور اسے جنگ (بیڑا غرق) کی مسلسل خلاف ورزیاں کر رہا ہے اور امریکہ بہادر اس ظلم میں اس کا برابر کا شریک بن گیا ہے۔ اقوام متحدہ کو امریکہ نے ہمیشہ اپنی لونڈی سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اگر فرانس، مغرب کے بعض ملک [illegible] جانب داری کا مظاہرہ کرتے تو اسے جنگ کا بھی مرتکب آتا۔ اس سامراجی ملک اور اس کے امریکی حلیفوں کا بس چلے تو وہ مسلمان ملک امریکہ کے جائز حقوق میں شامل ہو کر رہ جائیں گے [illegible] لیکن [illegible] "جمہوریت" کے نام پر حق پر ہوتے رہے ہیں اور غیروں کو [illegible] حاصل کرنے کے لئے اپنے "مفادات" پر ترجیح دیتے ہیں۔ بلند و بانگ دعوؤں کو [illegible] آسمانی قوم کہی جا رہی ہیں اور پاکستان کو [illegible] ۱۲ ارب ڈالر کے حصول میں رقم کی [illegible] کے باوجود بھی اپنی شرطوں کا پابند بنایا جا رہا ہے۔ آج کے اس مظلومانہ جنگ کے

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاق کریم ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

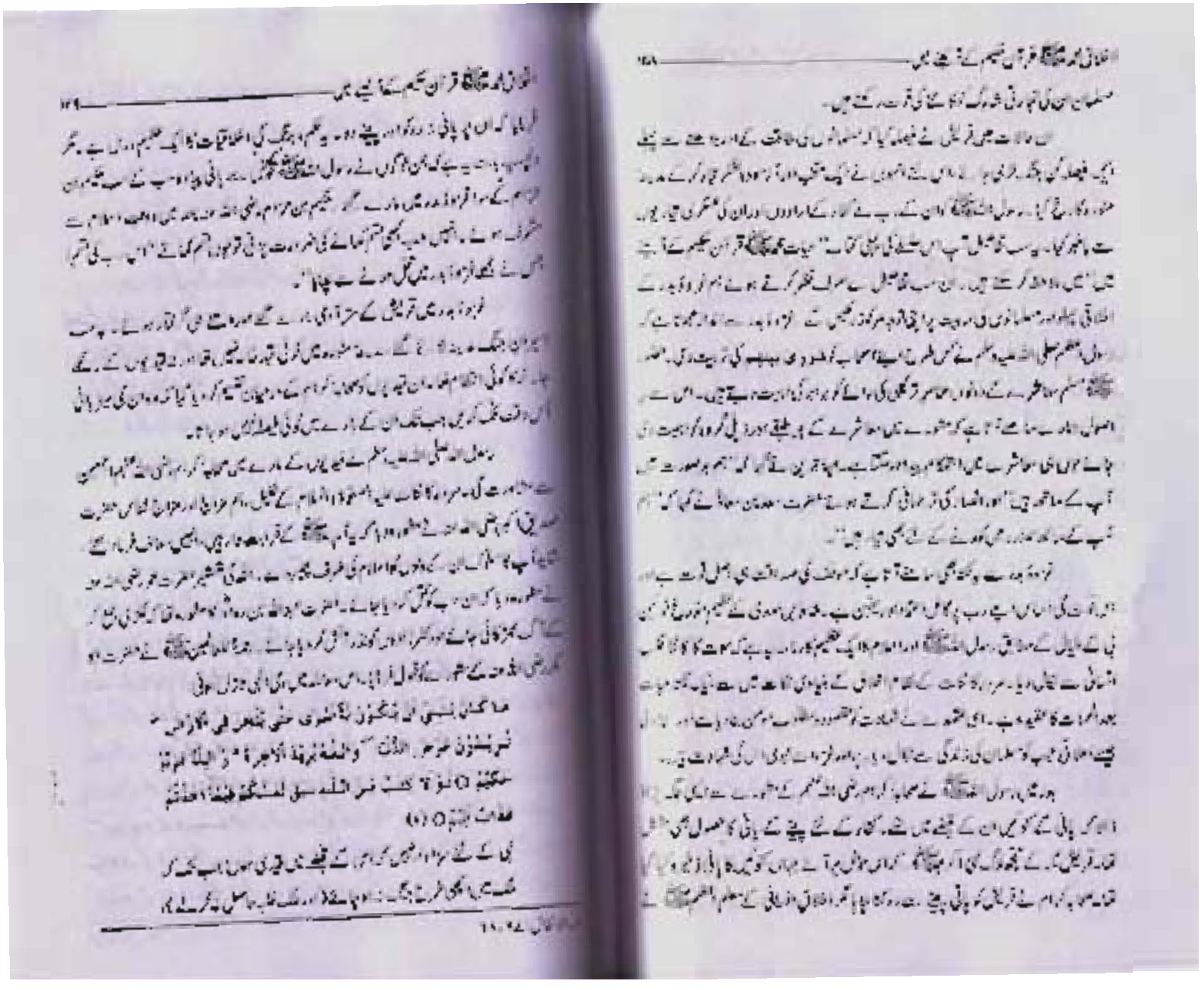

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

(مسلمانو!) تم تو دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو اور اللہ تمہیں آخرت کا اجر عطا کرنا چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر (اس بارے میں) پہلے سے اللہ کا حکم نہ ہو گیا ہوتا تو تم نے جو (فدیہ وصول) مال غنیمت حاصل کیا ہے تو اس کے بدلے میں تم پر کوئی بڑا عذاب نازل ہوتا۔

یوں وحی الٰہی نے یہ حکمت واضح کر دی کہ مال غنیمت سے اہم تر یہ بات ہے کہ جنگ کا فیصلہ کن بنا دیا جائے اور کفر کی دو قوت توڑ دی جائے جو جنگ کا سبب بنتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے فیصلے کو تائید ایزدی قرار دے کر انہیں اپنے حلقۂ حق میں لیا اور غنیمت کو ان کے لئے حلال و طیب قرار دیا

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲)

بہرحال جو مال غنیمت تمہیں حاصل ہوا ہے اُسے حلال و طیب سمجھ کر اپنے کام میں لاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ مکارمِ اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ آپ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے ہر اخلاقی وصف کو بدرجۂ کمال عملی طور پر پیش کیا۔ فدیہ کے مسئلے میں بھی آپ نے قیدیوں کے حالات کو پیش نظر رکھا۔ فدیہ کی کوئی رقم قیدیوں پر جبراً نہیں تھوپی گئی بلکہ ان کے مالی حالات کے مطابق اس کا تعین کیا گیا۔ اگر کسی سے تین چار ہزار درہم لئے گئے تو کسی سے صرف ایک ہزار درہم اور وہ قیدی جو کچھ ادا نہیں کر سکتے تھے ان کا فدیہ یوں مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا مقرر کیا گیا۔ اور جن کے پاس نہ تو درہم تھے اور نہ تعلیم ان کو احسان کرتے ہوئے رہا کر دیا گیا۔ الغرض کوئی ایک بھی مفلس و نادار کسی فدیے کے بغیر اس شرط پر رہا نہ کیا گیا کہ وہ آئندہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہیں لے گا۔ اس نے اس شرط کی خلاف ورزی کی اور کسی معرکے میں پھر گرفتار ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

۲۔ الانفال ۶۸

ان قیدیوں میں چچا اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس اور آپ کے داماد حضرت ابوالعاص کے علاوہ بنو ہاشم کے اور بھی کئی اعزہ شامل تھے۔ حضرت عباس کی مشکیں بہت مضبوط باندھی گئی تھیں جس سے وہ سخت اذیت میں تھے اور ان کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو ان کی تکلیف کا علم ہوا تو آپ ﷺ کی بے تابی دیکھ کر انصار نے رسی کی گرہیں نرم کر دیں اور رسول رحمت ﷺ سے کہا کہ ہم ان کا فدیہ معاف کرتے ہیں۔ چچا کی محبت کے باوجود رسول عادل اس بات پر رضامند نہ ہوئے اور کہا کہ ان کے فدیہ سے ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ جرم اور عدل کو ایسا امتزاج رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کے کردار میں مل سکتا ہے اور اس لحاظ سے خاندانِ رسالت کے اسیروں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ کے عدل اور انصاف کے سلسلے میں کسی رشتے کی پروا نہ کرنے کا آپ کی شفقت اور نرم مزاجی سے عجیب رویہ تھا، رشتہ داروں کی محبت اور ان کا احترام آپ کے دل میں اسی طرح رچا بسا تھا:

شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نام

ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یادگار تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں ماضی کی کتنی ہی حسین یادیں زندہ ہو گئیں جن کا تعلق کبھی حضرت خدیجہ سے تھا جس نے کم و بیش ۲۵ سال تک کاشانۂ مصطفوی کو روشن رکھا۔ آپ نے مسلمانوں سے اس ہار کو واپس بھیجنے کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ تقاضا مسلمانوں کے لئے حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ ایسا حکم جس سے ان کی دنیا اور آخرت کے سنورنے کا رشتہ تھا۔ لیکن آپ نے مسلمانوں کے سامنے کوئی حکم نہیں بھیجا کہ وہ ہار واپس کر دیں بلکہ اپنے محبوب آقا کے حکم کی تعمیل کے لئے ان کے دل خود بخود آمادہ ہو گئے۔ ہار واپس کر دیا گیا۔ اور ابوالعاص کو بھی رہا کر دیا گی

www.KitaboSunnat.com

روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے انصاری کو بھیجا۔ ابو العاص نے حضرت زینب کو مکے کے باہر ایک مقررہ جگہ پر پہنچایا اور حضرت زینب اپنے والد کی خدمت میں پہنچ گئیں۔

قدیے میں بال دینے کے ساتھ رشتہ داریوں کی تعلیم کو شامل کرنا اس رسول کی فراست سے ہی ممکن تھا جس نے آنے والی دنیا کی الٰہی تعلیم کو اقرأ باسم ربک الذی خلق سے شروع کیا تھا۔ اس سے یہ بات بھی ہمارے سامنے آتی ہے کہ جنگ کی نوعیت کی وجہ سے دنیا میں بھی مسلم معاشرے کی تشکیل اور صحیح خطوط پر اسے استوار کرنے کا کام جاری رہا۔ یہ ایک کبیرت کا رہنما نوعیت ہے۔ دنیا کے مفکر، مصلح اور رہنما کبھی ایک یا چند باتوں کو اساسی اہمیت دیتے ہیں اور معاشرے کی تشکیل کی یہ جہت ان کی نظر میں نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی بصیرت جامع کبیر اور جامع تھی۔ ان کے رب نے تو انہیں اپنی کوا پنے دعوہ اور اخلاق سے اپنے مقصد پر مشتمل کرنے کے لئے بھیجا تھا جو قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کرتیں۔

جیسا کہ سطور گزشتہ میں تحریر کیا گیا کہ ان قیدیوں کو مسلمانوں نے گھروں میں رکھا تھا۔ ان کی حیثیت جنگی قیدیوں کی بجائے مہمان کی سی تھی۔ اس وقت یہود مدینہ کے معاشرے میں عام مسلمانوں کو معاشی خارج البلدی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ان کے گھروں میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کھجوروں پر عموماً گزر بسر ہوتی اور یہ کھجور بھی بافراط نصیب نہیں ہوتے تھے۔ اصحاب صفہ کے احوال میں ہمیں ان کے فقر و فاقہ کی کیفیات ملتی ہیں۔ یہ حضرات جب کسی کھانے کی دعوت میں کئی اور رسول اللہ ﷺ یا حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ جیسے ساتھیوں سے رجوع کرتے تو معلوم ہوتا کہ ان کی حالت بھی اصحاب صفہ سے مختلف نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ان جنگی قیدیوں نے اپنے آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا اور اپنے مہمانوں کے لئے بھی الگ الگ اچھے سے اچھے کھانے کا بندوبست کیا۔ یہ ایثار اور حسن سلوک دیکھ کر ان قیدیوں کے دلوں میں اسلام کے لئے محبت پیدا ہوئی۔ انہیں اسلام کی دولت حاصل ہوئی اور یہ مسلمان ہونے کے بعد وہ مسلمانوں پر اچھے الفاظ میں ذکر کرتے۔ (۳)

۳۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۵

غزوۂ بنو قینقاع

بنو قینقاع یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا۔ مدینہ کے گرد و نواح میں یہود کی تین اہم بستیوں میں سے ایک تھی۔ یہ اپنی بہادری پر بڑے نازاں تھے۔ ان یہودیوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اپنے میثاق کی پاس داری نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان پر اسلام کو پیش کیا اور میدان بدر میں قریش کے انجام سے سبق حاصل کرتے ہوئے انہیں حملے سے باز رہنے کا پیغام دیا تو ان لوگوں نے بڑی رعونت سے جواب دیا کہ "تم قریش نہیں ہو۔ تم جنگجو ہیں اور یہ ان جنگ میں اپنی قوتوں سے اپنی عظمت منوا لیں گے۔"

اس گستاخانہ بات پر بھی رسول اللہ ﷺ نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آپ نے مدینہ کی فضا کو مکدر ہونے سے بچانے اور امن و امان کا مسئلہ پیدا ہونے سے روکنے کی کوشش کی۔ یہ مسلمان معاشرے اور اسلامی ریاست کے اختیار کے لئے ایک چیلنج تھا۔ ایک ان دیکھے مسلمان عورت کا قینقاع کے ایک یہودی سنار کی دکان پر آنا اور اس نے شرارت سے اس کے ازار کو باندھ دیا۔ اس عورت نے شرم و حیا کے ساتھ اٹھنے کی کوشش کی۔ ایک مسلمان جو اس واقعے سے گزر رہا تھا اس بات پر برداشت نہ کر سکا اور اس نے یہودی سنار کو قتل کر دیا۔ اس پر یہودیوں نے بلوہ کر کے مسلمان کو شہید کر دیا۔ یہ ایک بڑے فتنے کا نقطۂ آغاز تھا۔ بعد کے واقعات نے یہودی قبیلے کے دوسرے کارندوں نے بھی اس فتنے کو پھیلنے کے لئے خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ صورت حال سے نبی اکرم ﷺ نے اس فتنے کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پندرہ دن شوال سے ذی القعدہ کے آغاز تک جاری رہا۔ آخر یہودی مجبور ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ آئے کہ ان کی جلا وطنی کو بدل دیا جائے

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ایک معاہدہ آپ نے یہود کے ساتھ کیا اور اس کی رو سے بنو نضیر کی جلا وطنی کی جانے لگی۔ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ساتھ جانے کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ جلا وطنی کے تمام مراحل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں طے ہوئے اور بنی نضیر کو شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اللہ کی نعمت باطنہ یہودیوں کی بدباطنی کے نتیجے میں ہے۔ یہ اور ان کے گروہ لوگ کو یہودیوں سے پاک کر دیا گیا اور ان کے بغض و عناد کے نتیجے میں یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام اخلاقی اور سماجی کا دین ہے اور انسانی زندگی کی ترقی اسلام میں ایک بنیادی قدر کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اہل ایمان کا ایمان، دین اور معاشرہ مستحکم ہو گیا اور مخالفین کا نفاق اور بڑھ کر سامنے آ گیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اور یہودیوں کی دوستی سے بیزار ہو گئے اور انہوں نے اعلان برأت کر دیا، دوسری طرف اس واقعہ نے عبداللہ بن ابی کی منافقت کو اور بھی عیاں کر دیا۔ اس کے ساتھی اور بھی کھلم کھلا یہود کی حمایت کے نعرے لگانے لگے۔ یہ اصل میں اخلاقی اقدار معاشرے کے اندر ٹکراؤ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے قرآنی پروگرام نے اسلام لانے والوں (مسلم) کو ایک مضبوط اور مستحکم ایمان کے رشتے میں پرو دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت اور تربیت اور آپ کے اسوۂ حسنہ نے ان صحابہ کو ایسی تعلیم دے دی تھی کہ وہ اپنے اور پرائے کو تولنے کی کسوٹی بن گئے تھے۔ جو دوسروں کی خوبیوں کو پرکھ سکتے تھے۔ انسان معاشرے کی تشکیل کرتا ہے اور انسان کی معاشرے میں اخلاقی اقدار ہی اس میں عدل عام ہو اور قوانین کی سختی سے بڑھ کر عام لوگوں کے اخلاق میں رچ بس جائے۔

اخلاق کی جو تعلیم اس آیت میں دی گئی ہے اس کو سمجھا جا سکتا ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ مسلمانوں کے طرز عمل کو متعین کیا گیا ہے۔ اس سے دوستی رکھنے والوں کا شمار انہیں میں ہوگا۔ کیونکہ ان کا طرز عمل سے ان کے دلوں کی بیماری سامنے آتی ہے۔ ان آیات میں آنے والے واقعے کے بارے میں بھی پیشین گوئی کی گئی ہے جب مرتدین کے

خلاف اللہ سے محبت رکھنے والوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کیا اور مسلمانوں کو ایک مضبوط جماعت کے طور پر اپنی طبیعی ارتقاء کا موقع ملا۔ ان آیات میں یہود اور نصاریٰ کی اسلام دشمنی کے باوجود اس سب کو بھی پیش کر دیا۔ قرآن حکیم ان آیات میں مسلمانوں کے اخلاق کے بیان میں یہ اخلاقی وصف بھی سامنے لاتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں، اہل ایمان کے لئے نرم دل ہیں جبکہ کافروں کے لئے سخت دل ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، یہ اللہ اور رسول کی محبت اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی علامت اور طرۂ امتیاز کی پہچان رکھتے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ۝ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ

www.KitaboSunnat.com

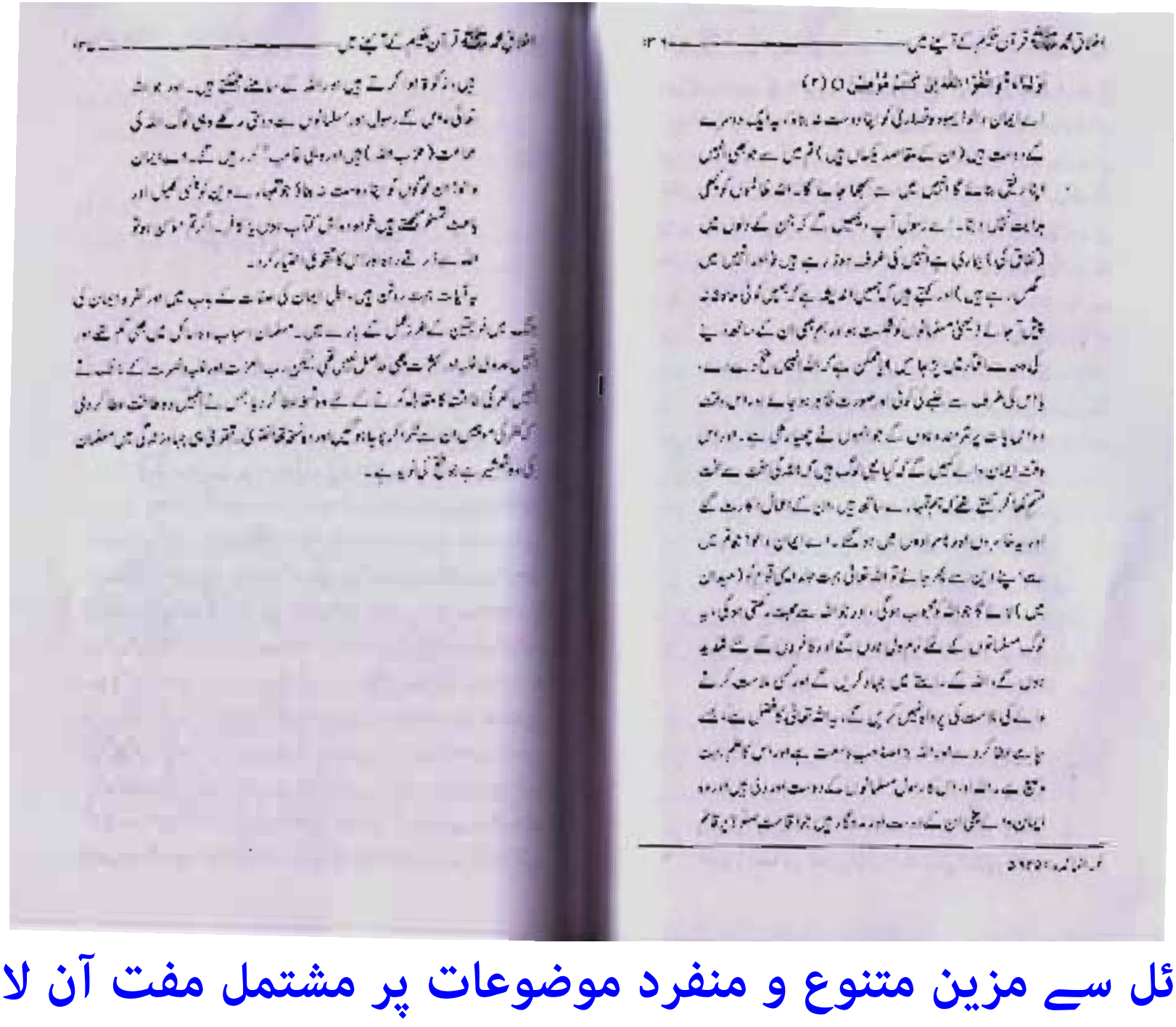

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ اُحد، اس کے سبق

غزوۂ بدر کے ایک سال کے بعد غزوۂ اُحد پیش آیا۔ اس کے دامن میں بھی بہت سے قیمتی اخلاقی سبق ہیں۔ زندگی کا کوئی معاملہ ہو، کوئی معرکہ ہو، کوئی واقعہ ہو، اس کا اخلاقی پہلو ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ زندگی کا ہر پہلو ہمارے اخلاق کے کسی نہ کسی گوشے کو اجاگر کر سامنے لاتا ہے اور ہر پہلو میں رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

غزوۂ اُحد کا سب سے اہم اخلاقی، دینی اور اجتماعی پیغام اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت ہے۔ اسلام اللہ جل جلالہ اور اس کے احکام کی اطاعت کا نام ہے اور ان احکام کی اطاعت قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ کی محبت اور نجات کی ضمانت ﷺ کی اتباع کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ مختصر الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ رسول برحق کی پیروی اور آپ کے احکام کے آگے سر جھکانے کا نام اسلام ہے۔ اطاعت کا مادہ طوع ہے۔ اس میں کسی کام کے لیے رضا و رغبت، کسی چیز کے لیے دل و نظر کی کشادگی کے ساتھ اقدام کرنے کا مفہوم موجود ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم حکم دینے والے کے ساتھ دل سے جڑے ہوں۔ اللہ ہمیں اس عالم امکان میں حکم نہیں آتا۔ وہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ ہمیں حکم دیتا ہے۔ اس کے آئینے میں یہی جلوہ گری کرتا ہے۔ اسی کے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ دونوں کی اطاعت کا ذکر قرآن مجید میں ہمیں ایک ساتھ نظر آتا ہے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت مسلمان کو نیا حوصلہ، نئی امنگیں، نئی اور صالح کی رفاقت کی دولت عطا کرتی ہے اور اس سے بہتر رفاقت اور کون سی ہو سکتی ہے۔ اس رفاقت کا اولین ثمر ہدایت ہے۔ اس ہدایت سے نوازنے کی ضمانت دی گئی ہے۔

فتح اور کامیابی اس اطاعت سے وابستہ ہے۔ جب دلوں کے خانے خالی اور کھوکھلے نعروں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر اعتبار حاصل ہے تو اس کی سنت کی پیروی اور ان کی اطاعت کو۔ سلام ان پر اور ان کی اطاعت کرنے والوں پر ہمیشہ کے لیے سلام۔

غزوۂ اُحد میں نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے جو اخلاقی سبق ملتے ہیں ان کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم پہلے خود رسول ﷺ کی اہمیت، افادیت اور ان کی معیت کا جائزہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں لیں۔

سورۂ انفال کے بیان کے اعتبار سے سورۂ توبہ کے بعد قرآن مجید کی جو آیات مفصل اور مکمل ہوئی ہیں ان میں خود رسول کے کردار کی مختلف طرح سے وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت اور رسول کے تعلق کی تشریح کے بارے میں دو حصوں کے تعین کے بعد فرمایا:

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾

یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سب سے اہم اطاعت صدر شریعت کی ہے۔ اللہ ہی سامنے آتی ہے کہ افضل حمد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے عطا کی ہیں اور اگر قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی سنت سے قائم اور ہماری تشریح رکھتی ہیں جیسے رسول ضرورت کے لیے رجم کی سزا۔ پھر یہ بات بھی سامنے آئی کہ ہدایت کا حصول ان حدود کی پابندی اور پاسداری سے وابستہ ہے جنہیں اس آیت میں حدود اللہ کہا گیا ہے۔

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

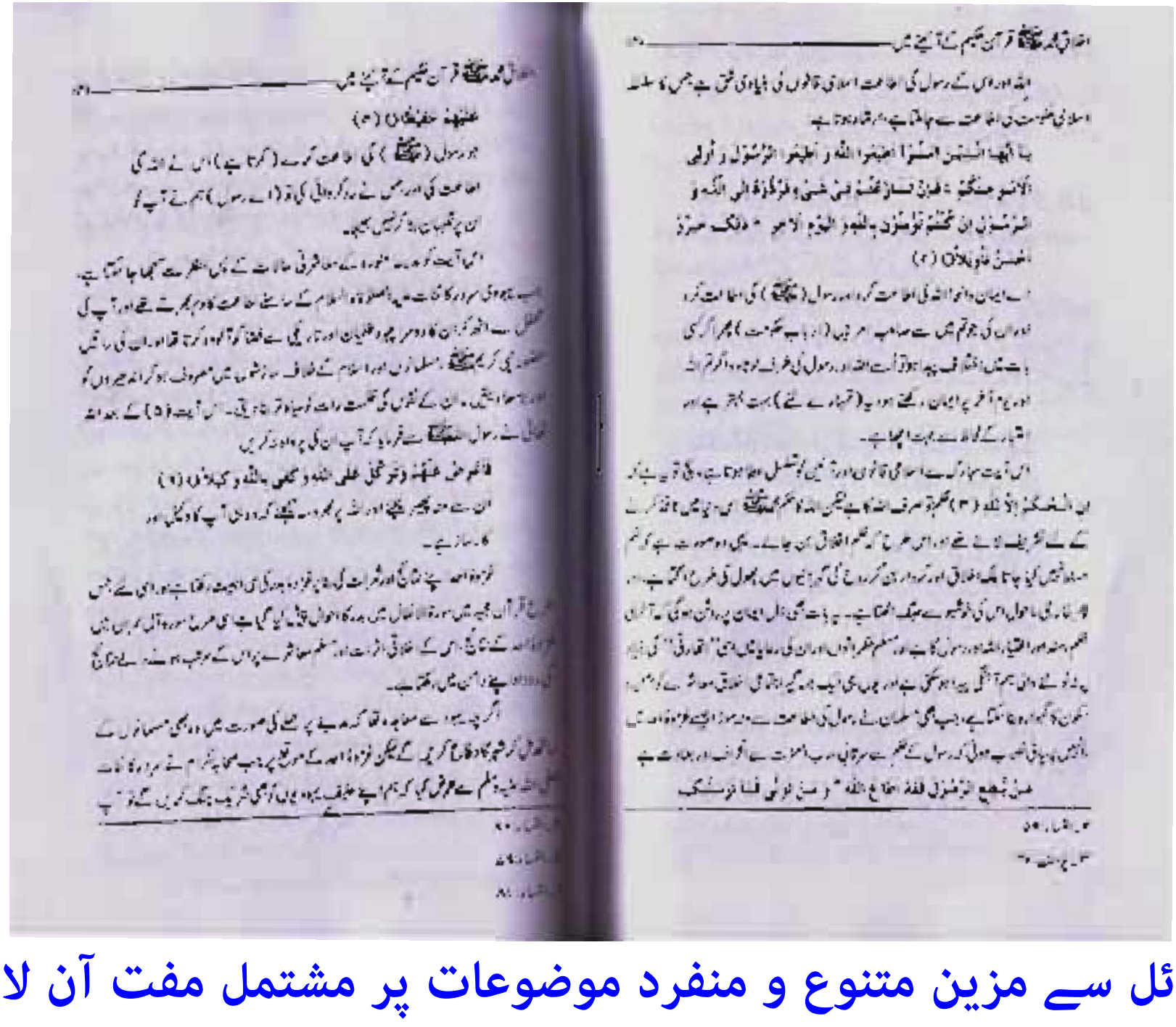

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

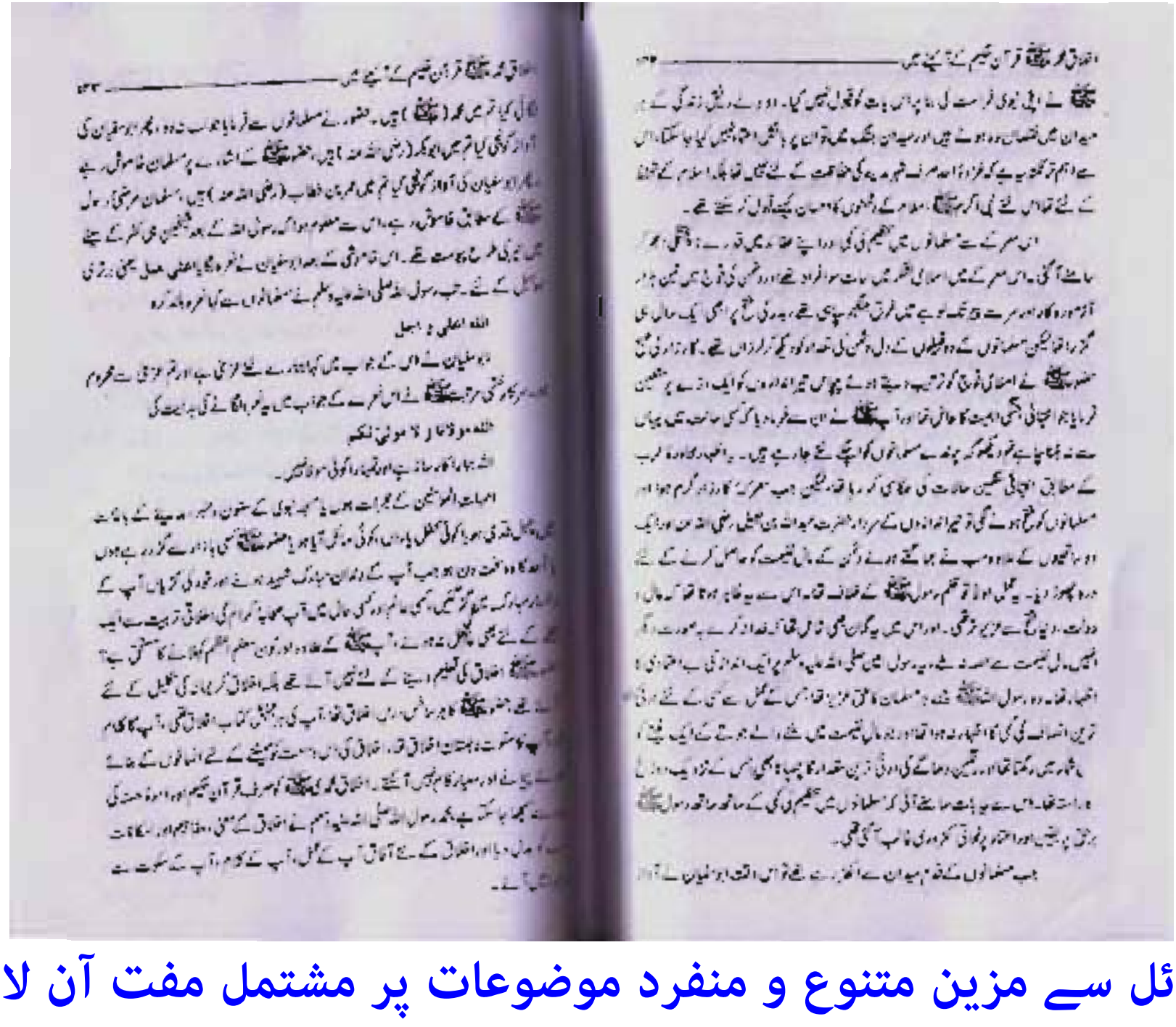

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

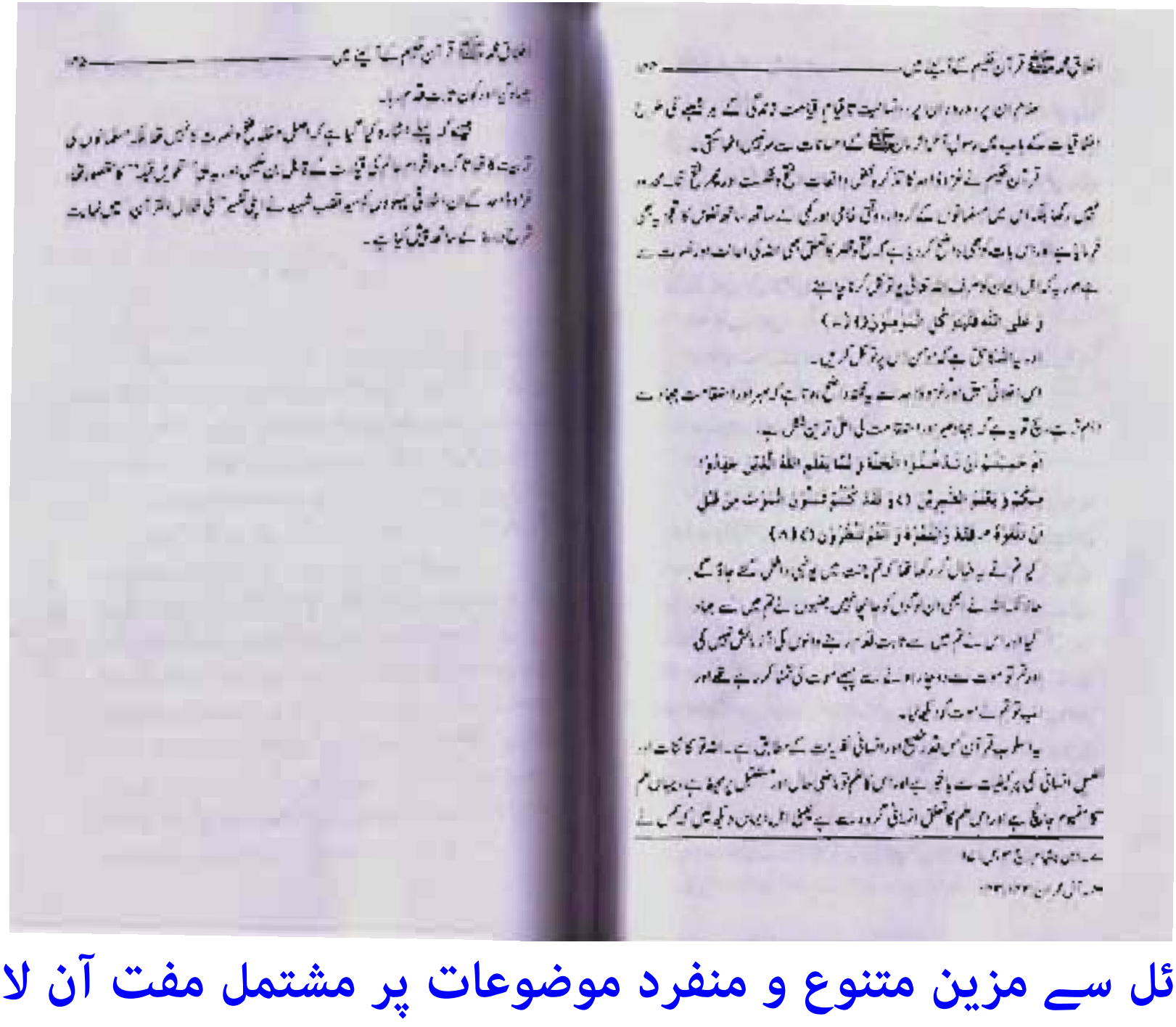

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

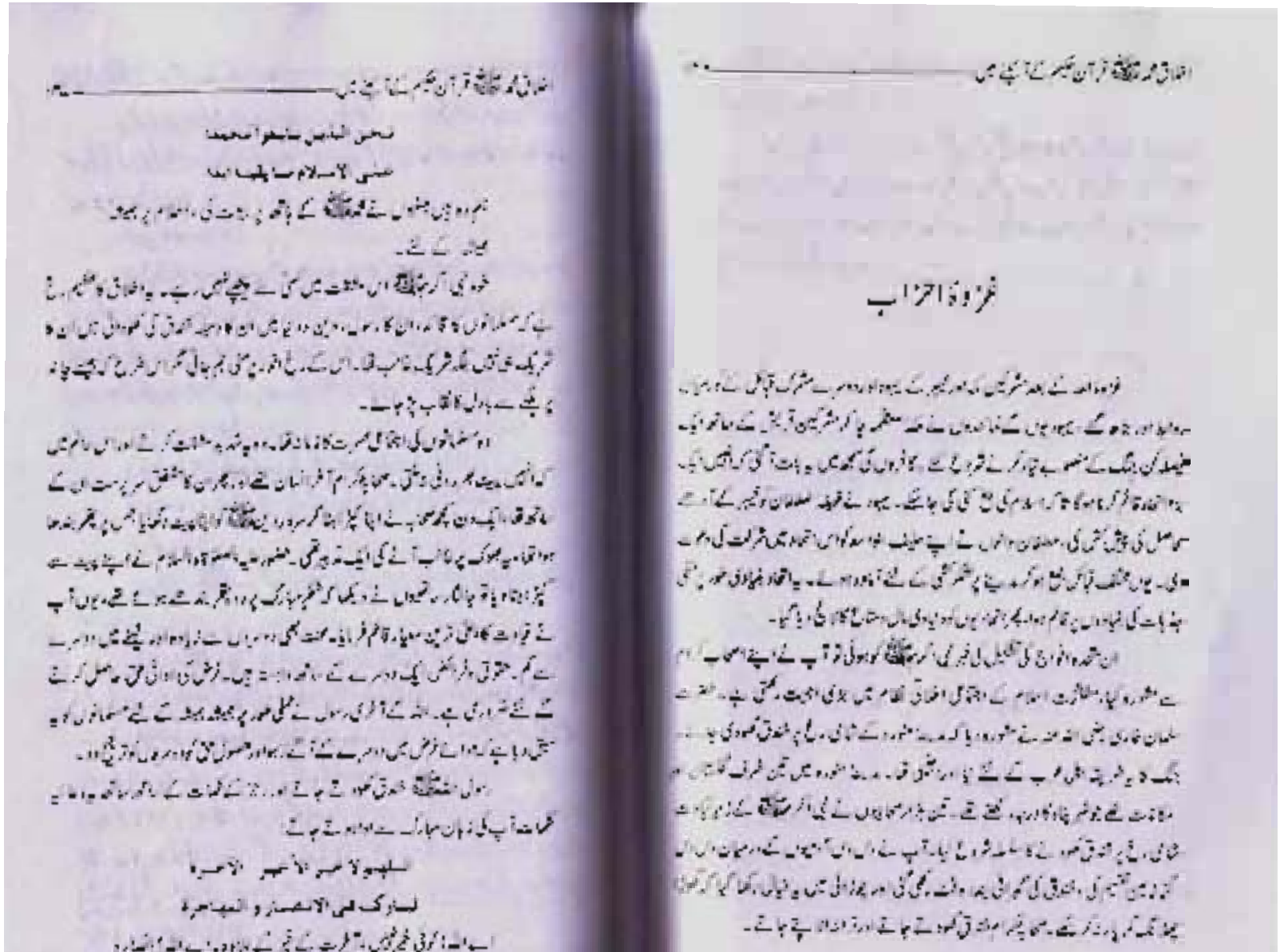

غزوۂ احزاب

غزوہ احد کے بعد مشرکین کی لعنت کا یہ دوسرا بڑا حملہ تھا جو مشرکین مکہ اور یہود نے مل کر مدینہ پر کیا تھا۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا تھا۔ وہ مدینہ سے نکل کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ یہودیوں کے ان قبیلوں نے مکہ معظمہ جا کر مشرکین مکہ کے ساتھ ایک خفیہ کانفرنس کی۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست جنگی محاذ بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کانفرنس کے بعد یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے مکہ سے واپس آ کر مدینہ کے قریب بنو غطفان کے قبیلہ کے سرداروں سے ملاقات کی۔ بنو غطفان کے سرداروں کو بھی اس کانفرنس کی دعوت دی گئی تھی۔ بنو غطفان کے سرداروں نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں یہ طے ہوا کہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک زبردست لشکر تیار کیا جائے۔ یہود نے قبیلہ غطفان کو خیبر کے آدھے سال کی پیداوار دینے کا وعدہ کیا۔ اس لالچ میں آ کر بنو غطفان نے اپنے حلیف قبائل کو اس اتحاد میں شرکت کی دعوت دی۔ یوں مختلف قبائل جمع ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ اتحاد باقاعدہ طور پر تحریری معاہدہ کی شکل میں تیار ہوا۔ پھر اس معاہدہ پر تمام سرداروں کے دستخط کروائے گئے۔ اس معاہدہ کی ایک ایک نقل ہر قبیلہ کے سردار کو دی گئی۔ اس طرح یہ اتحاد باقاعدہ طور پر وجود میں آ گیا۔

ان متحدہ افواج کی تشکیل کی خبر جب آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ مشاورت اسلام کے اجتماعی نظام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ کے شمالی رخ پر خندق کھودی جائے۔ جنگ کا یہ طریقہ اہل عرب کے لئے نیا اور اجنبی تھا۔ مدینہ منورہ میں تین طرف کھجوروں کے باغات تھے جو طبعی رکاوٹ کا کام دیتے تھے۔ تین ہزار صحابیوں نے بنی اکرم ﷺ کی زیر نگرانی شمالی رخ پر خندق کھودنے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے دس دس آدمیوں کے درمیان دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کی کھدائی کے وقت بھوک لگی اور پریشانی میں یہ خیال رکھا گیا کہ کھانا کھانے تک کام بند کر دیتے۔ صحابہ کرام خندق کھودتے جاتے اور رجز پڑھتے جاتے۔

اخلاق محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ——— ۴۰

نحن الذين بايعوا محمدا
على الاسلام ما بقينا ابدا

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اسلام پر ہمیشہ
جہاد کے لئے۔

خود نبی کریم ﷺ اس مشقت میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ یہ اخلاق کا عظیم درس ہے کہ مسلمانوں کا قائد ان کاموں، دینی و دنیاوی میں ان کا وسیلہ اتحاد کی تعمیر میں ایسا شریک ہوتا ہے کہ کوئی نمایاں شریک غالب نظر نہ آئے۔ اس کے باوجود یہ بھی بجا ہے کہ اس طرح کے کاموں پر بیٹھے سے دل کا اضطراب بڑھ جاتا ہے۔

دو مسلمانوں کی اجتماعی محنت کا زمانہ تھا۔ وہ پتھر پر مشقت کرتے اور اس دوران کبھی کبھی بیت بھر روانی و خلق، صحابہ کرام آخر انسان تھے اور بھوک کا شفق سربراہ ان کے ساتھ تھا۔ ایک دن کچھ صحابہ نے اپنا پیٹ بھرا کر سرور دین ﷺ کو اپنا پیٹ دکھایا جس پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ یہ بھوک پر غالب آنے کی ایک تدبیر تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو پتھر ہی پتھر تھے۔ صحابہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ یوں آپ نے قربانی کا اعلیٰ ترین معیار قائم فرمایا۔ محنت بھی دوسروں سے زیادہ اور کھانے میں دوسرے سے کم۔ حقوق و فرائض ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ فرض کی ادائی حق حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے آخری رسول نے عملی طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ اپنے فرض میں دوسرے سے آگے رہیں اور حصول حق کو دوسروں پر ترجیح دیں۔

رسول اللہ ﷺ خندق کھودتے جاتے اور رجز کے کلمات کے ساتھ ساتھ یہ دعائیہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے جاتے

اللهم لا عيش الا عيش الاخره
فبارك في الانصار و المهاجره

اے اللہ کوئی خیر نہیں، آخرت کے خیر کے علاوہ اے اللہ انصار و
مہاجرین کو برکت عطا فرما۔

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

یہ بحث خواہی، یہ عمومی شعبہ ہے کہ کس اخلاق ہے، اخلاق کا مربوط اور مکمل۔ حضور ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں اور انسانوں کی قیمتی متاع ہے۔ قرآن نے آپ کے اس بات کو یوں قرار دیا۔

الخلق العظیم (۱)

خلق کی عظمت کے دو ان "تمام روایات کے متعلق راویوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کی گھریلو زندگی "مثالی" کے طور پر تسلیم کی جاتی تھی۔ دوستوں کے ساتھ حسن اخلاق کا برتاؤ اخلاق نہ تھا کہ ان میں ایثار کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش تھی۔ یہ صحابی ایک دوسرے سے کہتے کہ ہمارے بھائی سمجھے، یا وہ خواہش نہیں ہے۔ یہ ایثار کا جذبہ کیا دوں کا تحفہ نے قرآن حکیم نے ایسی ایثار کو مسلمانوں کی شناخت قرار دیا ہے

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (۲)

اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، خواہ ان کی ضرورت کتنی ہی شدید ہو۔

اللہ کی پسند اور ناپسند ... احکامات اور زندگی کے رویے کا معیار اللہ کی پسند اور ناپسند کو قرار دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعے اخلاق کو مکمل کر دیا، اور ہدایات سے ہم آہنگ کر دیا۔ خود اخلاق نے ایک بار پھر اپنی عظمت کے مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کر دیا کہ امت اسے اور پہلے ایمان کی کسوٹی ہے۔ اسی طرح خود اخلاق میں بھی اعلیٰ ایمان بڑھتے گئے۔ اگرچہ دو جنگ کی نوبت نہیں آئی لیکن بدر کے لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان کے گھوڑوں اور اونٹوں کی آوازیں اور اسلحہ جنگ کی جھنکاریں مدینے کی فضاؤں کو مرتعش کر رہی تھیں اور خندق کے پار سے پتھروں کی بارش جاری تھی۔ ایک جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کم تھی دو چار گھوڑے کھڑے کر کے گھوڑوں

(۱) القلم: ۴

نے اسے پار کر لیا۔ ان میں عمرو بن عبدود بھی تھا جو بنی عامر بن لؤی کے شہسواروں کے سردار شمار کرتے تھے۔ وہ للکارتے ہی کر رہا تھا جو کے ہاتھوں مارا گیا۔ خندق کے پار سے پتھروں اور تیروں کی مسلسل بارش کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اخلاق کے دو بار ایک دن ایسا بھی آیا کہ سردار کائنات ﷺ کی متصل چار نمازیں قضا ہو گئیں کیونکہ تیروں اور پتھروں کی مسلسل بارش میں اپنی جگہ سے ہلنا ممکن تھا، نماز پڑھنا یا اذان کہنا ممکن نہیں تھا۔

غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادی کے تمام گروہ واضح طور پر سامنے آ گئے۔ نفاق کے تمام پردے چاک ہو گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں حاضر ہو کر اپنے گھروں کے عدم تحفظ کا بہانہ تراش کر واپسی کی اجازت چاہی، دوسرے کی شدت اور خندق کی گہرائی کی تعداد دیکھ کر ان کے دل کی یہ بات زبان پر بھی آ گئی کہ محمد ﷺ اور اللہ اور رسول نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا اور وہ دل شریف اہل ایمان کا ایمان آزمائش کی اصل میں چھن کر خالص بن گیا اور انہوں نے اس گھڑی کا ایمان کی پختگی کے لئے اللہ تعالیٰ کا انتظار قرار دیا۔ اور آخر کار وہ کے لشکر جرار بکھر کر ناکام و نامراد واپس کی نذر ہو گئے۔ محاصرہ کے بعد کی فضائیں اکثر کفر کی گھٹاؤں اور مسلمانوں کی اپنی تیاریوں اور ان کی آوازوں سے وہ پختگی اور اضطراب پیدا ہوا کہ اکثر کفر کی بڑی طاقتیں ہم آہنگ ہو گئیں۔ جیسے نے ہاتھ چھوڑ دیا تھا نے ذی القعدہ ۶ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف سفر کیا۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں پہنچ کر انہوں نے عمرہ کی نیت ترک کر دی اور واپس ہو گئیں اور انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان کے اس اقدام کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ نے اپنے ۱۴۰۰ ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ یہ بات پہلے بھی واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کی فکر کا رخ اور اخلاق کا انداز کیا ہے۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی

www.KitaboSunnat.com

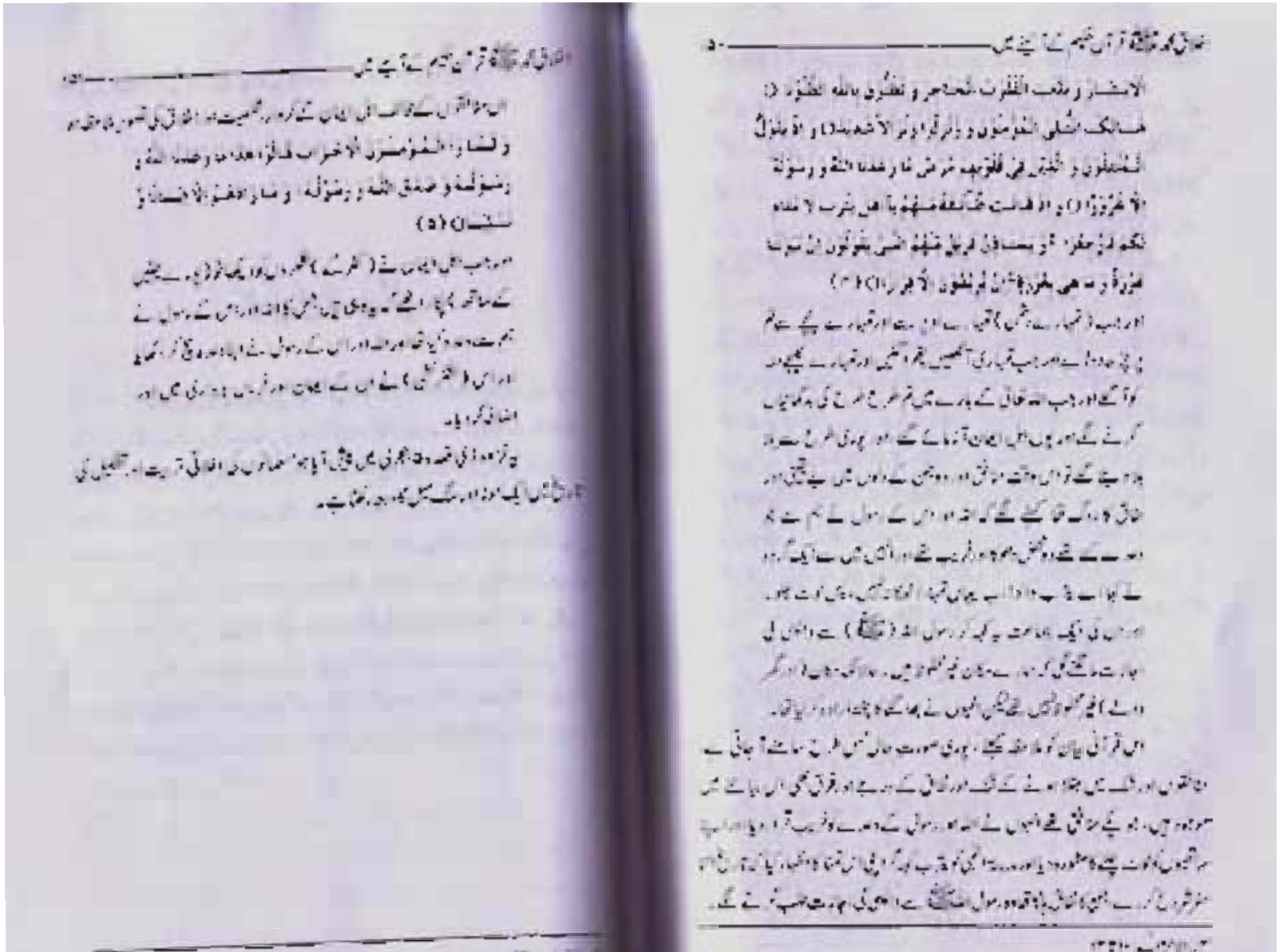

جامع دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کفر کی نئی حکمت عملی

مسلمانوں کے اخلاقی تفوق کے مقابلے میں معاند معاشرے کی سرگرمیاں

فزوۂ احزاب کے بعد یہ بات واضح اور نمایاں ہو چکی تھی کہ اسلام کو تلوار اور عسکری قوت سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ غزوۂ احزاب کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ اب قریش تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ تم ان کے خلاف جوابی کارروائی کرو گے۔ آپ ﷺ کا فرمان اس حقیقت کا غماز تھا کہ یہ دین ہر طرح سے اور ہر اعتبار سے غالب ہو گیا ہے اور اب مخالف قوتوں کے خلاف یہ اقدام نہیں کرے گا بلکہ ان کی جانب سے جارحانہ اقدامات کا انتظار کرے گا۔

مشرکوں اور یہودیوں نے مسلم معاشرے کو اندر سے کمزور کرنے اور باہر سے حملہ آور ہونے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور خواتین کو نشانہ بنایا۔ آپ کی صاحبزادیوں کو بھی تکلیف دینے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کیا۔ ان کی عزت و ناموس کو داغدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کے خلاف افواہیں پھیلائیں۔ ان کی عفت و پاکدامنی کو مجروح کرنے کے لئے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا۔

ایک کے بعد دوسرا حملہ

معاشرے کی اخلاقی قوت کا اندازہ ہو گیا تو انہوں نے ان کی آبادی پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ غزوۂ احزاب کے بعد غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر ایسا ہی ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ مدینہ منورہ اسلام کی حدود میں آ چکا تھا۔ مشرکوں نے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ منورہ کے اندر سے اسلامی معاشرے کو کمزور کرنے کی سازش کی۔ یہودی قبیلہ بنو قریظہ مدینہ منورہ کے اندر اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ منافق مسلمان معاشرے میں رہ کر اندر سے اسلامی اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر غزوۂ بنو قریظہ کی آزمائش

بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتہائی نازیبا رویہ سامنے آیا۔ ان حالات میں اس واقعہ کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ اس وقت اسلام پر باہر سے حملہ ہوا تھا۔ غزوۂ احزاب کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں آیات نازل فرمائی تھیں۔ مگر ان کی پہلی تعمیل سے پہلے ہی منافقوں نے انہیں جا لیا۔ مشرکوں کی سازشیں اور منافقوں کی کارروائیاں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ اس دوران مدنی آیات قرآنی میں منافقوں کے قبیح کردار اور اخلاق کے بارے میں آیات نازل ہو چکی تھیں

قرآن و حدیث کی مستند دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

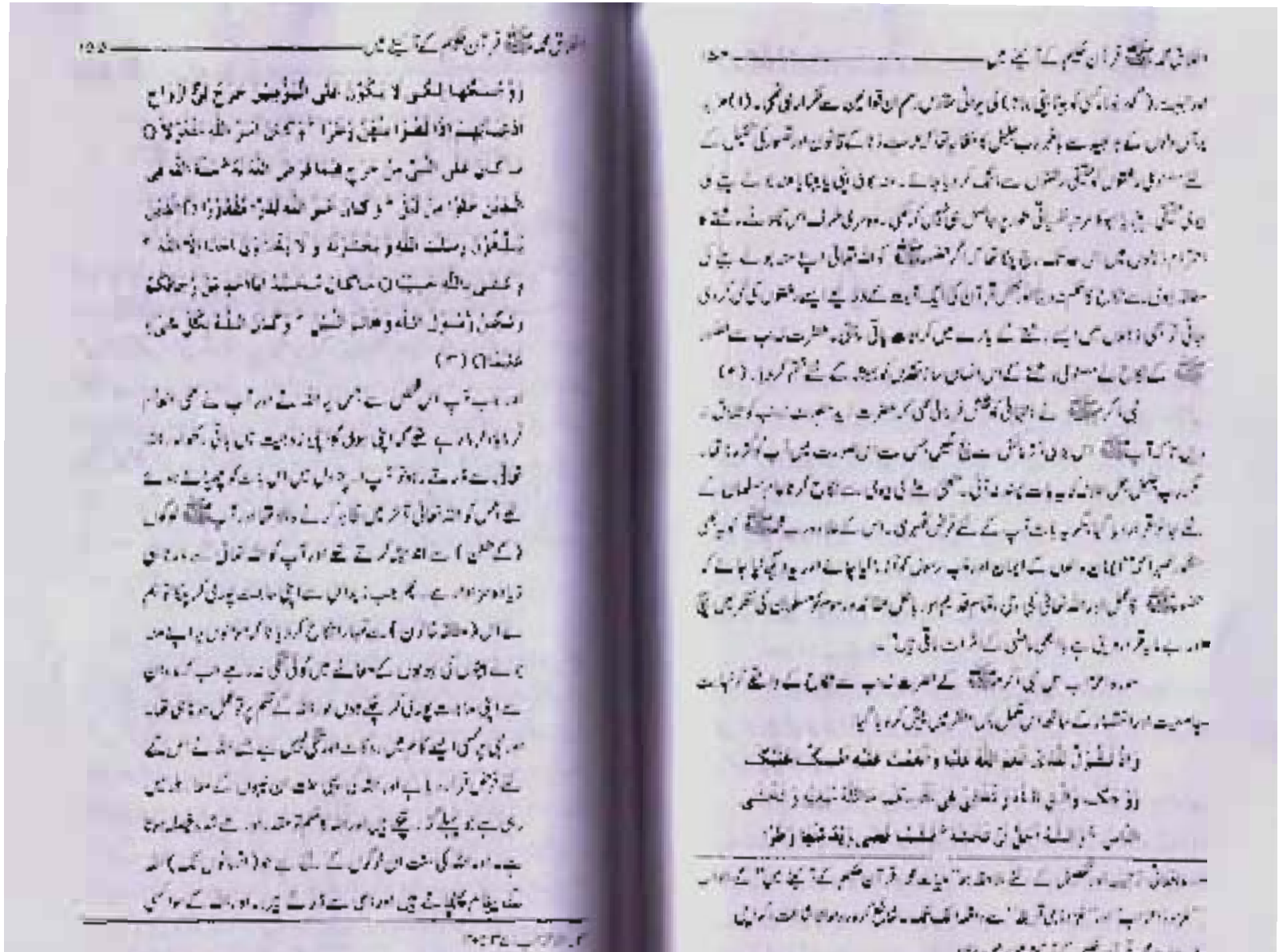

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

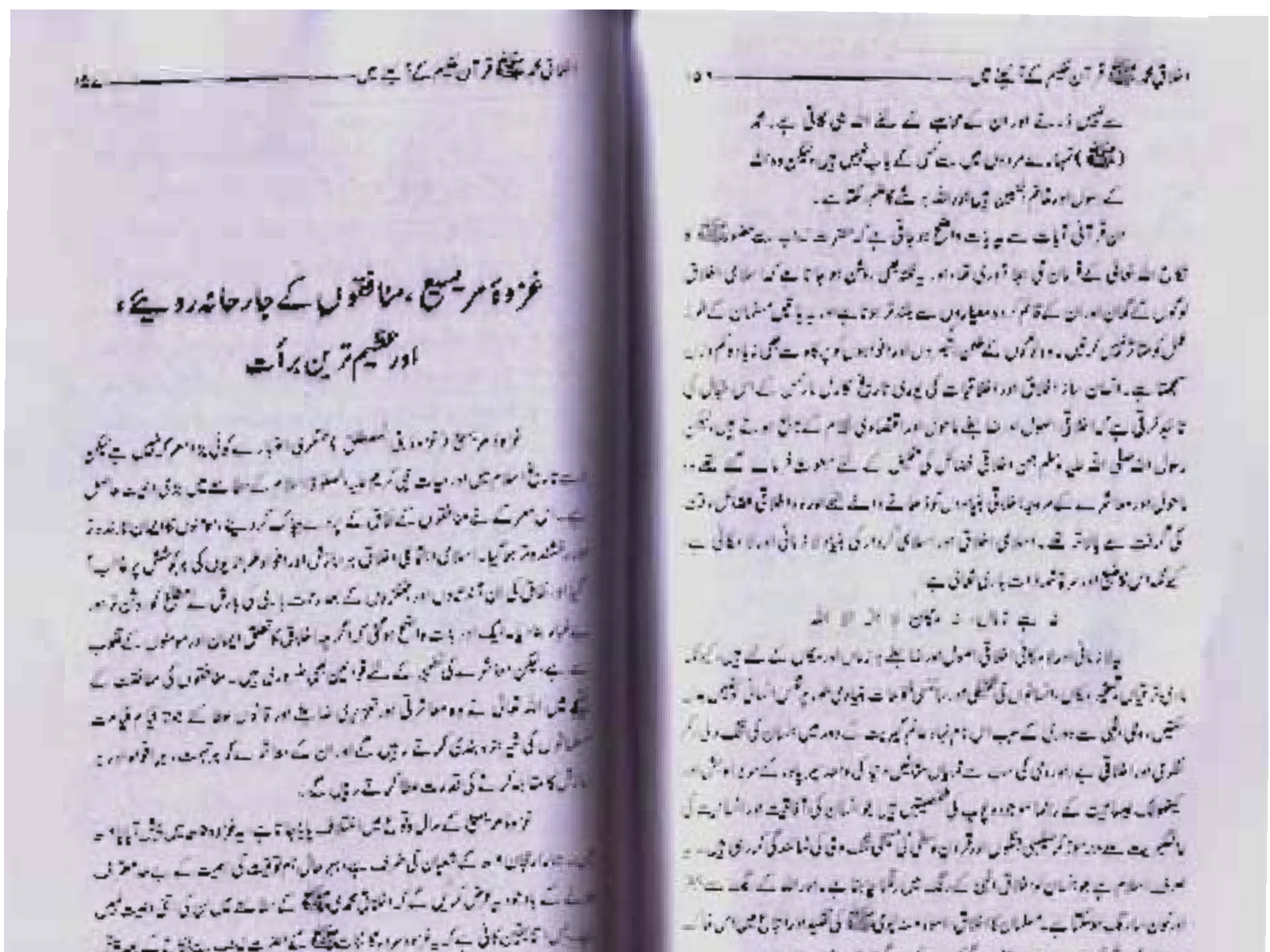

غزوۂ مریسیع، منافقوں کے چار حائد رویے، اور عظیم ترین برأت

مکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

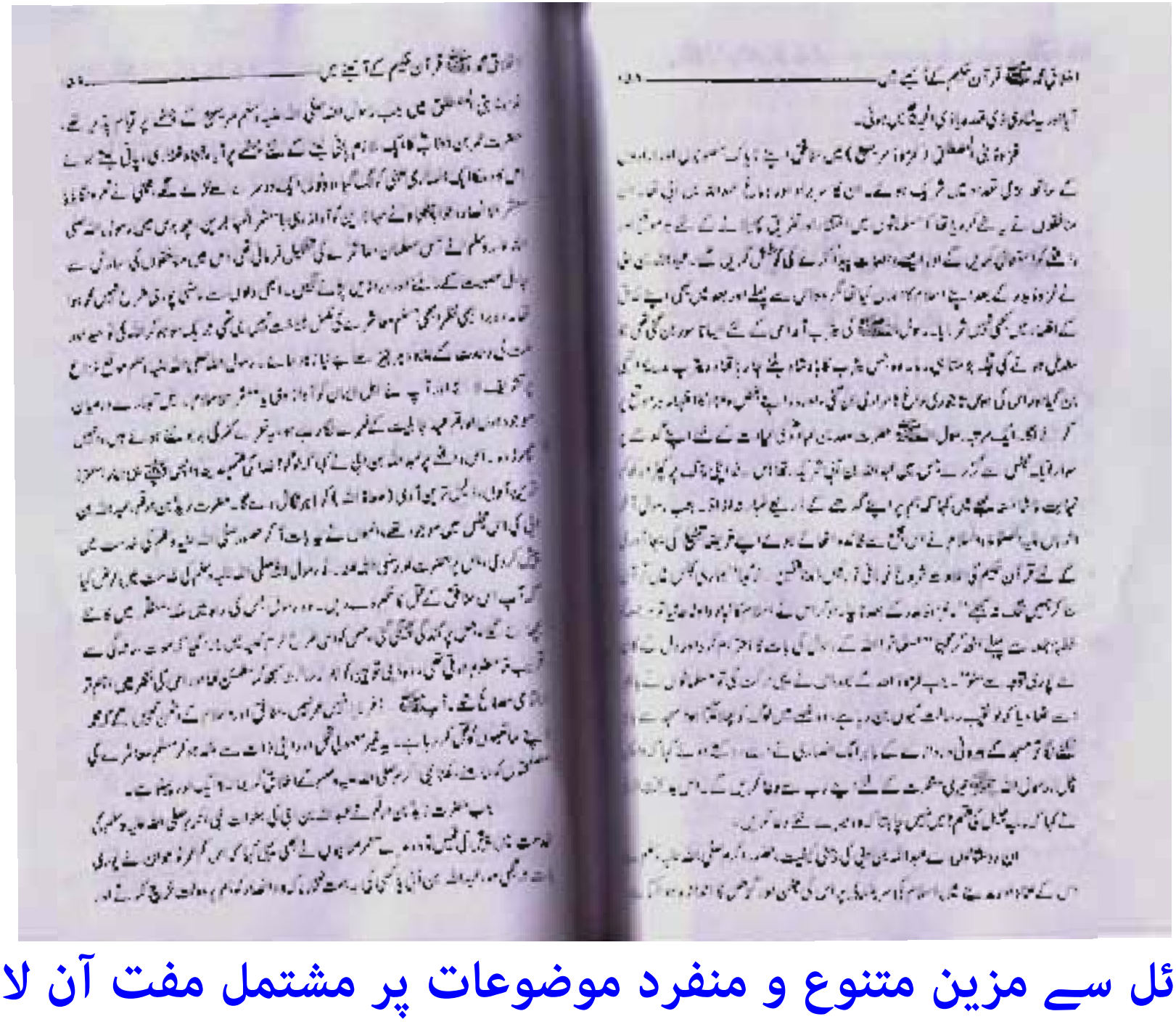

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

پاک، صاف ہو جاتے تھے۔ ان میں دلوں کے داغ دھبے کے بعد گھر بیٹھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں ان کی روایت کی تصحیح فرما دی:

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ۝ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ (الصافات ۱۱ تا ۲۱)

یہ دلائل سے جواب دیتے ہیں کہ ان لوگوں کو کچھ بھی طریق کر دو مگر رسول اللہ (ﷺ) کے پاس (اور ساتھ) ہی، جہاں تک کہ وہ اور اور جو کچھ یا میں اور آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن یہ منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے (اور) یہ منافق سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام سے نکل جائیں گے تو وہاں سے عزت والے ذلت والے کو نکالے گا اور (ذلیل تو یہ ہے کہ) اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن یہ منافق نہیں جانتے (اور اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کانوں کی تصدیق کر دی ہے۔ تم ہو جاؤ اس لئے اور اب تم کو ان منافقوں کی گواہی دینا پڑے گی۔

اور یہ بات تو وہاں کے موقع پر تاریخ کی ہر اس آنکھ نے دیکھ لی کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں جانے کے راستے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ مدینے کا نکالا ہوا ذلیل ترین آدمی بہترین آدمی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر مدینے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ عزت اللہ اور اس

۱۔ المنافقون ۸

کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ جب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جگہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ [illegible] چھوڑ دیں۔ [illegible] محمد ﷺ کا بڑا ادب ہو گیا جب حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے والد کو اپنے باپ کو چھوڑا اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کتنے ہی جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے۔ مجھ وہ ہے جس کی کوئی مثال اور نقل کوئی پیش کی جا سکے۔ اولیائے کاملین کی نظر سے دیکھے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تو تقوے کا ذکر قرآن میں ہے۔ یہ بیٹا اور اصحاب موسیٰ کے نظر سے دیکھے اور آپ کا احسان مانتے ہیں۔ بعض نے کوئی بڑا اپنی قوم کے مقابلے پر کھڑا کر سکتا تھا یہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا تھا کہ [illegible] یہ بتایا فرمایا۔ اس کے علم میں سے موقعوں پر عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا دامن روز قیامت کے ساتھ بندھا ہے اور اس لئے حسن گفتار کے علاوہ آپ کے اور ایسی نظر سے دیکھے گئے۔

قرآن عظیم اور آپ ﷺ کی زندگی جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں کھائی ہے۔ اخلاق ہے۔ آپ ﷺ کی [illegible] کا سبب [illegible] مسلمانوں کے اخروی اخلاق اور مسلم معاشرے کے اخلاقی اخلاق کی بنیاد اسوۂ حسنہ ہے۔ اسی لئے ایک پہلو بھی ہے کہ مسلم معاشرے کی تعمیر اور مسلمانوں کے باہمی معاملات میں کوئی اخلاقی بحران نہیں ہے۔ بلکہ [illegible] دوسرے معاشروں کے مقابلے میں مسلمانوں نے اپنا سایہ کیا بلکہ [illegible] ہیں مسلمان ہر آزمائش سے گزرے۔ وہ کائنات کی عزت ﷺ نے مسلمانوں کو ہر آزمائش کے لئے تیار اختیار کرنے اور سامان مہیا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اسی طریق معاشرتی اور اخلاقی مسائل بھی رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ہر آزمائش سے گزرے اور یوں اخلاقی [illegible] حوالہ، حوالہ ہے آیا اخلاق بھی زندگی کی طرح بنتے ہیں اور [illegible] ہے گی۔

عبداللہ بن ابی کو مدینہ منورہ میں داخلے کی اجازت حضرت محمد ﷺ نے نہیں فرمائی اور بعض اصحاب کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے اور یہاں ان کا ایک عمل ہے پاؤں

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

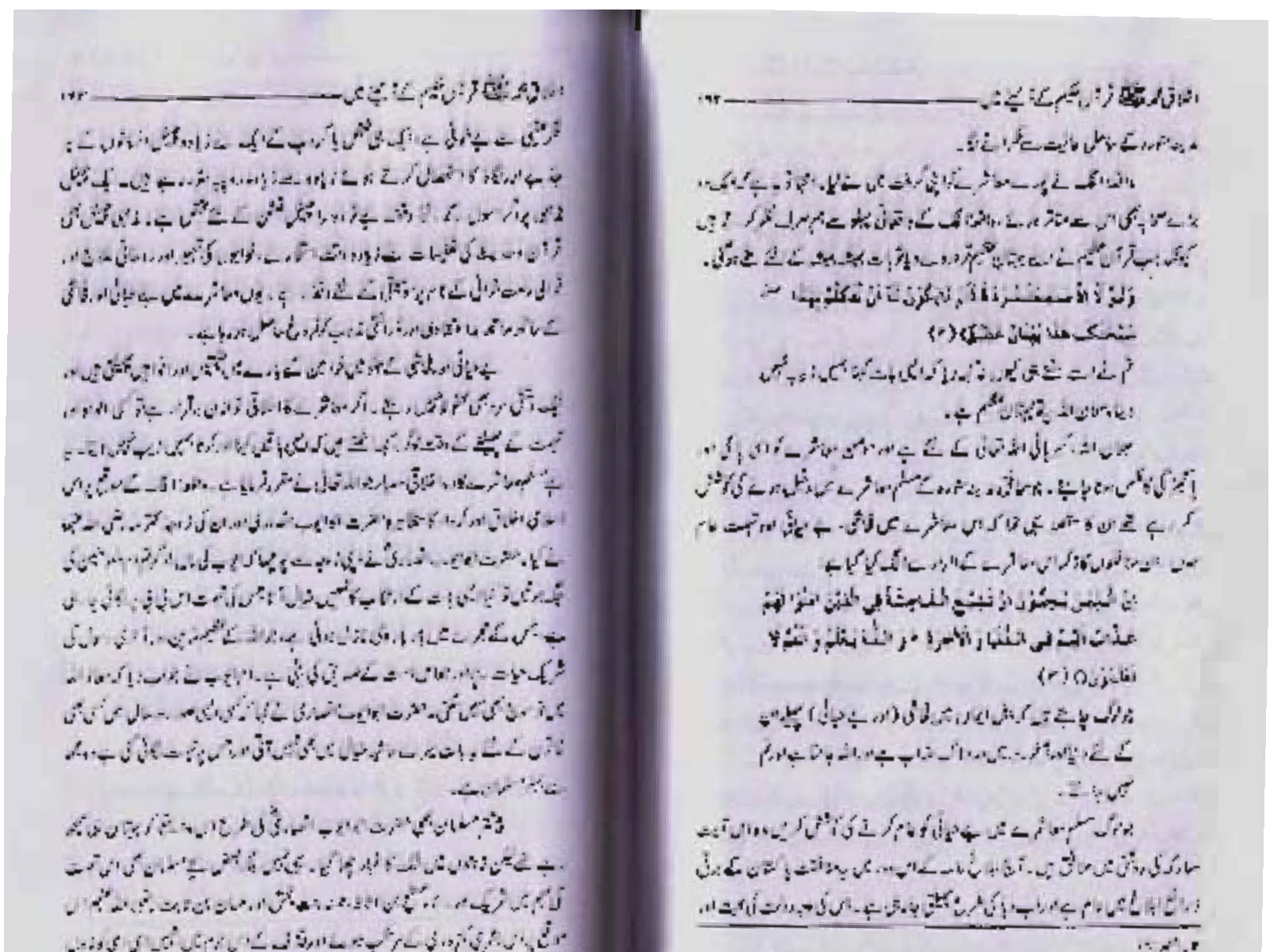

قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کی سزا دی گئی۔ اس واقعے کے بارے میں قرآن مجید کا یہ ارشاد بھی ہے

لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ (۲۴)

تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اور اس آیت میں خبر کا باقی رہنے والا پہلو یہ تھا کہ سب اہلِ حق جو اس کے ایسے معاشرتی اور اخلاقی نقصان سے دوچار ہوئے جو معاشرے کی اخلاقی قدروں کے تحفظ کے لئے ضروری تھے۔

۲۔ اس واقعے کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اور افضل کے رتبے میں داخل فرمایا اور ان صاحبانِ فضل و سعت کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے عزیزوں، ضرورت مندوں اور مہاجروں کی مالی مدد کرتے ہیں، اسے کسی واقعی یا فرضی بات کی وجہ سے ختم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس بات پر حلف کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں انہیں معاف کر دینا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور بھی معاف کر دے۔ بندوں کا خدا کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے کرم کو آواز دینے کے مترادف ہے

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ
وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا
وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ (۲۵)

اور جو تم میں سے صاحبِ فضل و بزرگی اور (مالی) وسعت والے ہوں انہیں اپنے اہلِ قرابت، مساکین اور مہاجرین کو فی سبیل اللہ عطا کرنے سے (کبھی) قسم نہ کھانی چاہئے بلکہ چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کر دے، اللہ مغفرت کرنے والا اور رحیم ہے۔

حضرت مسطح جو واقعہ افک کے تحت پروپیگنڈا میں شامل ہو گئے تھے، واقعے میں حضرت صدیق اکبرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے اس طرزِ عمل سے آزردہ ہو کر یہ عہد کر لیا تھا کہ اس کو جو رقم بطور مدد دیتے تھے اب نہیں دیں گے۔ اس عہد میں ولی اخلاقی قباحت بالکل نظر نہیں آتی، بلکہ اللہ تعالیٰ حسنات میں اپنے اور خوفِ الٰہی کی بنیادوں پر جو اخلاق پیدا کرنا چاہتا تھا اس کے مطابق تھا۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں واضح طور پر یہ اصول بھی عطا کر دیا ہے کہ کوئی بھی احسان کرنے اور صلہ و عطیہ دینے والا اپنے قریبی عزیزوں، ضرورت مندوں اور مہاجروں کی مدد کرنا نہ چھوڑ دے۔ یہ ایک عام اصول ہے مگر مسطح کے لئے، پھر اس امت کے صدیق کے لئے جناب باری کو یہ ناگواری کیسے گوارا ہو سکتی تھی، اسی لئے اس آیت میں الفک میں آنے والے دوسرے مسلمانوں کو یہ اخلاقی طریقہ عطا کیا گیا کہ اللہ کے فضل کے حصول کے لئے اللہ کی مخلوق کے ساتھ اپنے معاملات کو ہر حال میں جاری رکھیں اور کوئی شخص جو اپنے ان طبقے کو توڑے۔ اس حکم میں صدیقی اخلاق کی تکمیل اللہ نے اور مہاجرین بھی آ گئیں۔

۳۔ واقعہ افک کی وجہ سے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کے جرم کو حد سے بڑھ کر اللہ کی مخالفت قرار دیا گیا اور اس جرم پر حد جاری کی گئی تھی۔

۴۔ اور دوسرے معاشرتی مفاسد کی طرح اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کے بعد عطا فرمائے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی دوست اور عزیز کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اس حکم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ گھر والی تاکید کریں کہ اس گھر میں داخل نہ ہوں اور اگر تم سے کہا جائے کہ اس وقت آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی تو بھی تم، غصے اور ناراضی کے دائیں لوٹ جاؤ۔ اس بات کو قرآن نے "ازکیٰ" یعنی پاکیزہ تر فرمایا ہے۔ یہ دراصل وہ پیش بندی ہے جو پاک باز افراد کو تہمتوں سے بچاتی ہے۔ اس سے دوسروں کے حقوق کی بہت اچھی وضاحت ہوتی ہے اور ان حقوق میں جو (Right of privacy) کہلاتا ہے، قرآن کریم نے نظر بچانے اور سوال پہلے اس حق کی اہمیت اور احترام کو اجاگر کیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ
تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ

ہر قسم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

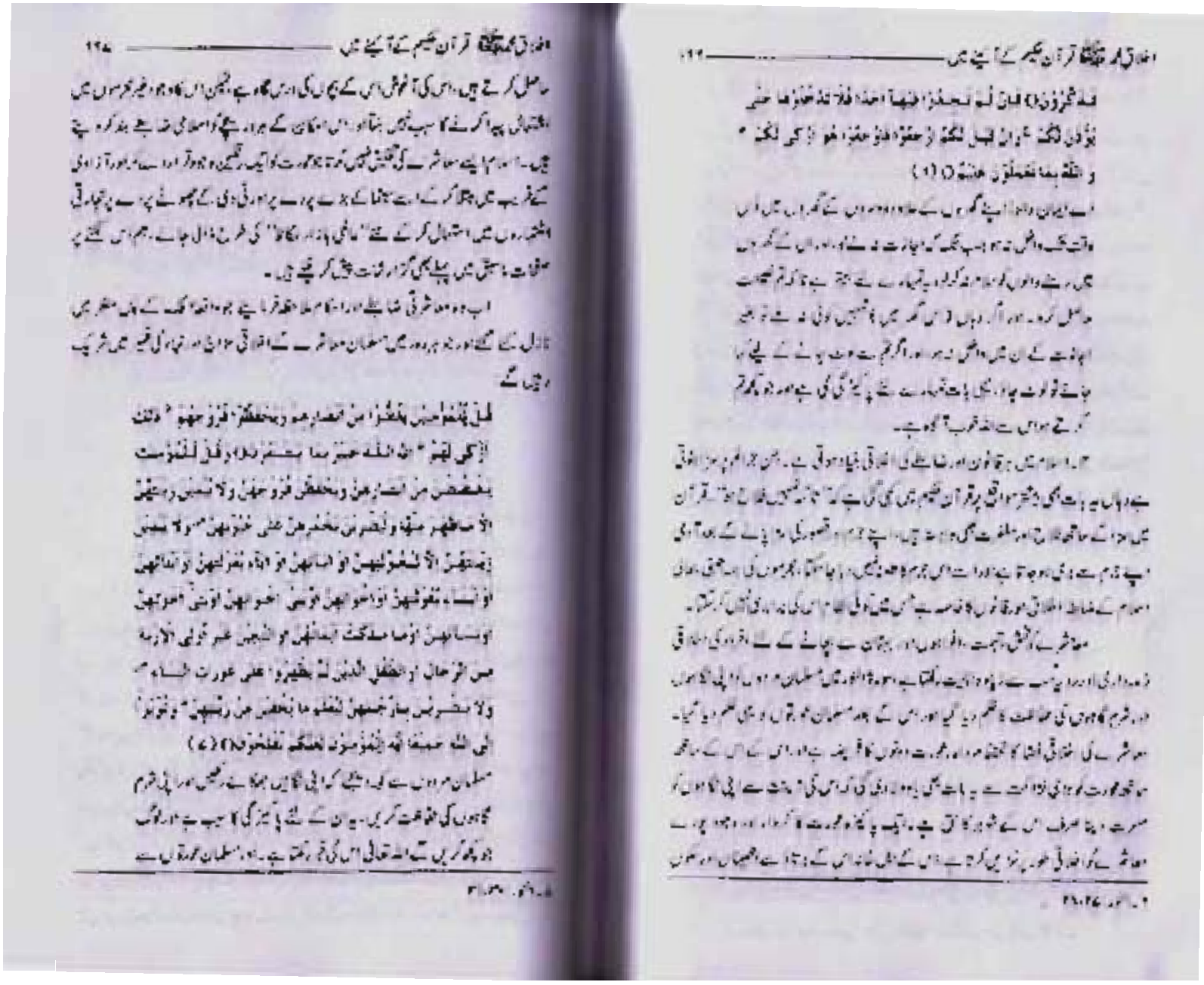

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

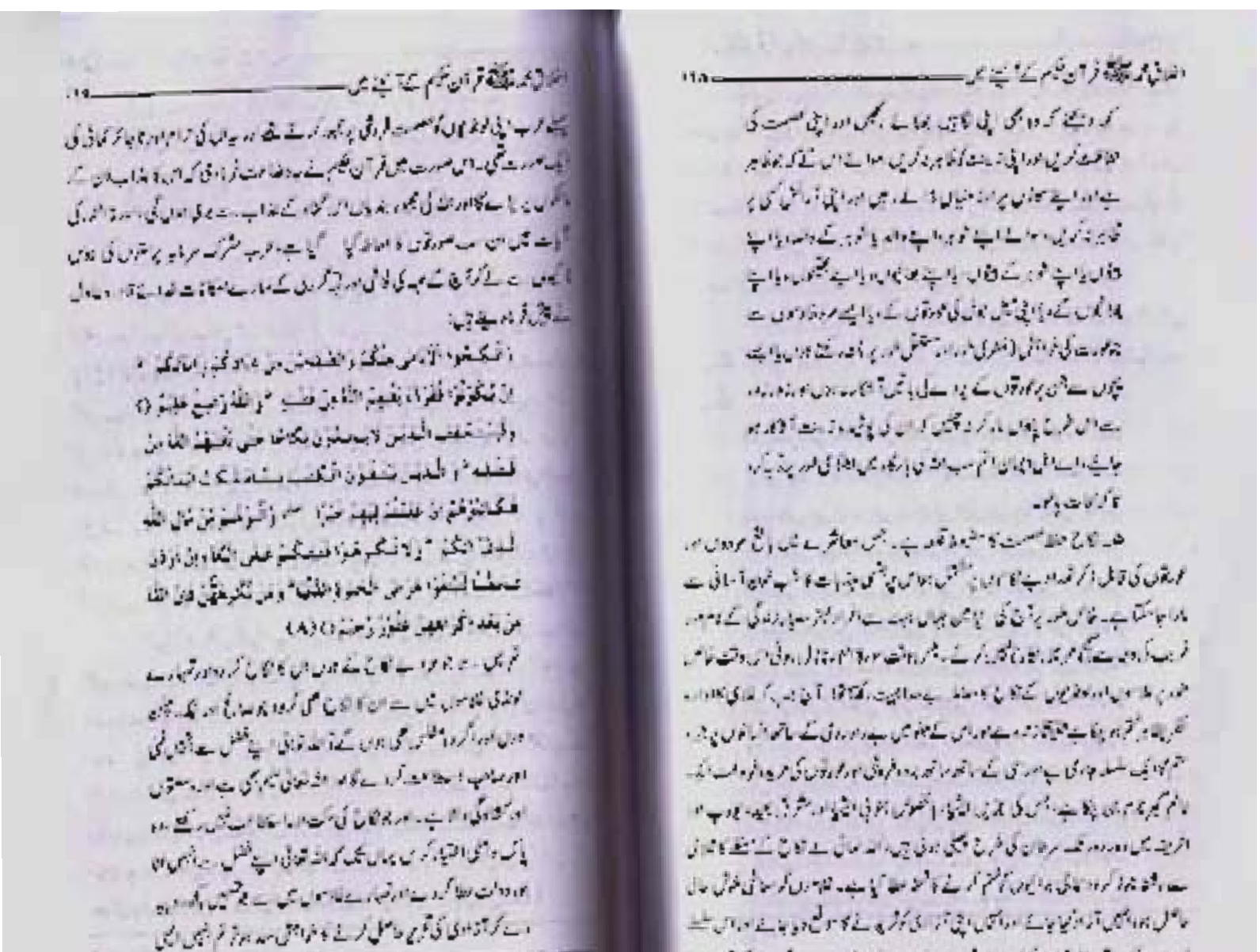

ہر قسم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

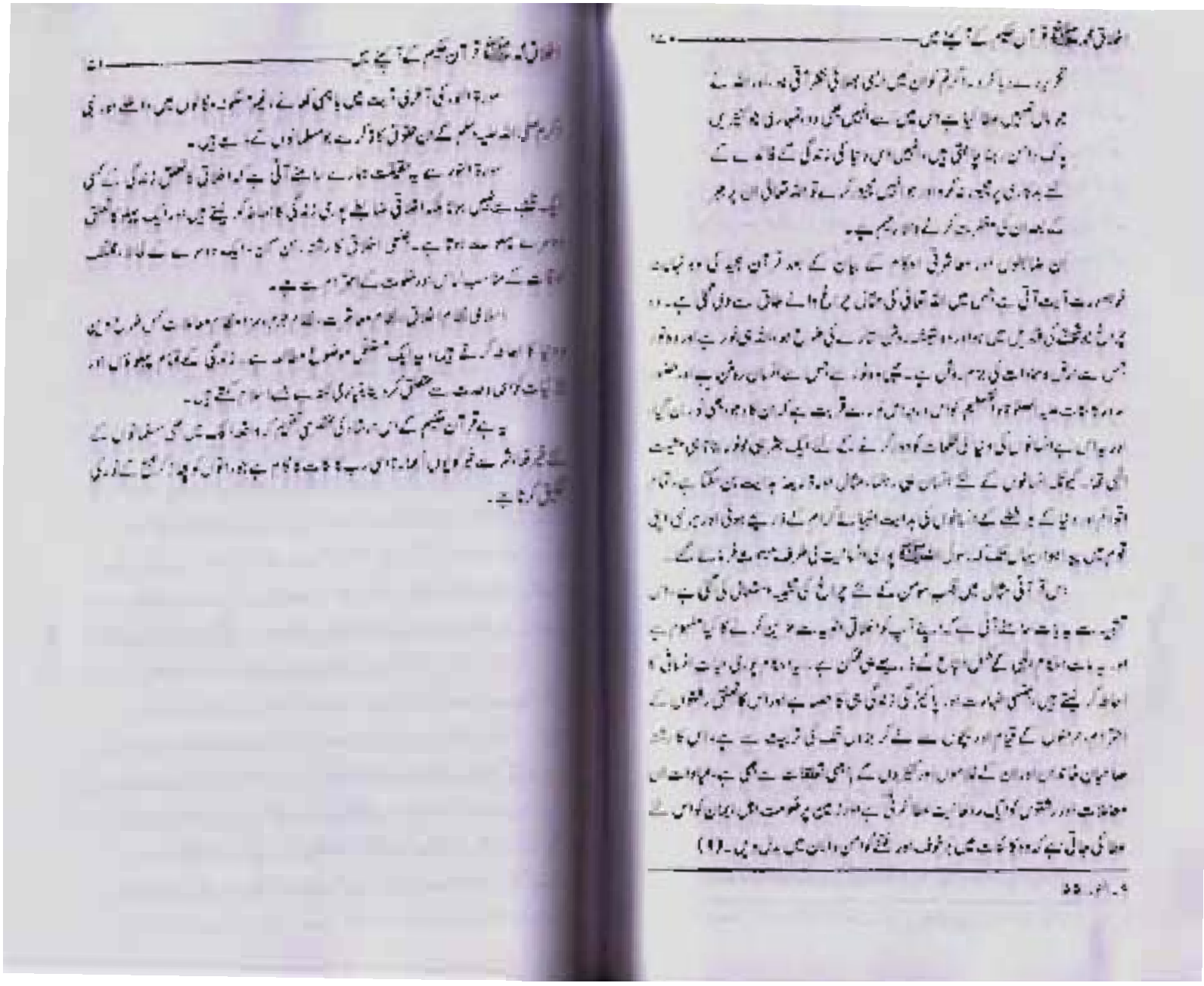

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

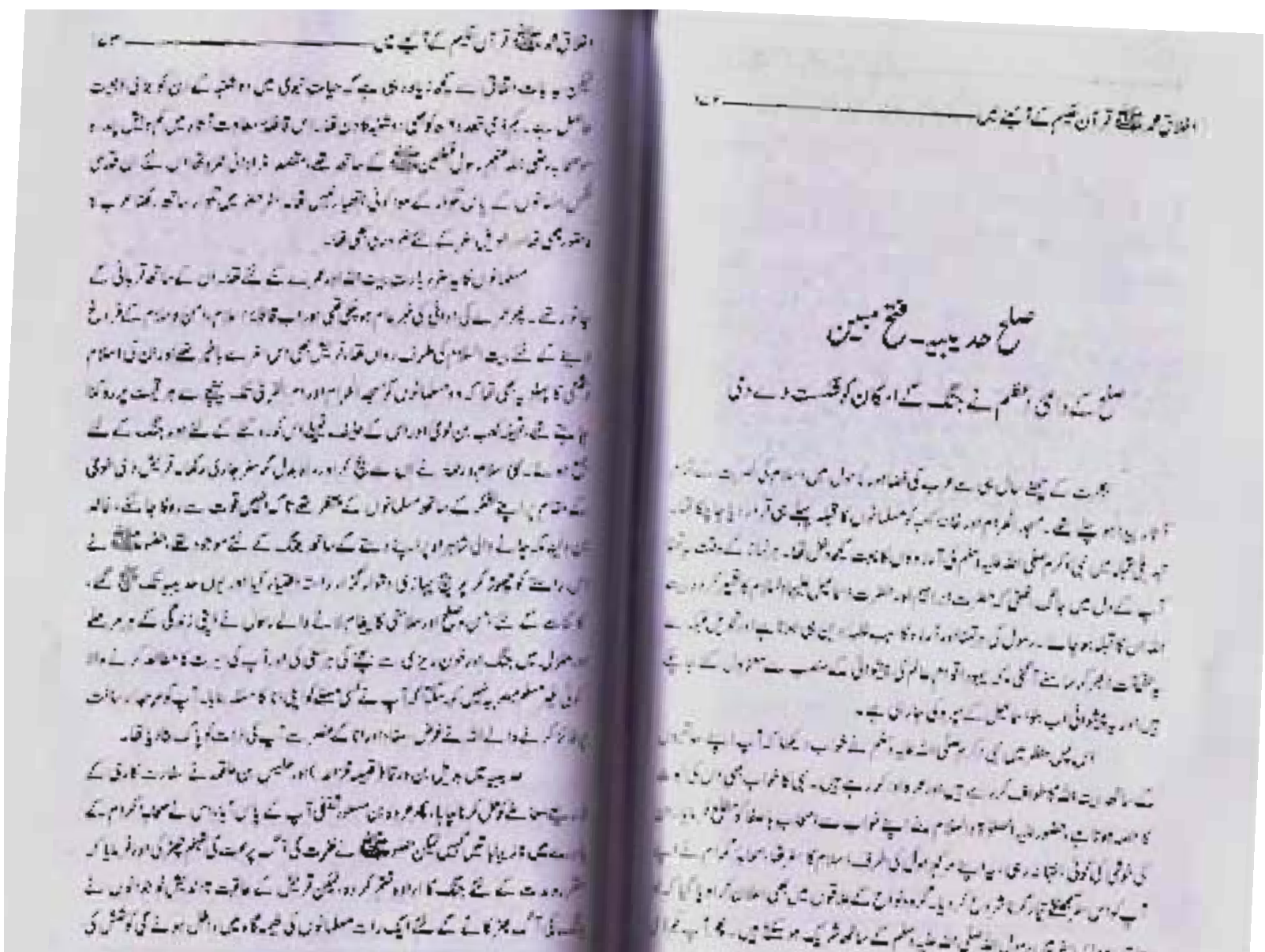

صلح حدیبیہ۔ فتح مبین

صلح کے داعی اعظم نے جنگ کے امکان کو خست دے دی

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

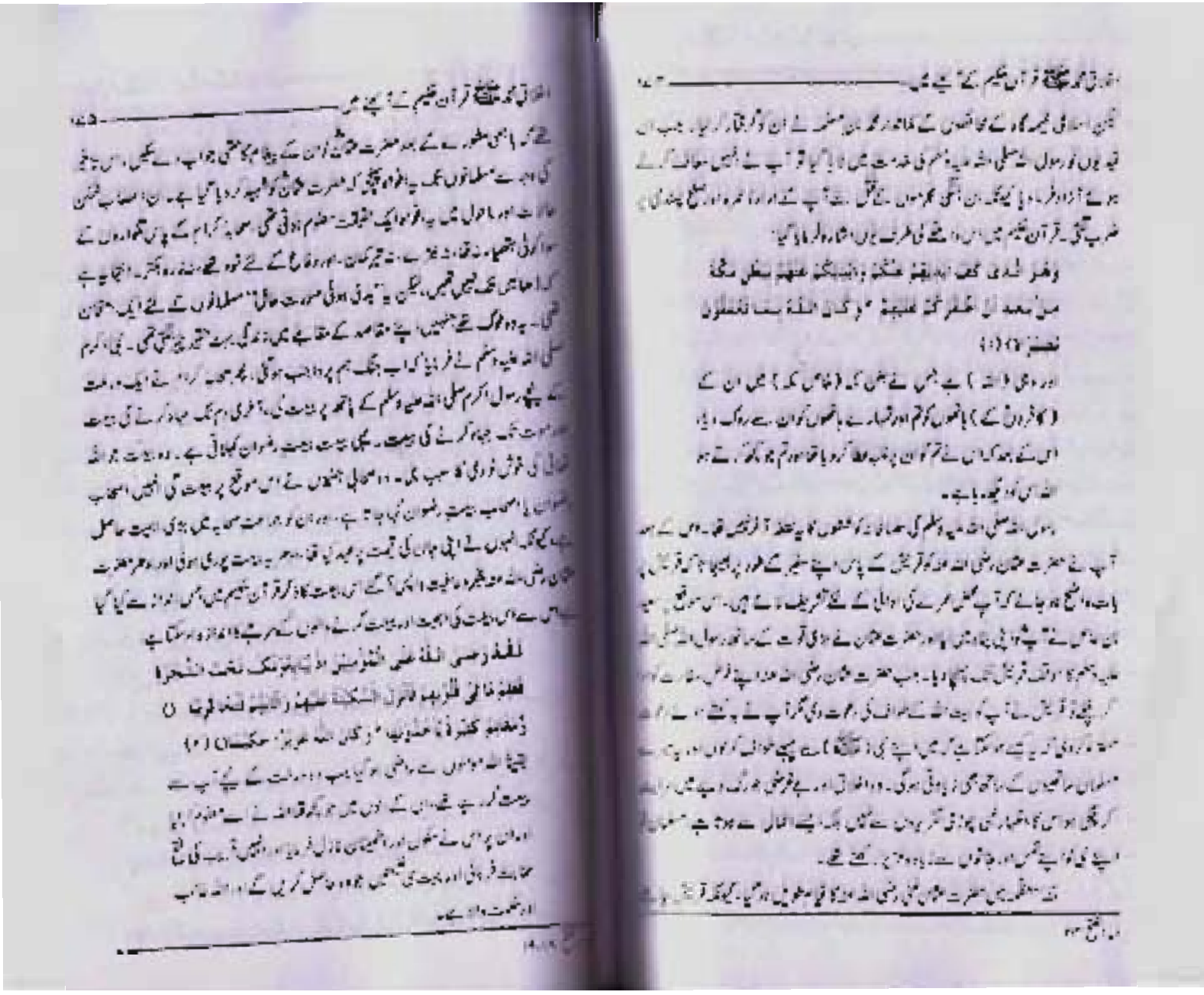

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ہم سورۃ الفتح کا حوالہ صلح نامہ حدیبیہ کے ضمن دے چکے ہیں لیکن سلسلۂ کلام میں
موقع آیا کہ یہ واقعہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ یہ سورۃ صلح حدیبیہ سے واپسی کے وقت نازل ہوئی اور اس نے
صحابہ کرام کے قلوب کو اطمینان عطا فرمایا جو صلح نامہ حدیبیہ کے مندرجات کو سمجھ نہ پائے تھے۔
اس صلح نامے میں پہلی قریش کی فتح نظر آئی تھی۔ رب جلیل نے انہیں بتایا کہ یہ اسلام اور رسول
اللہ ﷺ کی فتح تھی اور وہ بھی فتح مبین۔ اسی کے ساتھ سورۃ الفتح میں قرآن کی حقانیت کو
سمجھایا گیا۔ اس سے مراد خیبر کی فتح تھی اور فتح مبین صلح حدیبیہ کو کہا ہے۔ اسی لئے خیبر کے مال
میں صرف اصحاب بیعت رضوان کو شرکت کی اجازت دی گئی اور اس سفر کے غنیموں میں اس
کے سوا اور کوئی حق دار نہ تھا۔ مستقبل کا امر ماضی کے صیغے میں لایا گیا۔ یہ انجیلی فقرے کے
مانند ہی ایک صورت ہے۔ ہونے والے واقعے کو ماضی کے واقعے کے طور پر بیان کیا گیا۔

آیئے اب صلح نامہ حدیبیہ کی طرف مراجعت کریں، حضرت عثمانؓ کی سفارت کے
نتیجے میں قریش نے کہلوا بھیجا کہ وہ معاہدے صلح کی ترتیب و تکمیل کے لئے آپ کو بلوا بھیجیں۔ کہلوا یہ
بات بھی دی گئی تھی کہ مسلمان اس سال عمرے کے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال آئیں
چاہے تلوار کے زور سے قریشیوں کے سامنے انہیں تلافت نہ اٹھانی پڑے کہ مسلمان ان کی
اجازت کے بغیر بلد امین میں داخل ہو گئے صلح نامے کی شرائط یہ تھیں

۱۔ مسلمان اس سال عمرے کے بغیر واپس جائیں، اگلے سال دو عمرے کے لئے
آئیں۔

۲۔ اگلے دس سال تک دونوں فریق کے مابین جنگ بندی رہے گی اور
احترام کیا جائے۔

۳۔ عرب قبیلوں کو اس بات کی آزادی ہوگی کہ وہ مسلمانوں اور قریش میں
کسی کے بھی حلیف بن جائیں اور اگر حلیف قبیلوں میں سے کسی کے ساتھ زیادتی
جائے تو وہ مسلمانوں یا قریش کے ساتھ زیادتی سمجھی جائے گی۔

۴۔ اس سال کے عمرے میں اگر کوئی مسلمان پناہ لینے کے لئے قریش کے پاس
آئے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے لیکن اگر قریش کا کوئی فرد اپنے مرد سرپرست کی اجا

کے بغیر آپ ﷺ کے پاس آئے گا تو اسے مسلمان واپس بھیج دیا جائے گا۔

اس صلح نامے کی تحریر کے سلسلے میں کاتب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ کے
لکھنے پر اعتراض کیا۔ اس پر آخر الزماں ﷺ نے صلح نامے میں قریش کے اعتراض کے مطابق ترمیم
کر دی۔ اسی طرح ابوجندل کے معاملے میں بھی قریش سے بات چیت کی گئی۔

عمرے سے محرومی کے سبب مسلمان اس بات پر بھی خوش نہ تھے کہ صلح نامے کے
لئے تیار ہو کر قریش نے مسلمانوں کو ہماری طاقت تسلیم کر لیا تھا۔ دس سال تک جنگ بندی کی
دفعہ اور قبائل عرب کو محمد ﷺ اور قریش میں سے کسی ایک کا حلیف بن جانے کی اجازت دفاعیں
کو سماوی ذہانت کو تسلیم کرنے کے مرادف تھی۔ اس دفعہ سے یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ
دوسرے قبیلوں کو مسلمانوں کے حلیف بننے میں دنیاوی منافعات حاصل ہو سکتے تھے۔ اب
مسلمان اپنی قوت بن چکے تھے کہ وہ اپنے حلیفوں کے مفادات کا تحفظ کر سکیں۔ اس صلح نامے
کے بعد جو قبائل مسلمانوں کا حلیف بن گیا یہ قبیلہ جناب عبدالمطلب کے عہد سے ہی ہاشم کا
حلیف تھا۔ یوں اس نے عادت میں کمی آ گئی کہ محمد ﷺ کو ہاشم کا فرد اور قبیلہ خزاعہ کو ان کا حلیف مان لیا۔

صلح نامہ میں دس سال تک جنگ بندی کی دفعہ قریش کا اعتراف شکست تھی۔ اس سے
قبل جنگ کی ابتدا قریش کی طرف سے ہوئی تھی اور جنگ بندی کی دفعہ کے ذریعے انہوں نے
اپنی شکست کا اعتراف کر لیا تھا اور یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ وہ ایک طویل مدت تک جنگ کے
قابل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں مسلمانوں سے عمرے کا وعدہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق کر دی۔ رسول کا خواب تو سچا تھا جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ
فتح مکہ میں ان کا اندازہ صحیح نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے عمرے کو اس کے دین کے لئے
کی طاقت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ سورۃ کا آغاز کاتب نے کیا ہے۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ۚ لتدخلن المسجد
الحرام ان شاء اللہ امنین ۙ محلقین رؤسکم و مقصرین ۙ
لا تخافون ۚ فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره
على الدين كله وكفى بالله شهيدا (۳)

یعنی اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا کہ ان شاء اللہ تم امن و امان
کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہو گے، اپنے سر منڈواتے
ہوئے اور کتراتے ہوئے، بے خوف و خطر بے نیاز ہو کر، اور تم جو نہیں
جانتے وہ اللہ جانتا ہے، پس اس نے اس سے پہلے ایک قریب کی فتح
عنایت کی۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے
ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، اور اللہ (ان
حقائق کی) شہادت کے لئے کافی ہے۔

اس فتح مبین، اس صلح نامے اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے لئے، اور آنے والی
فتوحات کی فتح نامہ اور فتح نامہ کی تخلیق مسلمانوں کی اخلاقی تربیت، ان کے اخلاق الٰہی اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی روحانیت اور قربت سے ہے۔ وہ فتح کا
انتظام الٰہی کتنے پر ہوتا ہے۔ صلح نامہ حدیبیہ کے مطالعہ کو رکھنے کی بجائے مسلمان جس ذہنی
کیفیت سے گزرے تھے اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات، ان کی بیعت اور ان کے اتباع
سے ہوتا ہے۔ فتح اصحاب محمد ﷺ کی ہوئی تھی، کامرانی ان سے تعلق کو نیچے تھی۔ حضور ﷺ کی اخلاقی
تربیت نے انہیں اپنے اہل ایمان ساتھیوں کے لئے رحم کی طرح اعطاء، رزق و اہل میں کام
کے لئے تو اور بنا دیا تھا۔ ان کے کردار و عمل میں اس وقت ان کی خصوصیات موجود تھیں۔ ان کے
چہروں پر سجدوں کے نشانات تھے تورات میں ہمارے اہل ایمان کی صفات کا حاصل نظر آتا تھا

محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء
بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا
سيماهم في وجوههم من أثر السجود ذلك مثلهم في
التوراة ومثلهم في الإنجيل كزرع أخرج شطأه فآزره

(۳) الفتح ۲۸، ۲۷

فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم
الكفار وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة
وأجرا عظيما (۴)

محمد رسول (ﷺ) اور ان کے ساتھی کافروں پر (ان کے کفر کے
سبب) سخت ہیں اور آپس میں رحیم ہیں تم انہیں رکوع کرتے ہوئے
اور سجدہ کرتے ہوئے (اور عبادتوں کے ساتھ ساتھ) انہیں اللہ کے
فضل کی جستجو میں مصروف پاؤ گے، ان کے نشانات ان کے چہروں
پر چمک رہے ہیں، یہ ان کی علامت ہیں ان کی یہ صفت تورات میں
ہے اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس
نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی اور وہ گدرائی اور پھر اپنے
تنے پر کھڑی ہو گئی، یہ کھیتی کاشت کرنے والے (اہل ایمان) کو خوش
کرتی ہے اور کافر غصے میں جلے بھنے جاتے ہیں، ان میں جو ایمان اور نیک
کام کرنے والوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

صحابہ کرام ایک دوسرے کے لئے جس طرح شفیق تھے اس شفقت کا تعلق بھی ان
کے اس قلبی تعلق کی اساس سے تھا جو ایمان کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا۔ پھول پر آنے والی شگفتگی، سرسبزی و
حسن اخلاق اور نرمی ہے جو انسان کے باطن کی طرح اس کے چہرے کے نقوش کو بھی بدل دیتی
ہے اور ان اہل ایمان کو دیکھ کر آدمی گواہی دیتا ہے کہ یہ کسی اور ہی جہان کے لوگ ہیں، ایک
خلق کا نتیجہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام کے یہ نشانات تورات و انجیل میں بیان
کئے جانے ہیں جو ان آسمانی کتابوں میں تحریف کرنے والوں نے گم کر دیئے۔ ایمان اور اہل
ایمان کے لئے کھیتی کی مثال انجیل مقدس میں بھی موجود ہے۔ یہ ایمان میں اضافے کی بات
ایک دائمی تشبیہ ہے۔

(۴) الفتح ۲۹

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

فتح خیبر، حدیبیہ کی تکمیل

جیسا کہ سورۃ فتح کی ابتدا میں بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ فتح میں جو "فتح مبین" کی پیشین گوئی کی گئی ہے وہ خیبر کی فتح ہے اور اس غزوے میں صرف اصحاب بیعت رضوان کو شرکت کی اجازت دی گئی تھی۔

صلح حدیبیہ کے بعد قریش کی طرف سے پہلی قدمی اور بدعہدی کا کوئی امکان نہیں رہ گیا تھا، لیکن یہودیوں کی سازشوں کے واقعات تھے اور ان کی گزشتہ تاریخ اس پر گواہ تھی۔ خیبر کی یہودی ایسی بستی تھی جو مدینہ سے بہت دور نہیں تھی۔ وہ صدیوں سے یہی کام کرتے چلے آ رہے تھے۔ مسلمانوں کی فتح یہاں تک پہنچاتے رہتے تھے۔ یہی خیبر والے تھے جنھوں نے غزوہ احزاب کے موقع پر مشرکوں کے گروہوں کو متحد کیا تھا اور انھیں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسایا تھا۔ اب مدینے کی اسلامی ریاست کو ان کی سازشوں سے بچانے کے لیے ضروری تھا کہ خیبر کی فتح کی جائے۔ حدیبیہ سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کا مہینہ مدینہ میں گزارا اور محرم کے شروع میں خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے ہجرت کے پہلے ہی سال سے مدینہ کی آزادی کی قیمت پر اپنی زندگی کی بقا کی جدوجہد کی تھی۔ اب نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر کے لیے اپنے تقریباً پندرہ سو اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے تو وہ لوگ بھی شریک ہونے کے لیے بے تابی کا اظہار کرنے لگے جو حدیبیہ کے لیے روانہ ہونے سے کترا رہے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے تمام تر نفاق و ایمان کی کمزوریوں کے باوجود اس زبانی دعوے سے آگاہ تھے کہ وعدہ تھا اللہ

فضلہ کثیرۃ (۱۱) اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے، یہ پیچھے رہ جانے والے "دیہاتی جہاد سے مرتد اور خیبر جانے کے لیے تیار تھے تاکہ غنیمت میں حصہ دار بننے کے لیے تیار ہو جائیں" ان لوگوں کے لیے اللہ علیہ وسلم نے حکم بھیج دیا تھا کہ ان لوگوں کو ساتھ نہ لیں۔

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا ذرونا نتبعکم یریدون ان یبدلوا کلم اللہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لایفقھون الا قلیلا (۱۲)

جب تم مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جانے لگو گے تو پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ ان سے کہو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکا ہے۔ یہ (منافقین) کہیں گے کہ تم لوگ ہم سے حسد کر رہے ہو۔ یہ لوگ حقیقت اور سچی بات کو کم سمجھتے ہیں۔

زمانے کا خالق یوں حق تعالیٰ کا حکم سنانے کے لیے، جس سوال کو اہم قرار دے رہا ہے، اس سے آنے والے واقعے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جن صحابہ کو روانہ کیا گیا، ان میں سے بعض کی ذہنیت کا اندازہ لگا لیا گیا۔ اس لیے ان کی ذہنیت کا اندازہ لگا لیا گیا۔ اول سے آخر تک ان کی ذہنیت کا اندازہ لگا لیا گیا۔ انہوں نے [illegible] کہا تھا "ہم تم سے [illegible] کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ ایک طرف تو منافقوں نے [illegible] دوسری طرف وہ خیبر کے یہودیوں کی سازشوں میں [illegible] لگے۔ اب اللہ نے اپنے خیبر والوں کو [illegible] کے ساتھ بھیجا۔ وہ ساتھی جن کی ذہنیت کا اندازہ لگا لیا گیا۔ وہ ساتھی جن کی ذہنیت کا اندازہ لگا لیا گیا۔ [illegible] کے لیے تیار ہو گئے۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں۔

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی قیامت ہی نہیں تیسری طرف بڑھ رہی ہے۔

یہودیوں نے اس اعلان کے بعد عیسائی قبائل کے ساتھ اپنے تعلقات بھی ختم کر لیے۔ وہاں کے حلیف اور مسلمانوں کے ہمسائے تھے۔ لیکن پوری کوشش کی گئی کہ مسلمانوں پر غیر ملکی حملہ میں غیر کی آڑ لی جائے اور ان کو دی جائے جو مسلمانوں والے غیر کے لئے تھے ہے لئے جس لیے حالات پیدا ہو گئے کہ ان کو اپنی ہی مسلمانوں کے حملے کا یقین ہو گیا اور وہ غیر جانبدار رہنے سے رک گئے۔ واقعہ احد کی تباہی کا غم اور بھی گہرا ہو گیا۔

اہل ایمان کو یہ سوال ستا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی کمزوری تھی جس کی وجہ سے احد کے وقت تیر کے زخم میں مبتلا کیا۔ اس وقت کو وحی الٰہی کے ذریعہ بھی رات کو کسی تسلی نہ دی گئی کہ آپ کا مقام اللہ کے ہاں کیا ہے۔ زندگی کا پورا پروگرام اور مقصد اخلاق ہے۔ کہ اللہ نے راحت اور سکون کے لئے بنائی ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقام پر مختلف سیاق و سباق میں یہ بات فرمائی گئی ہے۔

فالق الإصباح وجعل الليل سكنا والشمس والقمر
حسبانا ذلك تقدير العزيز العليم (۳)

وہ صبح کو نمودار کرنے والا ہے اور اس نے رات کو
آرام اور راحت کے لئے بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے
ہے اور حساب کے لئے بنایا ہے۔ یہ اندازہ علم والے اللہ کی تقدیر کی
بات ہے۔

هو الذي جعل لكم الليل لتسكنوا فيه والنهار مبصرا إن في
ذلك لآيات لقوم يسمعون (۴)

وہی ہے جس نے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن تمہارے
دیکھنے بھالنے (اور کام) کے لئے بنایا۔ یقیناً اس بات میں سننے

۳۔ الانعام ۹۶
۴۔ یونس ۶۷

والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

جس ذات گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیات نازل ہوئیں اس نے دن اور رات کی حکمت دیکھی اور رات کے سکون کو اور سکون جان لیا تھا۔ پھر وہ رسول کس طرح رات کے سکون اور راحت کو رنگ کے بھگانے میں لگا تھا۔ اور رات کے اس اہتمام اور بخشش کو بات کے حساب سے آزمایا ہے۔ رات کی راحت اور اس کی دیگر بھال، اور اس کی اطاعت (صبح) سے ہم رشتہ ہے۔

اگلی صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، غیر کی طرف فوج قتل فرمائی اور غیر کی فوج نکلنے آنے تھی تو آپ نے دعا فرمائی اور اس دعا میں یہ الفاظ بھی تھے

اللھم بک اصول وبک احول وبک اقاتل (۵)

اے اللہ تیرے ہی نام سے میں حملہ کی قوت لیتا ہوں اور اس حملہ کے
لئے تیری ہی قوت اور طاقت کا سہارا لیتا ہوں۔

یہ دعا کرنے صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو بیان کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ ہر کام کو اللہ کی طرف سے جانتے ہیں اور اس کام کے لئے اللہ سے ہی قوت اور طاقت کی التجا کرتا ہے۔ یہ کیسا فرمان ہے جو اس خلق کے لئے دنیا کے لئے نمونہ ہے جس کو پیش کرنے آیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی تعریف اور توصیف اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اور اس کے لئے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے کی قیادت میں ہر حکم پر سر جھکا دیا۔ اس کے تابع کر لیے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے تبلیغ کے ذریعے جو کامیابی حاصل کی۔ اس علاقے کے قبیلوں نے جوق کے پاس وفود بھیجنے شروع کر دیئے۔ اس عام رجحان کے بعد قبیلہ کے سب لوگ اسلام لے آئے اور وفد آپ کے اس رویہ سے بہت متاثر ہوا۔ انہوں نے اپنی عمل بھی اور اخلاق دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے علاقہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ یہ اخلاق آپ کی زندگی میں جاری رہا اور صبح کی شعاعوں کی طرح پھیل گئیں۔ یہ وہ لوگوں کی جان آخر تک رہے گی۔ اس کے بعد یہ اخلاق کو بھی نہیں ہو جائے گا۔ اور یہ اخلاق ہی ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں۔

۵۔ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۰

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دیں گے جو صرف اتنا سامان اپنے ساتھ لے جا سکیں گے جو ان کی سواریوں پر آ سکیں۔ چنانچہ وہ خیبر سے جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضافت فرما دی کہ اگر یہود نے مجھ کو یا کسی سے ہوا چاندی لے جانے کی کوشش کی تو ذمہ اور رسول اس قرارداد صلح سے بری الذمہ ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فراخ صبح ہاشمی میں ہوئی کہ آپ نے عہد شکنیوں اور سازشوں کے باوجود یہود کو امان دے دی اور خیبر کے بعد فدک نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور صلح کی درخواست کی۔ فدک کے رئیس یوشع بن نون نے اپنی آدھی زمین اور آدھی آمدنی کے عوض اپنی جان بخشی کرا لی۔ فدک کے بعد وادی القریٰ کے یہودیوں نے بھی اسی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے۔ تیما کے یہودیوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔ خیبر کے یہودی بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے کے بعد صلح کے خواستگار ہوئے۔ صلح خیبر کے مطابق یہود کو اختیار دیا گیا کہ وہ خیبر کی زمین اور باغات پر کاشت کاری کے فرائض انجام دیتے رہیں اور پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیتے رہیں۔ اس طرح یہود کی جلاوطنی کا حکم منسوخ ہو گیا۔ خیبر کے یہودی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پانے والی شرائط کے مطابق یہود کی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ملتا رہا۔ خیبر کے یہودی بھی مدینہ کے یہودیوں کی طرح مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر سے بھی جلاوطن کر دیا۔ خیبر کے یہودی شام کے علاقہ اریحا میں جا کر آباد ہوئے۔ عرب کے مسلمان بھی اسلام کی تبلیغ کے لئے وہاں گئے۔ جنگ کے ہر امکان کو ختم کرنے کے لئے عہد شکن یہود سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لی گئی۔

یہود کی سرکوبی صلح حدیبیہ کی تکمیل

اللہ پر توکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی اساس تھا۔ خیبر والوں کے پاس دس ہزار فوجی جوان موجود تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں صرف اصحاب بیعت رضوان کو خیبر پر حملہ کرتے ہوئے اپنے ساتھ لیا اور ان کی تعداد اور ان کے ہتھیاروں کے اعتبار سے کوئی قوت نہ سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فتح اور اسلام کی سربلندی کا وعدہ فرما چکا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مسلمانوں نے دو ہزار اور اصحاب اپنی طاقت سے کر صلح حدیبیہ اور فتح خیبر تک کے دوران مراحل طے کرتے ہوئے اپنے دین کی راہوں کو اپنائے رکھا اور یہ نیکیاں اللہ کی کبریائی کے اعلان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت تھیں۔ اصحاب کرام کی زندگی کا ہر لمحہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی عملی شہادت سے عبارت تھا۔ یہ دونوں شہادتیں اور اصل ایمان کی شہادت ہیں اور ان شہادتوں نے رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ ہر لمحہ اپنے کردار اور عمل کی اصلاح کی کوشش کریں۔

حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح

خیبر کی فتح کے بعد اب اس دعوت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ تاریخ کا یہ اور افواج کا عوامی کا براہ راست اسلام کے مرکز پر حملہ تھا۔ خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد کی بڑی طاقتوں اور دوسری بڑی ریاستوں کے سربراہوں کو افواج کے نظام

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کو اپنانے کی دعوت دینے کا آغاز فرمایا۔ آپ کی رسالت اپنی تکمیل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آپ کو مبعوث فرمانے والے نے آپ کی زبان سے یہ اعلان کرایا تھا

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصد دعوت و موعظت کے ساتھ ساتھ ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کرنا بھی تھا۔ اس پاکیزہ معاشرے کی تشکیل کے لئے آپ کو اخلاقی اساس فراہم کرنا ضروری تھا۔

غزوۂ بنی المصطلق کے ساتھ ایک ایسا واقعہ بھی وابستہ ہے جو بظاہر صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی برتری اور عظمت کو آپ کی بے غرضی کی بے مثال مثال ہے۔ غلام مسلم کی روایت کے مطابق حضرت عائشہ نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ اس غزوہ میں انہوں نے بھی شرکت کی تھی۔ اس کو مخصوص نہ جانتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا۔ اس نے پہلے یہ معلوم کیا کہ آپ کو دنبے کا گوشت زیادہ مرغوب ہے۔ جب اسے یہ بات معلوم ہو گئی کہ دست کا گوشت آپ زیادہ رغبت سے نوش فرماتے ہیں تو اس نے کسی کے دست کی زیادہ مقدار میں جذب کر دیا۔ آپ نے دست کے گوشت کا ایک لقمہ اور کسی کے شکم کا ایک لقمہ نوش فرمایا۔ گوشت کے اس ٹکڑے نے اپنے زیادہ حقدار ہونے کی اطلاع آپ کو دے دی۔ تب سے جب بھی گوشت کی دعوت کی گئی تو اس نے آگے کر دیا اور شریک ہونے کی جگہ بنا لی۔

اس نے سوچا کہ آپ اگر اللہ کے نبی ہیں تو اللہ آپ کو خبر دے دے گا۔ یہ اپنے اطمینان قلب کے لئے تھا۔

یہ عورت مخلص تھی مگر آپ نے اسے قبول کرتے ہوئے اسے معاف فرما دیا۔

بعض روایات کے مطابق اسے قتل کی سزا دی گئی مگر آپ کو زہر دینے پر نہیں بلکہ حضرت بشیر بن براء نے اس کے گوشت کا ایک لقمہ کھایا تھا اور اس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ تب اسے ان کی موت کی وجہ سے یہ سزا دی گئی۔

۱۔ الاعراف ۱۵۸

دعوت۔ حکمت اور موعظت کے ساتھ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح حدیبیہ کے بعد ہی سے بادشاہوں اور رؤسا کے نام خطوط ارسال فرمانے شروع کر دیئے تھے۔ یہ خطوط مدینہ کی اسلامی ریاست کے سربراہ کی جانب سے ان حکمرانوں کو بھیجے گئے جن کے علاقے اسلامی ریاست سے قریب تر تھے۔ اس عرصہ کو سربراہی حیثیت مستحکم کرنے کے لئے آپ نے ایک اکثریتی رائے جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ الفاظ تین سطروں میں نقش کئے گئے تھے۔ پہلی اور اگلی سطر میں محمد اور درمیانی سطر میں رسول اور تیسری اکثریت سب سے اوپر والی سطر میں تھا۔ انگوٹھی سے لئے پہلی سطر میں اللہ۔ محمد کا لفظ آپ کی ذات اور شخصیت کا اظہار کرتا ہے اور رسول کا لفظ آپ کے مرتبے کا اعلان کرتا تھا اور اس کے بعد والے لفظ اللہ کی ذات کو پیش کرتا ہے جس نے آپ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔ یہ مہر جس ریاست کی نمائندگی کرتی تھی وہ ریاست مدینہ تھی۔

اس مہر کو بنانے میں جو باریکی اور مہارت ملحوظ رکھی گئی تھی اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خطوط جو صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دور کی مختلف ریاستوں کے آداب اور طور طریقوں کے اندر رہتے ہوئے لکھ رہے تھے۔ ان خطوط کو جن لوگوں نے وصول کیا ان کے سمجھنے کے لئے ان پر مہر ثبت ہوتی۔ ان خطوط کو حکمرانوں تک پہنچانے کے لئے جن صحابہ کرام کا انتخاب کیا گیا وہ علم و فہم اور عمل میں ممتاز تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کے لئے بھی تربیت کا جو خاص انتظام کیا تھا اس کے بغیر وہ ان علاقوں میں جا کر اس کی روایات، تہذیب اور طرز معاشرت سے واقف ہو۔ اس بات کو بھی اہمیت دی گئی کہ قاصد خوش خلق اور خوش گفتار ہو۔ اس کی

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

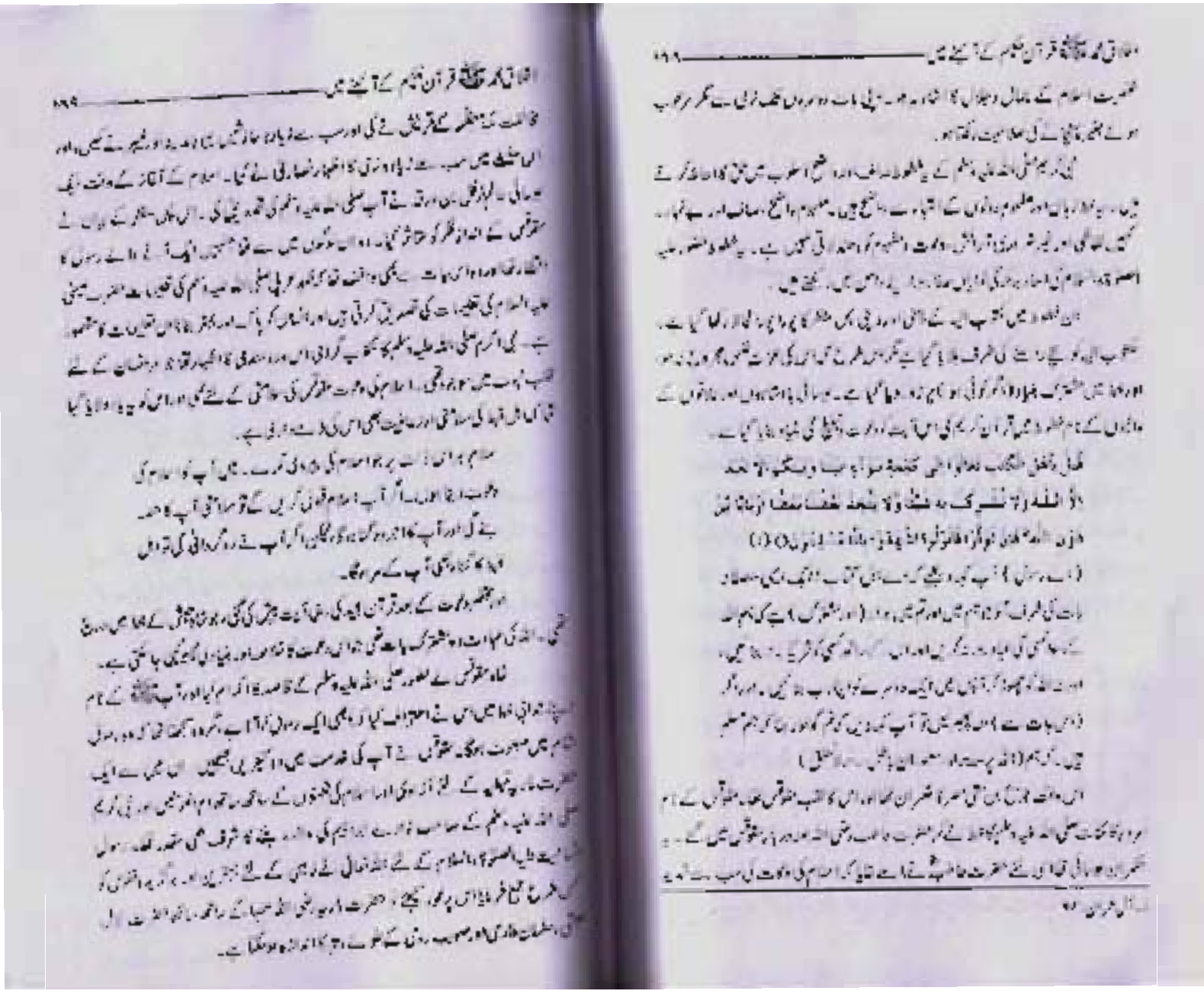

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

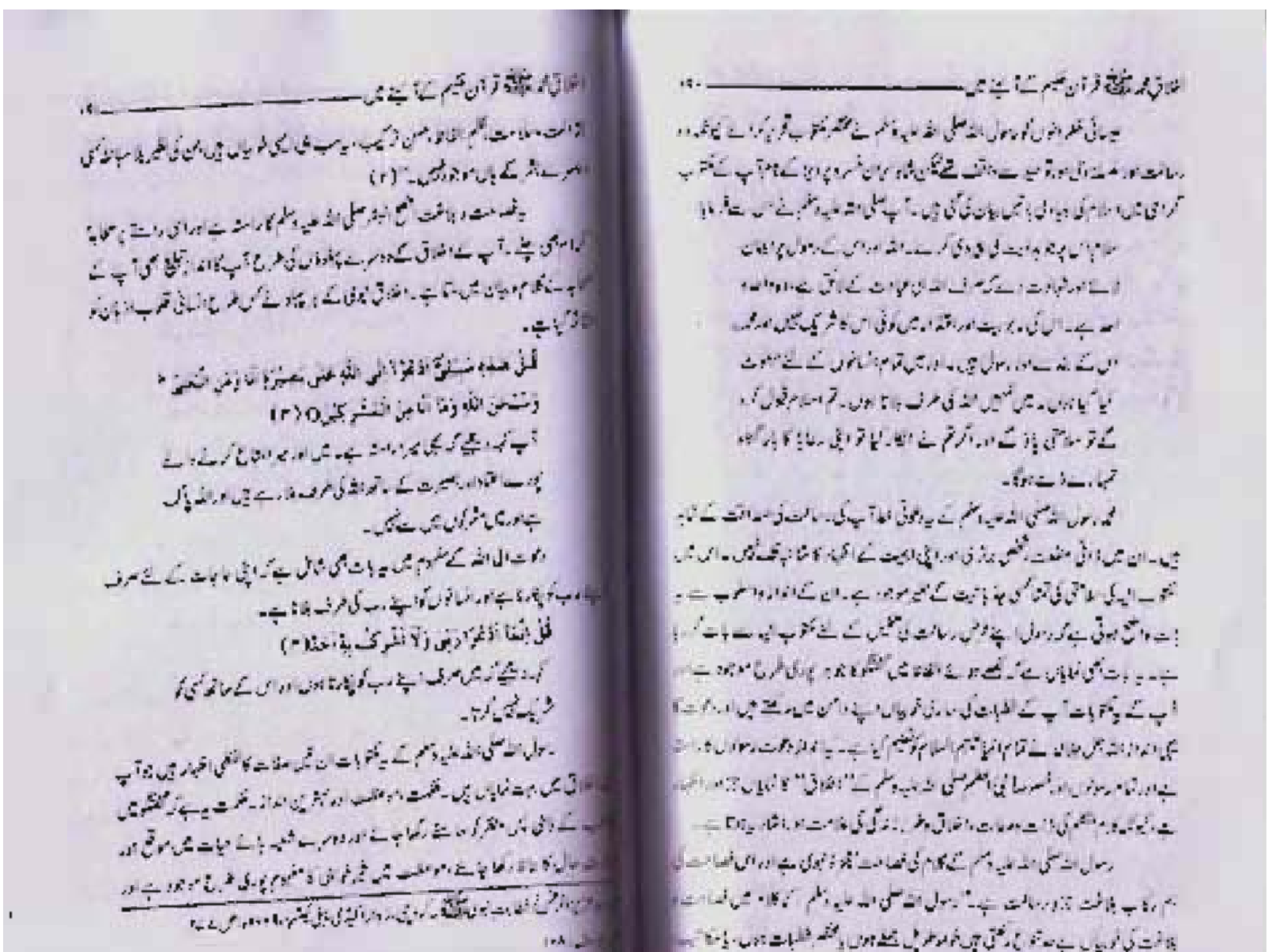

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

بہترین موعظہ میں عمل یا مجادلہ بالتی ہی احسن کی تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو نبی محترم جناب اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت درجے کی حکمت کے ساتھ اپنایا اور آپ کے کلمات اس کے شاہد ہیں۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین (۱۶/۱۲۵)

اپنے رب کے راستے کی طرف انسانوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔ یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں سے خوب واقف ہے اور راہ پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

مدینہ منورہ کا معاشرہ

اسلامی اجتماعی اخلاق کا منظر نامہ

[illegible] کی اس کہانی میں مدینہ منورہ کے معاشرے سے آپ نے وہ اخلاقی تعلیمات روبہ عمل لائی ہیں جو فرد کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مدینہ منورہ کے معاشرے کی بنیاد ان اخلاقی اقدار پر رکھی گئی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا کیں اور جنہیں نبی اکرم ﷺ نے زندہ و متحرک کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی قوت اخلاق سے ان کو اخلاق الٰہی کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کے تین ستون تھے

کتاب، ایمان اور عمل۔

قرآن حکیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ علم عطا فرمایا جو ان کے لئے زندگی کے اصول اور قوانین مہیا کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خود ایک میزان تھی۔ جس میں عدل، انصاف، توازن اور اعتدال کی پیمائش ہوتی ہے۔ مدینے کے معاشرے میں عدل و انصاف اس طرح قائم کیا گیا۔ یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کائنات عدل اور قسط کے ساتھ قائم فرمائی ہے۔ اسلام میں انصاف اور عدل کی بنیادوں پر قائم ہے۔ مدینہ عدل معاشرے میں انسانی زندگی کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور انفرادی اور خاندانی زندگی میں بھی یہی عدل توازن برقرار رکھتا ہے۔

ایمان سے مراد وہ قوت ہے جو معاشرے کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ قوت منفی اور

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

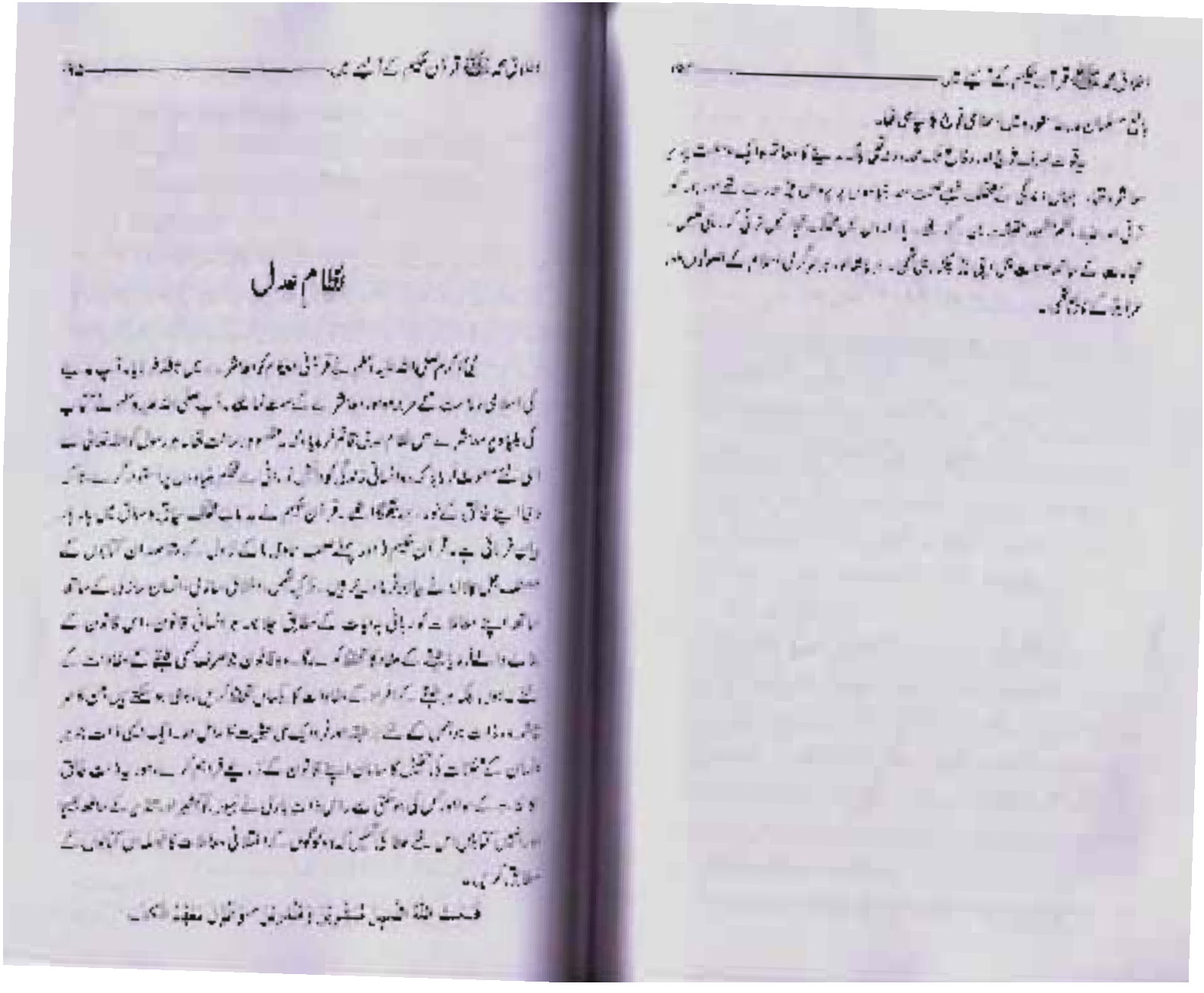

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

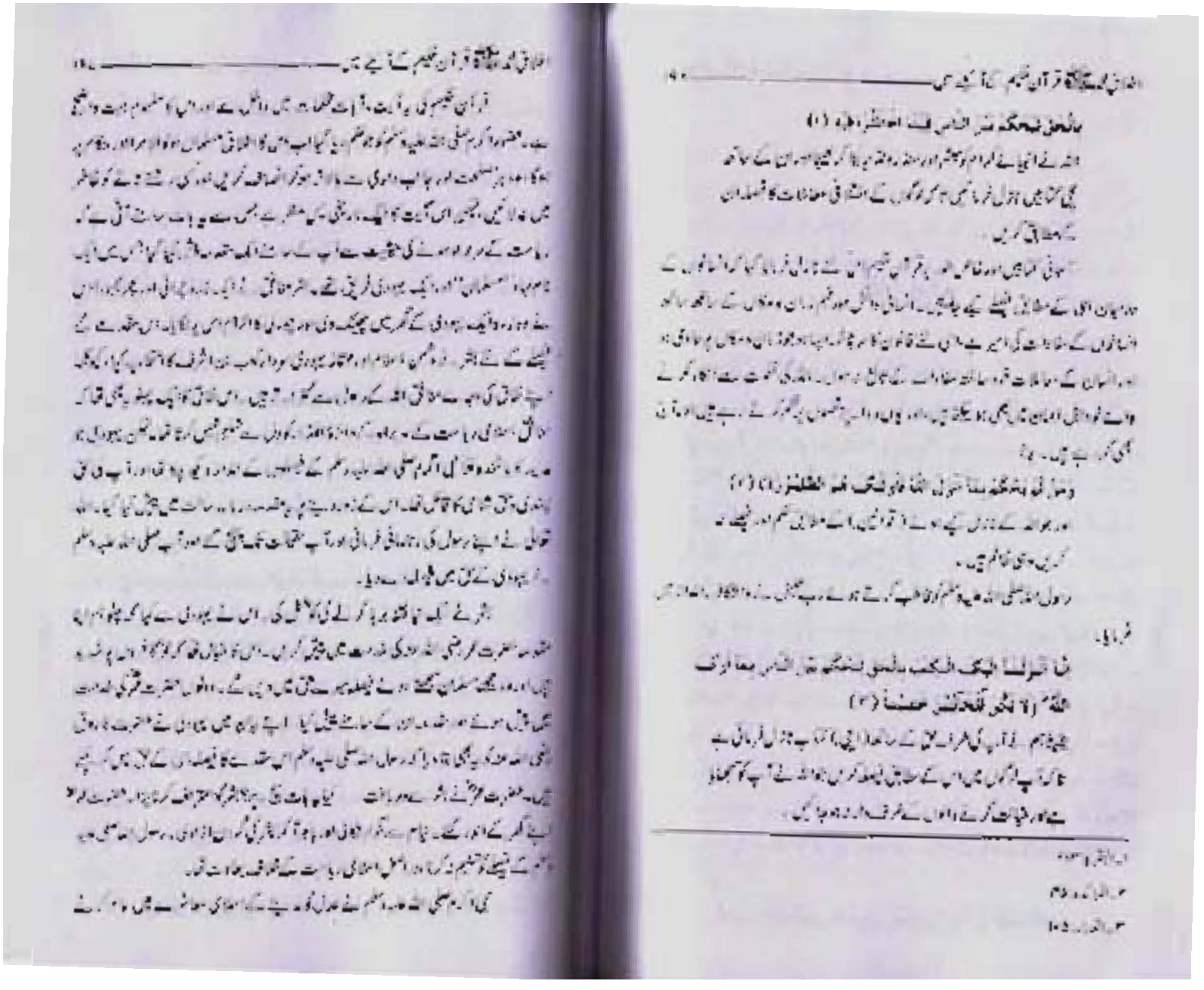

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

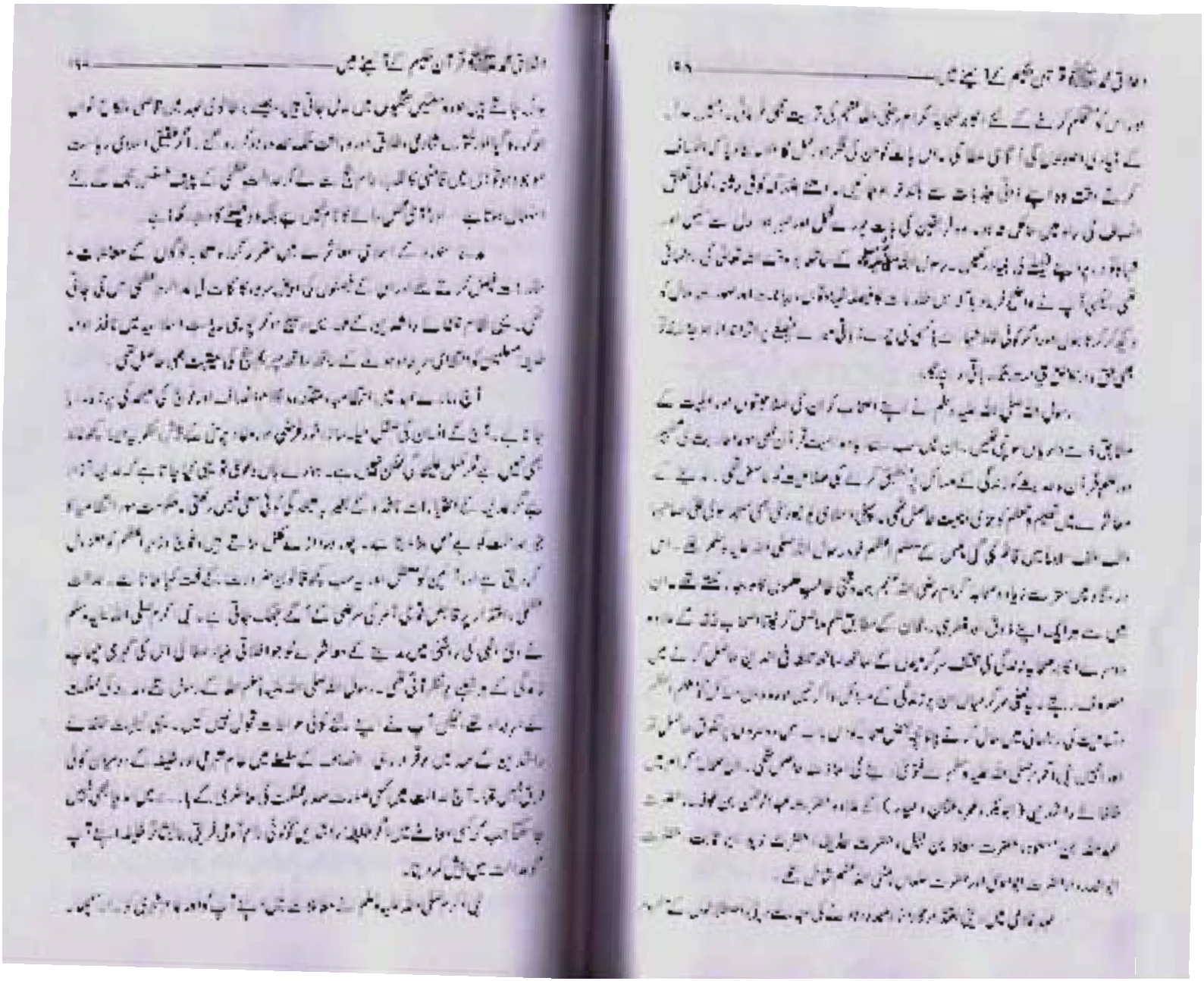

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

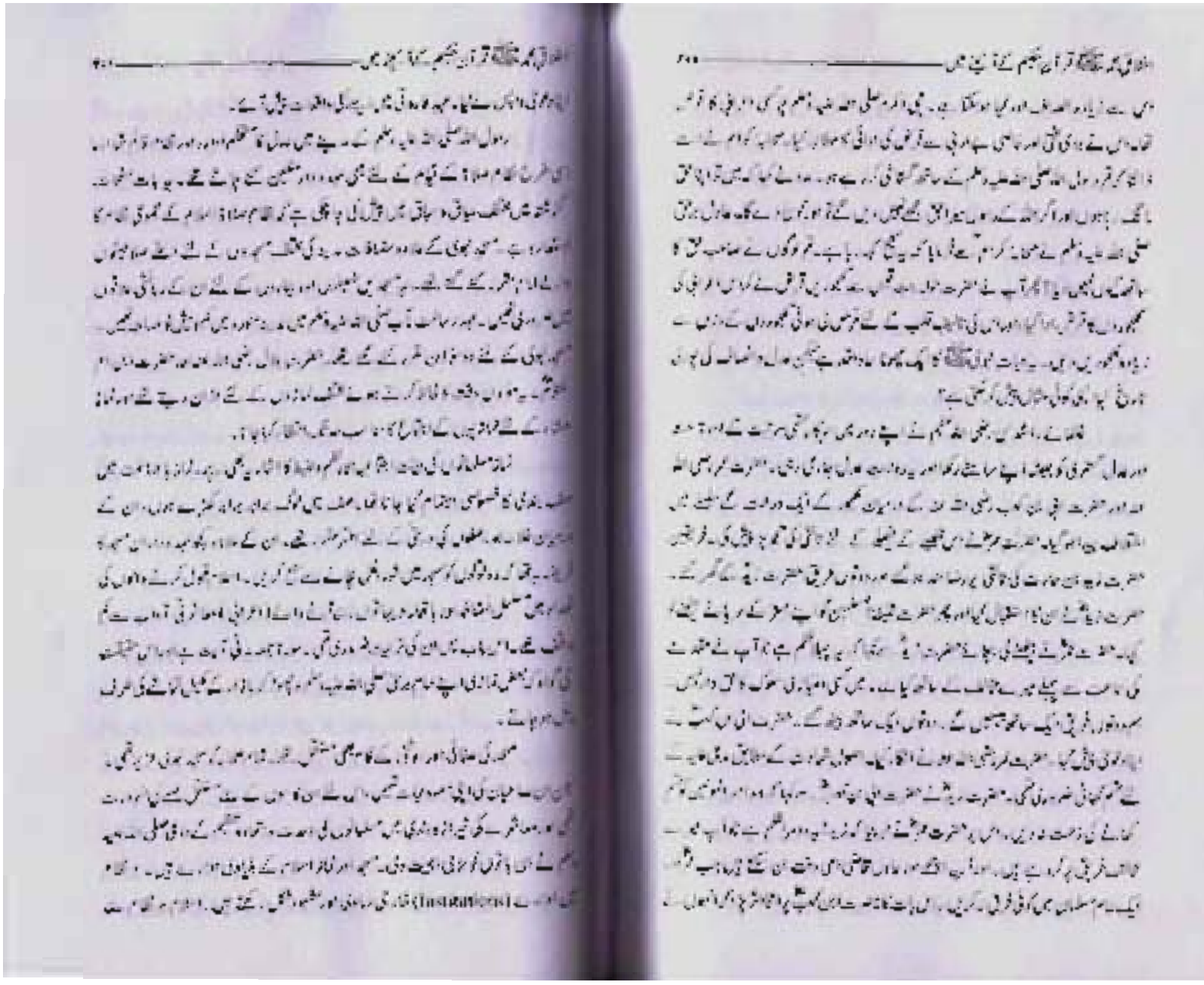

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

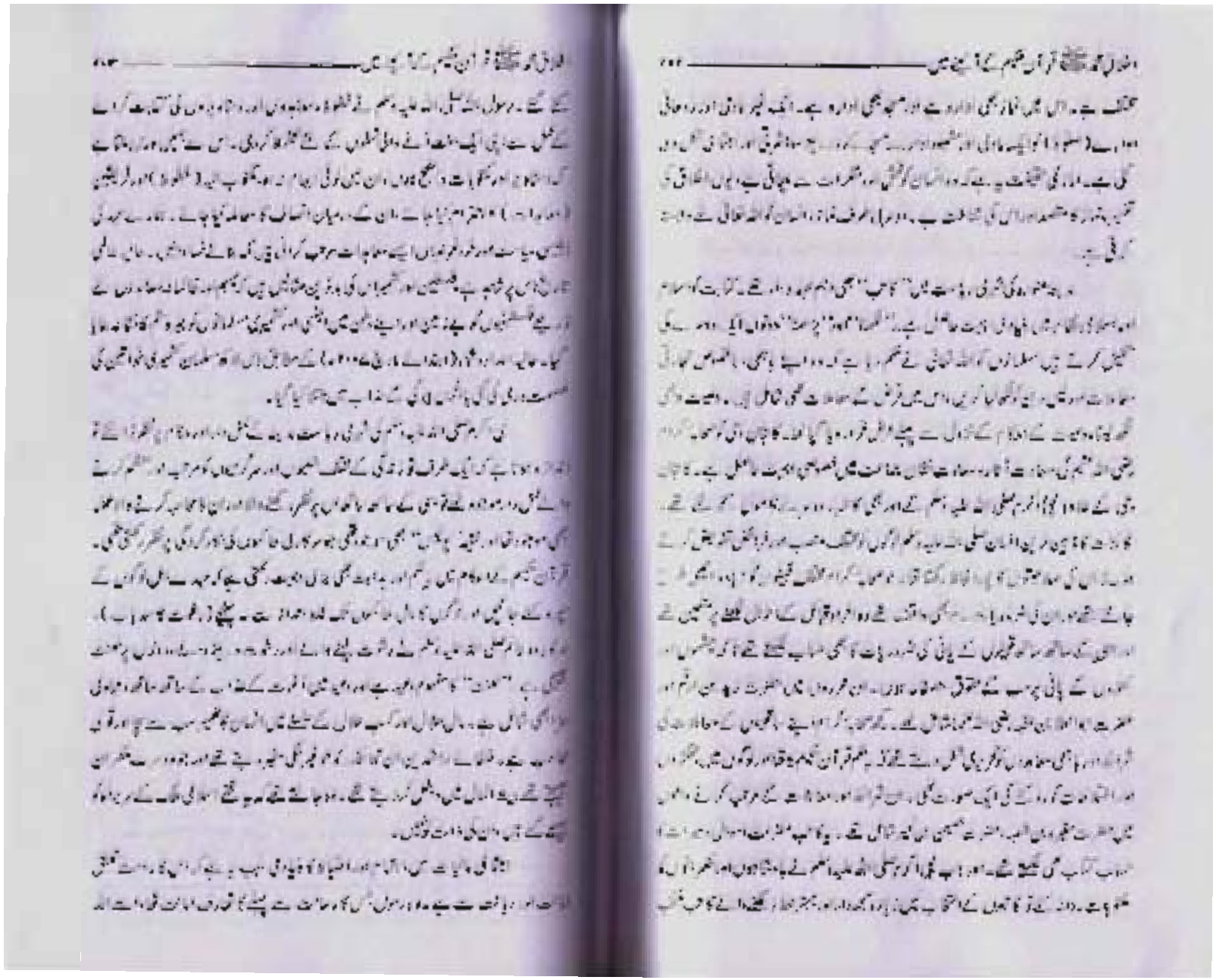

ہزاروں مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

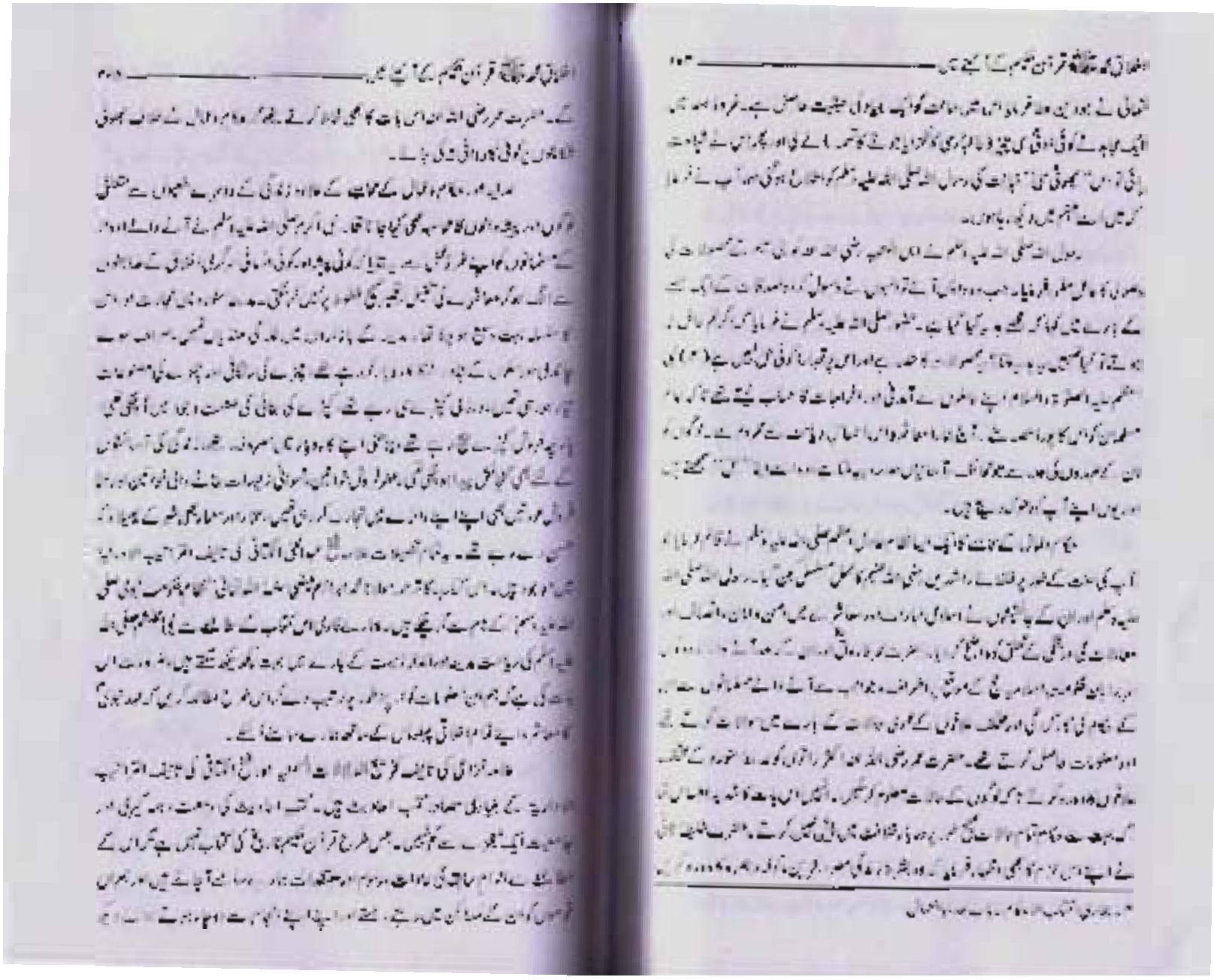

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

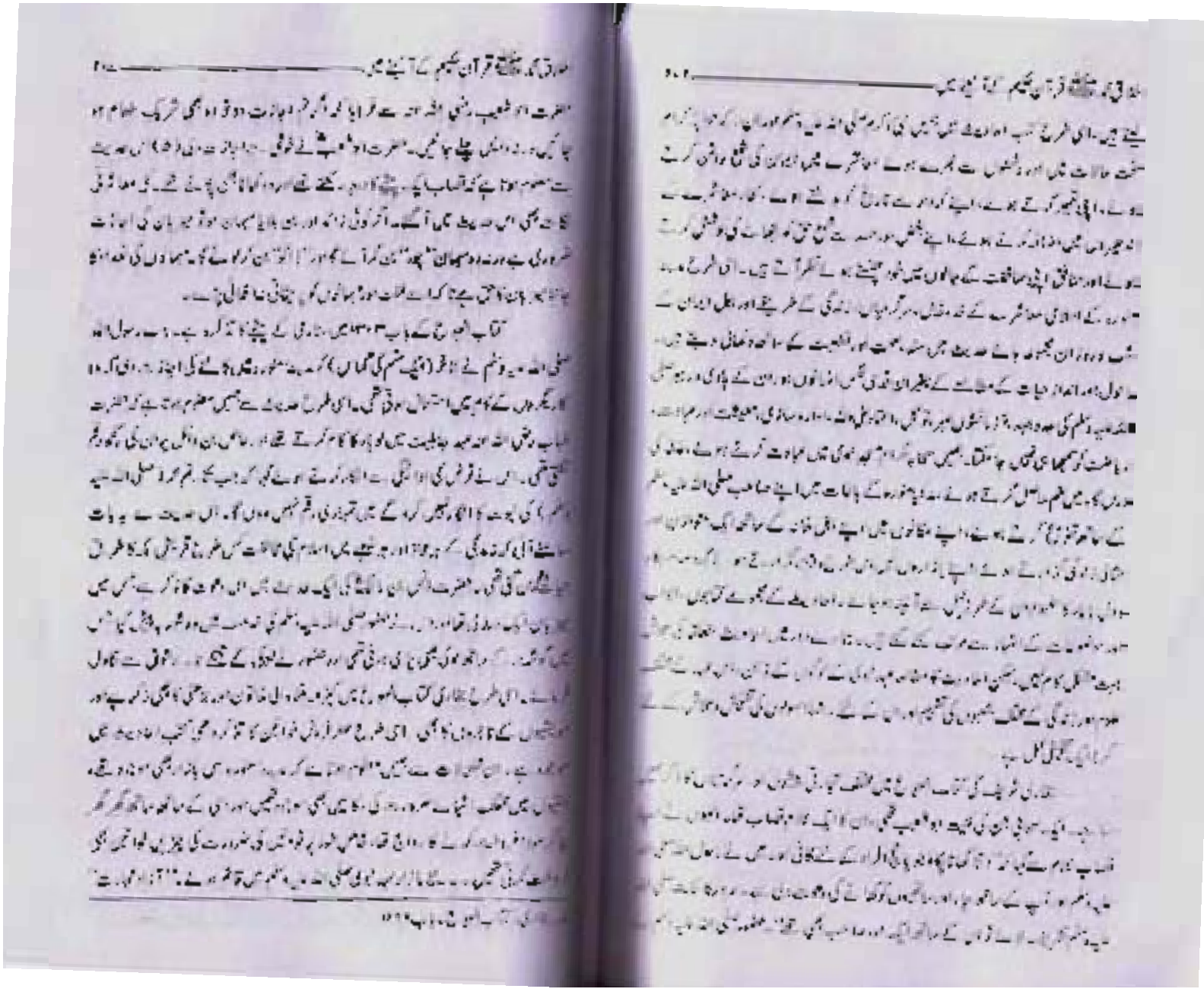

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

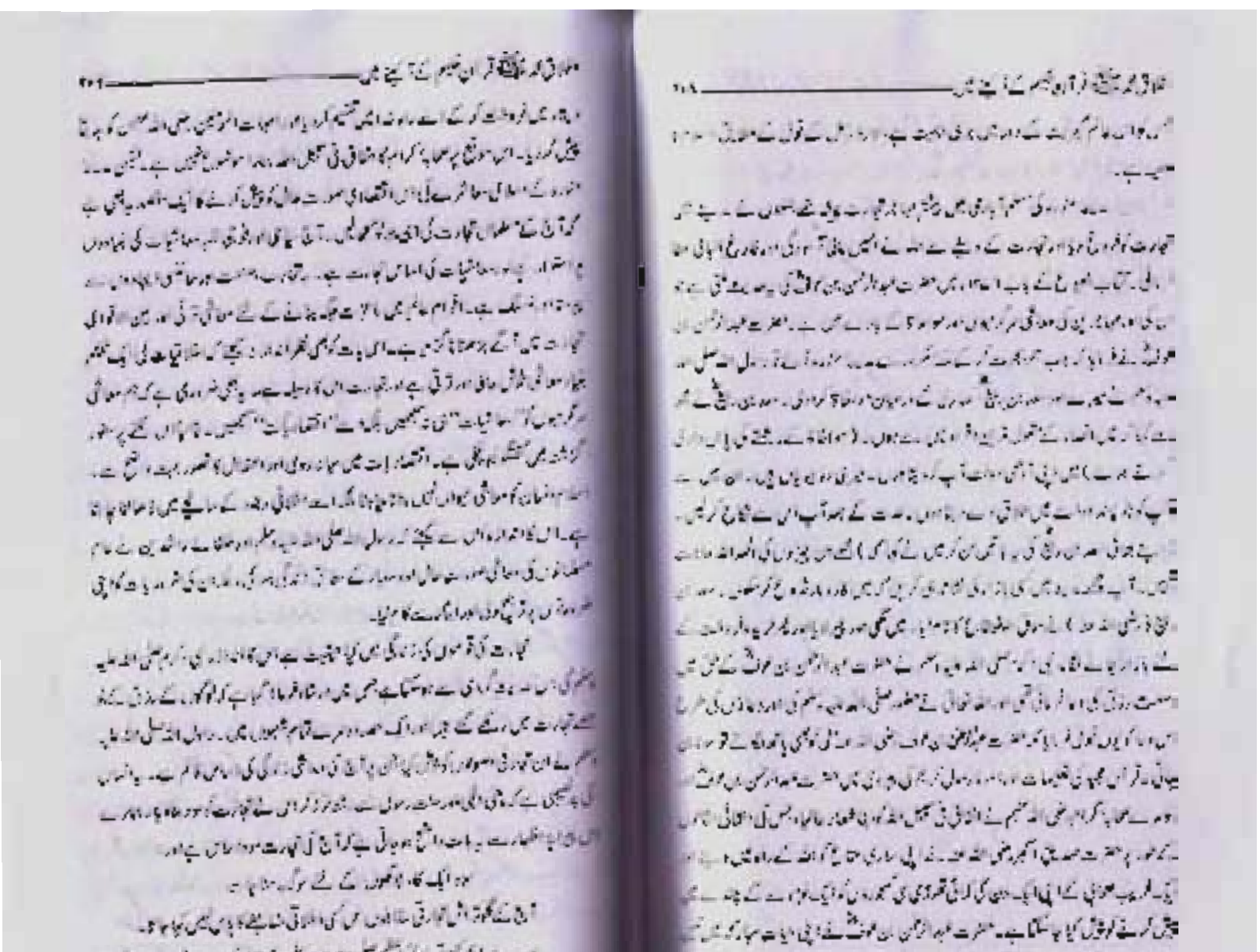

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

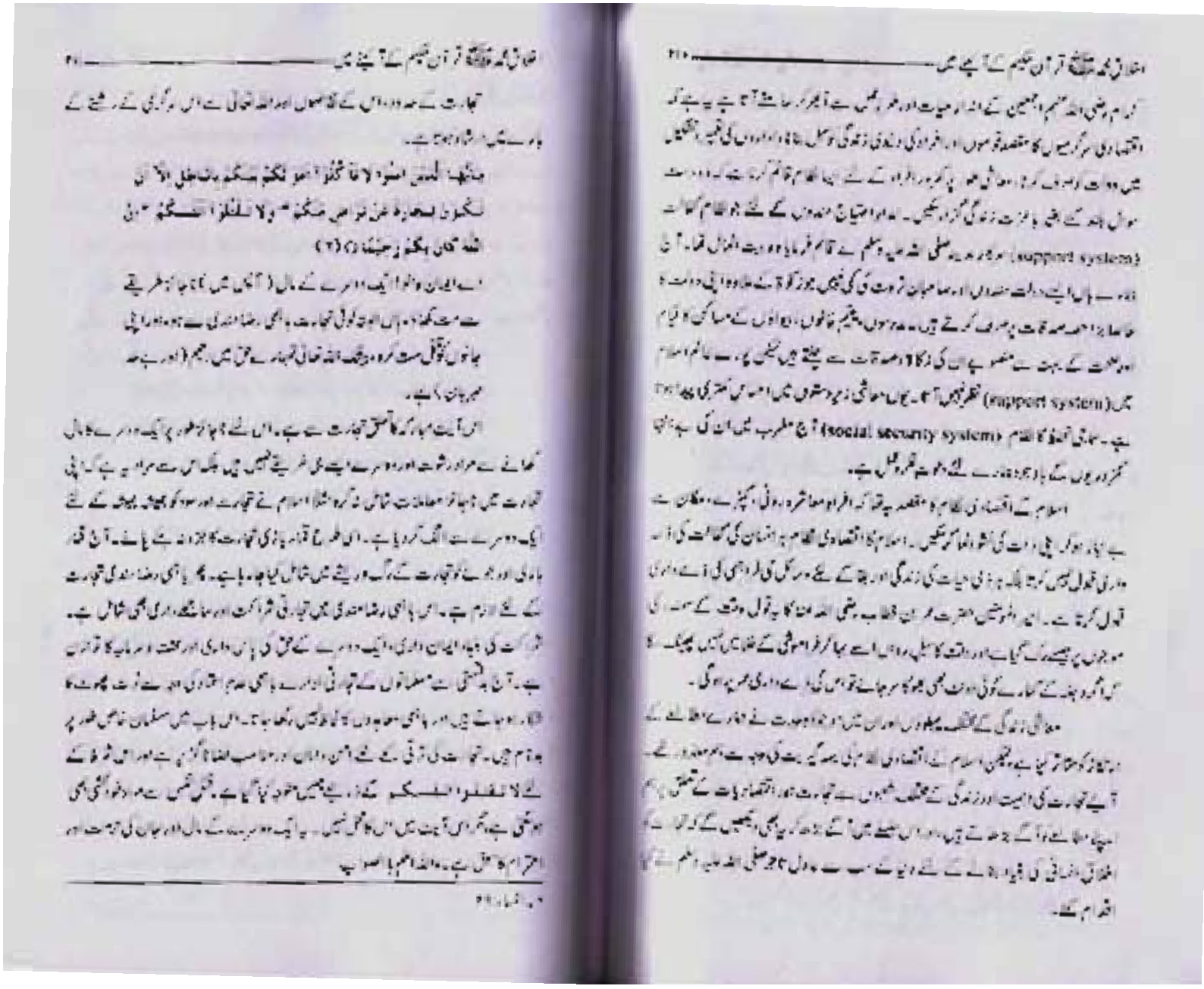

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

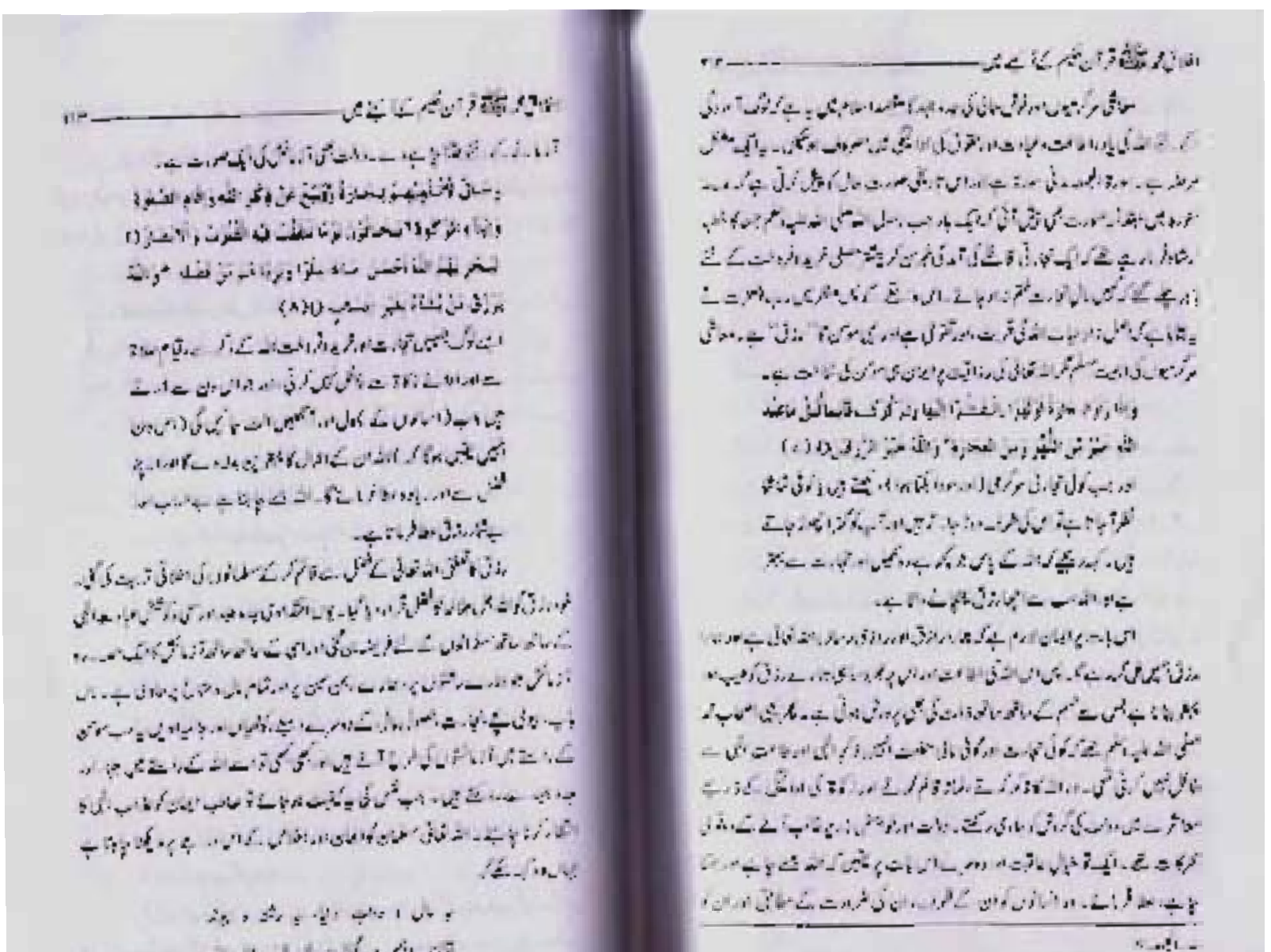

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

سورۃ التوبہ کی آیات ۲۳ اور ۲۴ پوری انسانی زندگی کے پورے منظر، پھیلاؤ اور وسعت کو محیط ہیں۔ جہاد اور سرگرمیوں کے مقابلے میں مسلمان کی اس اخلاقی برتری کی مثال کہاں قرآن ہی میں کوئی ہے جس کو اس نے اپنے رب کے لئے مقدم کر دیا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (۱)

اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ تم میں سے جو ان سے محبت رکھے گا، وہی ظالموں اور گناہ گاروں میں سے ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے والے اور تمہارے کمائے ہوئے اموال، اور وہ تجارت جس کے خسارے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ مکان جو تمہیں پسند ہیں، اور یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ (اور عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی، سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے تجارت کے بنیادی اصول، مہارت اور مکارمات اخلاق پر

(۱) التوبہ ۹: ۲۳، ۲۴

عمل کی تعلیمات بڑی وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہیں اور اس بارے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ حرام اور حلال کی حدیں متعین ہیں اور مسلمان کی زندگی کے اصول، تجارت کا بھی احاطہ کر لیتے ہیں۔ یہ خلاصہ گفتگو آپ کے سامنے ہے۔

اب اسلام نے تجارت اور سود کے درمیان جو قرق قائم کر دیا ہے وہ ابدی ہے۔ سود کے مضمرات اور خراب عواقب و نتائج پر بحث کی ضرورت ہی نہیں رہی ہے۔ آج کے معاشی، تجارتی اور کاروباری تعاملات کس طرح اپنی گرفت میں لے رہے ہیں اور ان کی تباہ کاری اور خونریزی کا جائزہ اقوام عالم کو ہر روز لینا پڑتا ہے۔ سود کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلاف جنگ قرار دیا۔ اس سلسلہ میں سورۃ البقرۃ کی آیات ۲۷۸ تا ۲۸۱ قابل غور ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (۱)

وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں نہ کھڑے ہوں گے مگر جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی اور وہ سود سے باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ اور جو پھر سود کی طرف لوٹا وہ دوزخی ہے اور ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی

(۱) البقرۃ ۲: ۲۷۸-۲۸۱

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

دشمنی اور گناہ کا سے عبارت ہیں کرتا۔

۵۔ تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی فریق یا افراد دوسرے کی مجبوری اور بے بسی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر وہ خرید و فروخت حرام قرار دی ہے جس میں یہ خطرہ موجود ہو کہ اس سے ایک فریق کو نقصان اور دوسرے کو فائدہ پہنچے گا۔ اس لیے تجارت کا سب سے بڑا اصول یہ بتایا ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محسن پر رحم کرتا ہے جو فروخت کرتے وقت، خریدتے وقت فیاضی اور سخاوت سے کام لیتا ہے (۱۱) کہ یہی خیر خواہی ہے۔

۶۔ ان چیزوں کا کھانا پینا اور استعمال حرام ہے جن کی تجارت بھی حرام ہے۔ حرام چیزوں کی حرمت کی خبر دینے کے قابل نظر تجارت کی حرمت میں کسی حکمت ہوگی مثلاً شراب حرام ہے اور اس کا بیچنا کی شراب کی خرید حرام ہے۔ اس کو کھانا اور لے جانا حرام ہے۔ اس کا خریدنا اور بیچنا حرام ہے، جس دسترخوان پر شراب پی جا رہی ہو اس پر کھانا کھانا حرام ہے۔ اور یہ حرمت صرف شراب تک محدود نہیں بلکہ ہر نشہ آور چیز کی تجارت حرام ہے۔ الغرض، کھانا پینا جو کچھ بھی ہو، ان سب پر اسی حکم کے قوت آملے ہیں۔

۷۔ چیزوں اور بالخصوص کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے۔ تاکہ عام طور پر اس کمی سے کسی لئے تجارت کی جائے اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں اضافہ ہو جائے اور اس کی من مانی قیمت ضرورت مند فریق سے وصول کی جائے۔ آج تجارت میں یہ بات عام ہیں۔ آج بڑے بڑے تاجروں کے گروہ اور حکومتیں یا بین الاقوامی ادارے اجارہ داری قائم کرتے ہیں اور اس طرح چھوٹی چھوٹی کمپنیوں کو ہڑپ کر جاتی ہیں۔

۸۔ ہر غیر اخلاقی طریقہ اور لیف دین حرام ہے۔ [illegible]

(۱۱) [illegible] رقم ۱۲۹۶

قرار دیا گیا ہے کہ تھوڑے سے نفع کمانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جھوٹی قسم کا دل پر گناہ ہے۔ خرید و فروخت میں کسی قسم کے دھوکے کا دخل نہ ہو۔ یہ بات بھی دھوکے میں داخل ہے کہ اچھا مال اوپر رکھا جائے اور خراب مال نیچے چھپا دیا جائے۔ یا کم مال تجارت کے وزن کو بڑھانے کے لئے پانی ڈال دیا جائے۔ اور یہ بات قابل سزا جرم ہے کہ قوم ایسے لوگوں سے بالکل اجتماعی طور پر مقاطعہ کر دی گئیں۔ یہ اہم ترین جرائم میں داخل ہے۔ قرآن حکیم کی آیات میں آیات اس غلط میں شدید الفاظ کا سبب بنی ہیں۔ سورۃ المطففین کا عنوان ہی اس جرم کی سنگینی کا مظہر ہے۔

ویل للمطففین ○ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون ○
واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون ○ الا یظن اولئک انھم
مبعوثون ○ لیوم عظیم ○ یوم یقوم الناس لرب العلمین ○ (۱۲)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا ناپ تول کر لیتے ہیں اور جب انہیں دیتے ہیں تو کم ناپ تول کر دیتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد زندہ ہونے کا گمان نہیں، اس عظیم دن کے لیے، جب سارے انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

قرآن حکیم نے واضح کر دیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو وہ بچ جائیں گے جن کا حساب کتاب نہیں ہونا، ہم جزا پانے والے ہیں مگر آخرت میں ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا ذکر قرآن حکیم میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ [illegible] واضح ترین الفاظ میں کر دیا گیا ہے۔

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ○ (۱۳)

انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور ترازو میں کمی نہ کرو۔

(۱۲) المطففین ۱-۶
(۱۳) الرحمن ۹

تمام دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

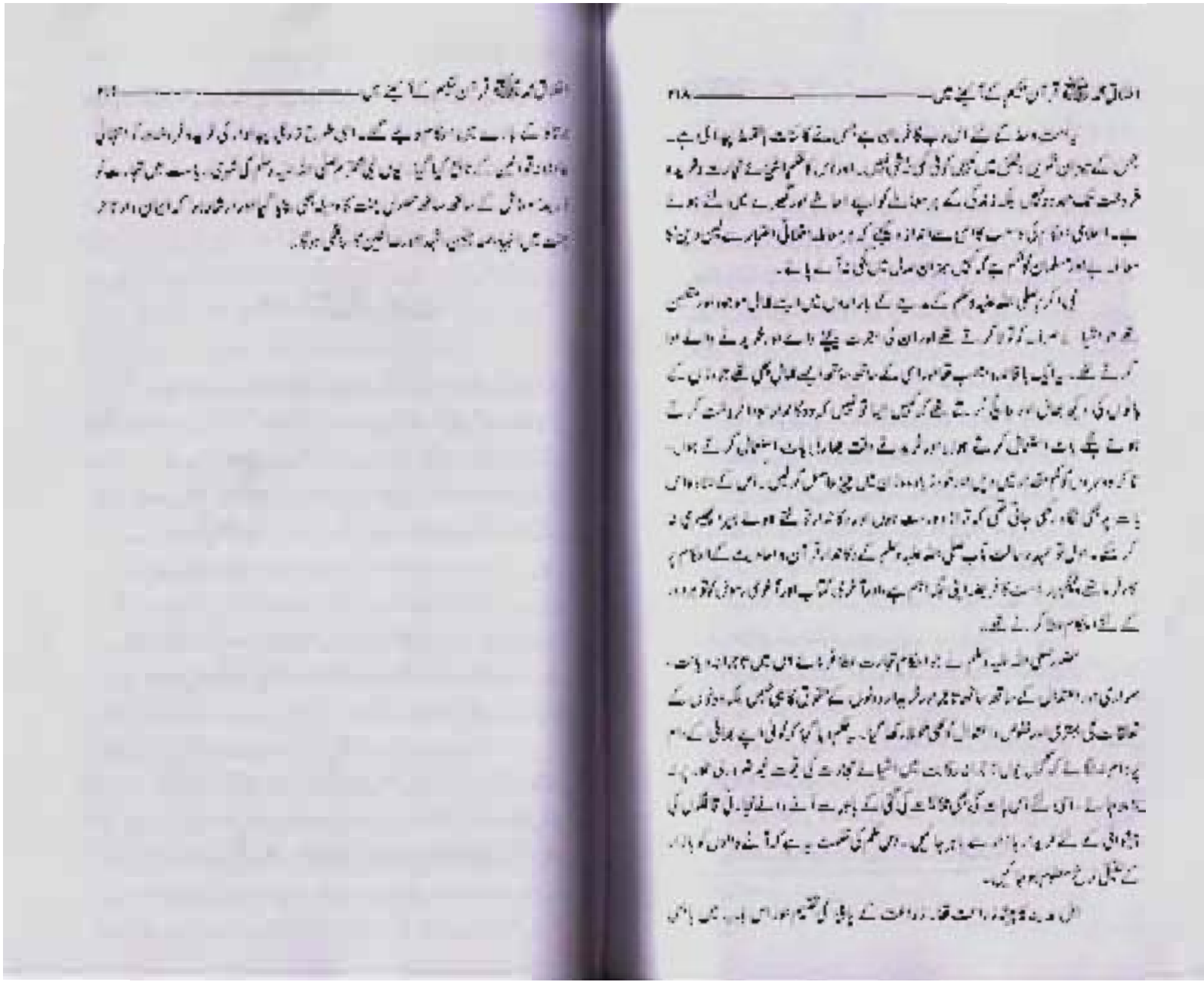

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

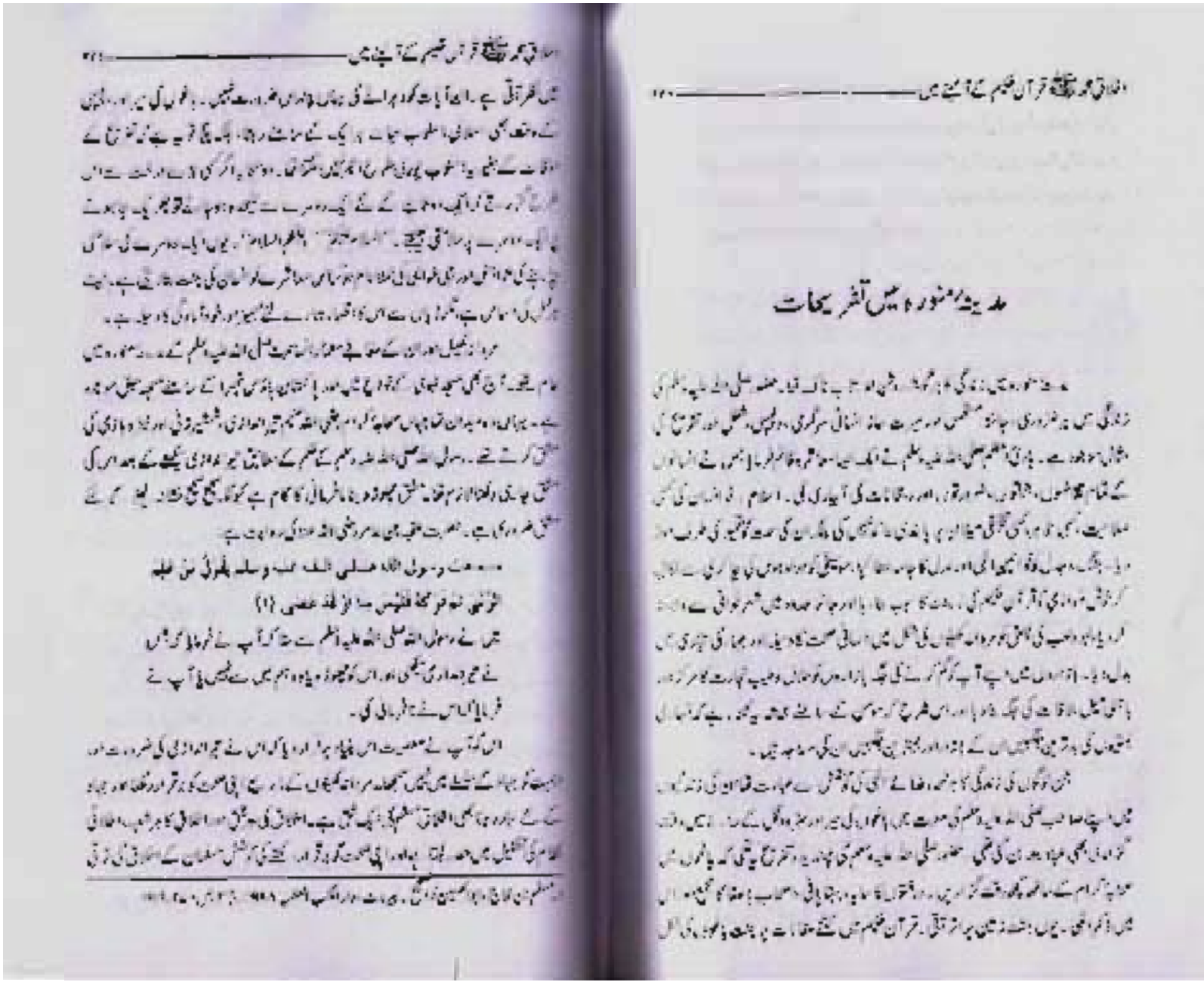

مدینہ منورہ میں تشریحات

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کا ایک سبب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین مومن گھوڑا (اور سوار) اس سے تعلق رکھتا ہے۔

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے ثنیۃ الوداع تک (جہاد کے لئے) اپنے گھوڑوں کی دوڑ کرائی اور جو گھوڑے تیار کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک کرائی گئی۔ حضرت ابن عمرؓ اس گھڑ دوڑ کے شرکا میں سے ایک تھے۔ یہ گھوڑوں کی دوڑ کا فاصلہ پانچ چھ میل تھا۔

حسن و جمال کا یہ عالم صحابہ کرام گھوڑوں اور اصطبل کے سلسلے میں بھی تھا۔ گھوڑے کی پشت کے چوڑے، اونچے اور لمبے ہونے کو ان کی اچھی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ اس سے یہ اخلاقی درس ملتا ہے کہ اپنی چیزوں کو اچھی حالت میں اور سجا سنوار کر رکھنا مسلمان کے اخلاق کا ایک جز ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارا گھر کی صفائی اور اس کی آرائش اور لباس کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کو پاک صاف رکھنا اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اپنے گھر کے صحن کو صاف رکھنا مسلمان کا ایک وصف قرار پایا ہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں دراصل "ما جاءت" کا حصہ ہیں۔ ان "ما جاءت" کو ایک ساتھ اور اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اس کا آغاز قرآنی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی سنت سے ہوا ہے۔ جب فتح کے بارے میں [illegible] ہے کہ سنگ فاصلہ [illegible] نے اس کے گرد و پیش (اور ماحول) کو [illegible] فرمایا ہے۔ [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے [illegible] کو مدینہ بھیجا تو آپ نے [illegible] کاموں کی [illegible] کاموں کی تعلیم بھی دی۔ [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] بتایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں پر بھی [illegible] تھے۔ اس طرح انسان اپنے گھر کے پرسکون ماحول میں بیوی بچوں کے ساتھ کھانا کھا کر خوش ہوتا ہے۔ پھر کھیل کود میں وہ بچوں کی محبت کھیل سے دوچند ہو جاتا ہے اسی طرح دوستی بھی [illegible] پرندوں میں گھومنے پھرنے اور جانوروں کے ساتھ پیار کر کے خوش ہوتے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور صفات [illegible] کا [illegible] اس [illegible] زندگی پر محیط ہے۔ یہ [illegible] کا نتیجہ ہے کہ [illegible] جہاد [illegible] بلکہ [illegible] چراگاہوں تک [illegible] گئی۔ اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ [illegible] کس طرح [illegible] رکھتا ہے اور [illegible] باتوں کو بالکل الگ الگ نہیں [illegible] ایک دوسرے سے [illegible] ہوتی ہیں۔

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ کی اجتماعی زندگی میں خواتین کا حصہ

یہ ضروری ہے کہ اس معاشرتی تصویر میں ہم نے اب تک خواتین کے کردار، معاشرے کی تشکیل میں ان کے حصے اور ان کے حقوق کی بات نہیں کی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ درحقیقت یہ تمام گفتگو عمومی رنگ میں مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ ہم یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات اور انتہا پسندی کی بنا پر "واقعیت" واقعہ اور حقیقت پیش کی ہے۔ مرد عورت کا لباس ہے اور عورت مرد کا لباس۔ ان کے بغیر معاشرے کی خیر والی اولاد (خاندان) وجود میں نہیں آ سکتی۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے لئے سکن اور تسکین کا باعث رحمت ہے۔ عورت جس سکون کو مرد کے لئے مہیا کرتی ہے اور مرد عورت کو محفوظ رکھتا ہے۔ مرد کے اخلاق کی تعمیر میں اس کی والدہ کا کردار اساسی ہے اور عورت کا اخلاقی رویہ مرد کے بغیر تکمیل نہیں پا سکتا۔

جب ہم مرد کے زندگی کے معاملے میں عورت کو اس کا جائز حصہ دلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی ذاتی، دینی اور اخلاقی تربیت کا اس طرح سے انتظام کیا کہ عورتوں کی خواہش ہوئی کہ تعلیم کے لئے آپ سے ان خصوص اوقات کا مطالبہ کریں تاکہ خواتین اپنے مسائل آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ چنانچہ اسلام نے اخلاق کی ایک حق سے ادائی کے لئے آپ نے امہات المؤمنین اور صحابیات کو اسلامی آداب و اخلاق میں اس درجہ کامل کر دیا کہ خواتین اپنے مسائل امہات المؤمنین سے معلوم کر سکیں اور ان سے اخلاقی تعلیم حاصل کر سکیں۔

"مسلم" اور "مسلمات" کے عموم میں مسلم خواتین اور مومن عورتیں بھی آ جاتی ہیں۔

لیکن یہاں اخلاقی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جیسے فرمانبرداری اور اطاعت، صدق، صبر، خشوع، تصدق، حق، عفت وغیرہ۔ ان مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اخلاق کے کلام میں ولی اللہ ایک طرف تک نہ رہا۔ یہ لفظ عموم کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قرآن عظیم تمام ہے یعنی سب مرد و عورت کو شامل ہے۔ ولی تمام باتیں نہیں بتاتے ولی۔ زبانوں کے اخلاق کو عموماً ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی تعریف کس طرح (ethical terms) زبانوں کو متاثر اور معلوم کرتے ہیں۔ کس طرح اخلاقی تعریف (ethical definition) کے مسائل پیدا ہوں گے۔ معاملہ اخلاق تو خواتین اس پر بھی اختلاف کرتی ہیں کہ خدا کے لئے ہاں کا لفظ کیوں استعمال ہوتا ہے۔ اس عمومی خطاب کے بعد اللہ تعالیٰ خواتین کی بات کرتا ہے قرآنی آیات کی روایت سے آتی ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (۱)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، (اللہ کے حضور) عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ (خیرات) کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی (عصمت اور) شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی

(۱) الاحزاب ۳۵

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی مجرمانہ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

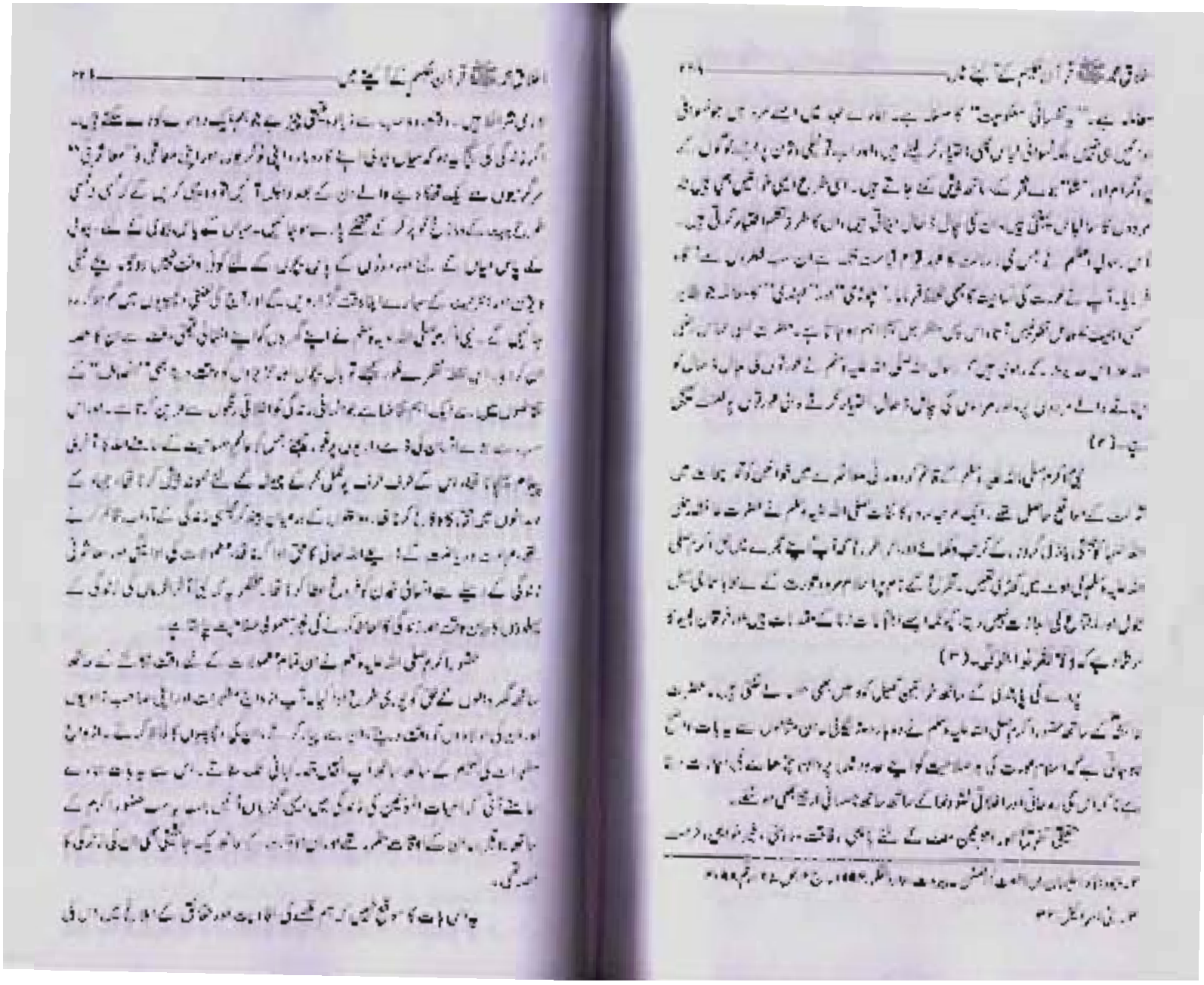

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اہمیت واضح کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے قصے بیان فرمائے ہیں اور ہر قصے کو احسن القصص قرار دیا ہے۔ یہ قصے راویوں کے قصے (کہانیاں) نہیں کہ تفریح طبع کے لیے بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہ قصے محض واقعات کی ایک لمبی فہرست نہیں ہیں جس میں حقائق کے تسلسل کا لحاظ کیے بغیر انھیں بیان کر دیا گیا ہو۔ ہر قصے کا ایک مقصد ہے جس کے لیے اسے بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات اپنی ازواج مطہرات کو ایک قصہ سنایا۔ کیا عظیم خاوند تھے وہ جنھوں نے اپنی بیویوں کو ایسی باتیں سنائیں جو ان کی زندگی میں برکت پیدا کرنے والی تھیں۔ ان باتوں میں سے کسی نے واقعہ ہی کیوں نہ سنایا ہو، بیوی کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔ قرآن اپنے مخلص قارئین کو جانوروں، پرندوں اور حشرات کے ساتھ ساتھ انسانوں کے رویوں کی داستان سنا کر بہت کچھ سکھاتا ہے۔ ان کہانیوں میں واقعات کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان کہانیوں کے ذریعے قرآن نے ہمیں سمجھایا ہے۔ نظم القرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ حکایات میں کوئی فرق نہیں، یعنی احادیث المرسلین سے ایک یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں پر بالکل بھروسا کریں۔

اس کہانی میں کہانے والے نے انسانوں کا معمول بیان کیا ہے۔ کہانی سے اصل مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کسی کنگلے انسان کی مدد کرے جو بیوی کا اپنے شوہر سے ذکر کرنا قرآن میں خلاف اخلاق قرار دیا گیا ہے۔ اس کہانی میں بیوی نے اپنے شوہر کے اخراجات اور عادات پر تبصرہ کیے ہیں مگر ہمدردی اور محبت کے ساتھ، مگر یہ بات بھی احادیث صحیحہ کے لیے تعجب کا باعث ہے۔ اس سے ان کی سادگی اور پاکیزہ نفسی ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس باب میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں خواتین کو خطاب کیا گیا ہے کہ صدقات اور روزے کی باتیں کیسے دوسرے سے نہ کریں اور اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے تو آواز دبی ہوئی ہو۔ دوسرے الفاظ میں اخلاق، بہ الفاظ دیگر عورت کی زندگی کو مختصر اور خوبصورت بنانے کا ایک طریقہ ہے۔

احادیث المرسلین میں ایسی عورتوں کی زندگی کا بھی ذکر ہے جو اپنے خاوند کے رویے سے ناراض ہیں۔ وہ ساری عمر ناراض رہیں تب بھی مسلمان کو ان سے نکاح کی ممانعت کے لیے کوئی حدیث نہیں ملتی۔ ان

کے پاس اور صحابیات کے پاس زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ اگر وہ نے بیوی کا مصرف ان کے ذمہ ایک فریضہ ہے تو وہ ادا کر رہا تھا۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ان کے کسی زیر کفالت شخص نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت نہیں کی۔ اگر کسی نے شکایت کی تو انہوں نے فوراً تصدیق کر دی۔ ان کا اصل کردار تو ایسا تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ عطا اور ایثار کے پیکر تھے۔ اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ ہر لمحہ حسن و خوبی کی دعا کرتے رہتے تھے۔ وہ خدا اور بندوں کی نظر میں رہتے تھے۔ اپنے رب کی مرضی کو تلاش کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسی صورت میں جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ ایسی صورت میں جب کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان سے راضی نہ ہو۔ ان کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایسی صورت میں جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ ایسی صورت میں جب کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان سے راضی نہ ہو۔ ان کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ایسی صورت میں جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ ایسی صورت میں جب کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان سے راضی نہ ہو۔

گھر میں اور گھر سے باہر کے لوگوں کے ساتھ صحابیات کا تعلق ہمیشہ بہت اچھا رہا۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک بار ایک صحابیہ کا غلام ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اس نے اس کو اس بات پر سزا دی۔ اس سے ان کے اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے اخلاق کے قصے اور تعلیم کے لیے یہ بہت ضروری ہیں۔ اس حصے کی اہم ترین بات یہ ہے کہ ان کی معاشرے کے اخلاق کو اور اس کی ایک ایک اکائی کے ساتھ یہ بہت اچھے تھے۔ ان کے اخلاق کی مثال نہیں مل سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کردار معاشرے میں فرد، معاشرے کے حوالے کا یہ تھا۔ اسی بات کا ایک پہلو اور قرار معاشرہ کی ساخت ہے۔ اسی لیے اگر مسلمان کبھی بھی کسی کو اپنے خاوند کی طرف سے لکھا ہوا خط یا دوسرا پیغام کھولتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کو اخلاق کی بات سمجھا جاتا ہے۔ اخلاق کا یہ پہلو ہماری زندگی میں بہت اہم ہے۔ اس کی کمی نہ صرف معاشرہ میں بلکہ خود ہمارے گھروں میں بھی ہے۔

اس حصے میں ان کے اخلاق کے ساتھ ساتھ ان کی سماجی اور معاشرتی زندگی کے کام اور ان کے اخلاق کی حفاظت کے لیے ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی گھریلو زندگی کی مصروفیات، ان کے کام کاج کے آداب،

www.KitaboSunnat.com

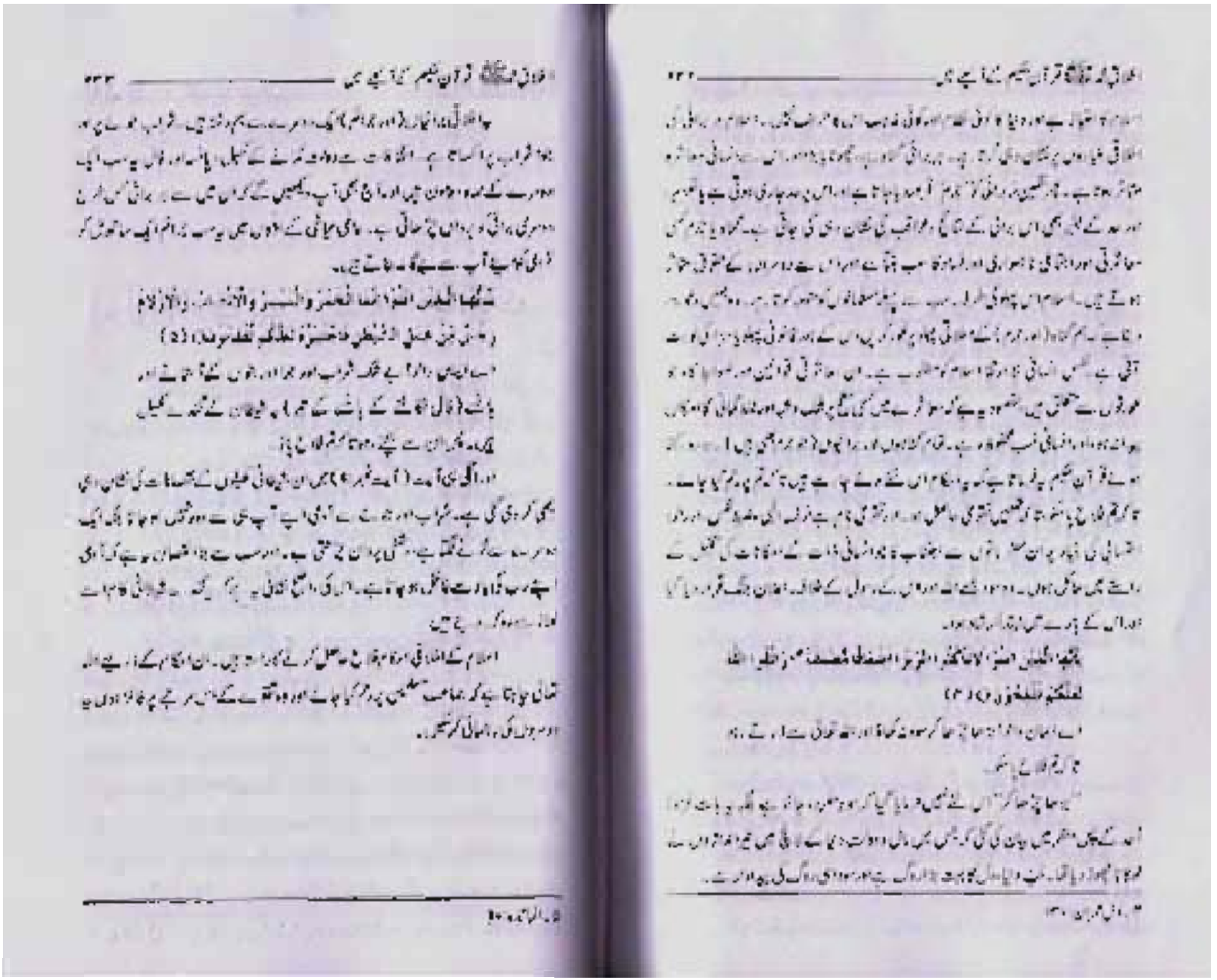

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

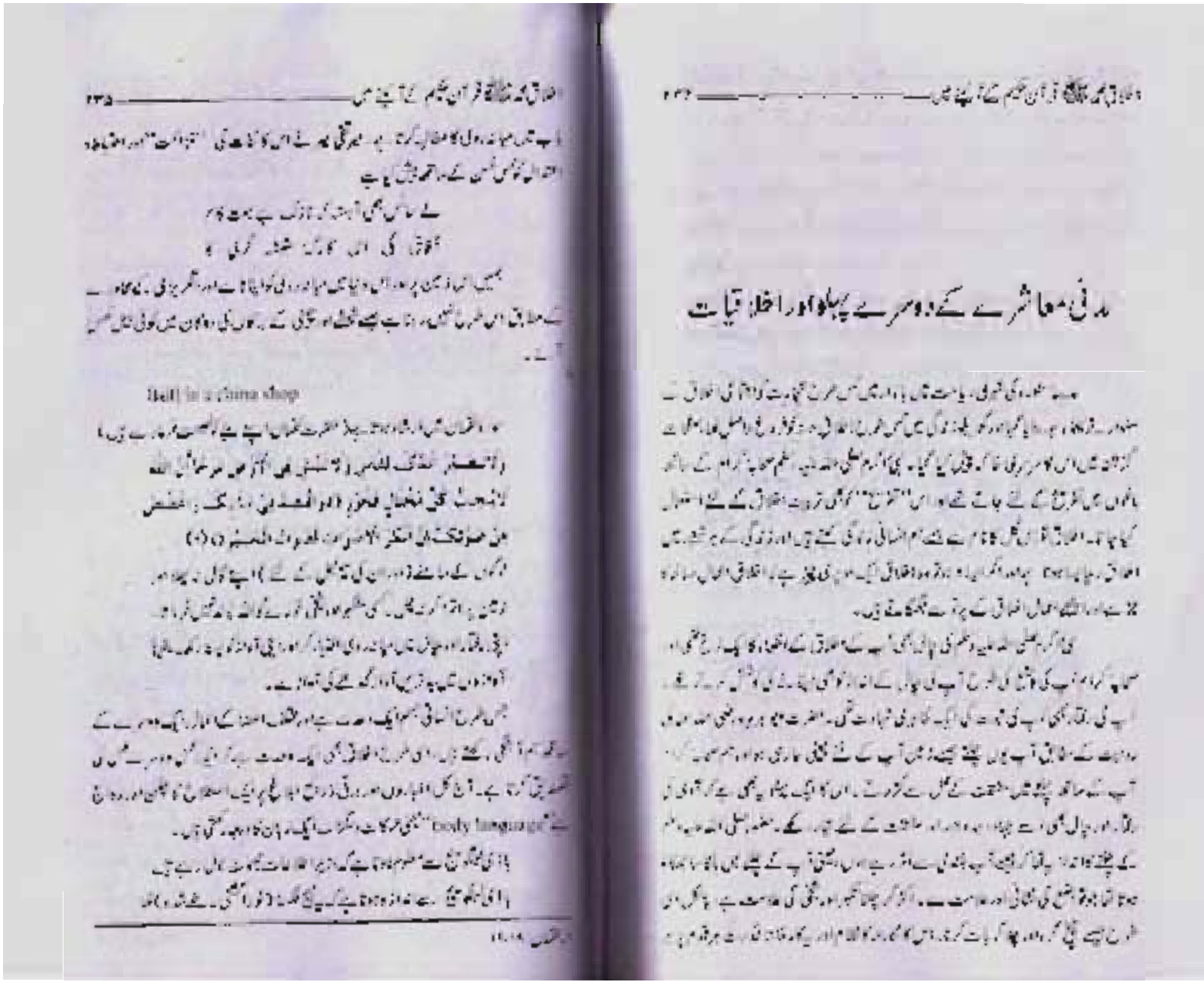

مدنی معاشرے کے دوسرے پہلو اور اخلاقیات

مکمل دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

"کمال کو پہنچا" اور "اخلاق" کا لفظ بھی آدمی کی زبان کا بیان کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اور حکمائے کی ان آیات میں جو حسن اخلاق انسانی کی زبان کا ذکر کیا ہے۔ اور وہاں سے اس مفہوم میں بھی یہی اصطلاح پیش کی گئی ہے۔

قرآن کریم سے کچھ یوں ہیں (۱)

"انسان کی زبان" اور اصل ذہن ... اور یہ ہی انسانی شخصیت کا "کلمہ" ہے اور جو اس کے اعمال و زبانات کا آئینہ دار ہے۔

وعباد الرحمن الذين يمشون على الأرض هونا وإذا
خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (۲۵/۶۳)

اور خدا کے بندے (وہ) ہیں جو زمین پر فروتنی اور
وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم اور جاہل لوگ ان سے
(جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو (جواب میں) سلام کہتے ہیں (کہ تم پر سلامتی ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و مومنین کے ساتھ معاملہ کا حال فرمایا بھی اخلاق کی تربیت کے سلسلے میں ہدایات اور قرآن ہے مستقل باب قرار۔ کھانا کھانے کی بھی روشنی روشنی آداب بیان کیا ہوا ہے۔ مستقل "دسترخوان" کا ذکر بھی اصل قرار۔ اس میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ اسی لذت و ذوق جس میں سادگی کے ساتھ ساتھ ... روایات ... روایات ... پر مشتمل ہوتا ہے۔ گوشت کے ساتھ ... کھجور، انگور، ... اور مکھن کی ... قرار۔ ... کھانے کی ... شروع ہوتی تو ... اپنے سامنے سے ... کھانے کے ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ... فرمایا کرتے۔ آپ ... فرمایا کرتے اور آپ ... کھانے میں موجود سب سے ... دے دیتے۔ اس سے ... کہ ... اکرام ... ان سے ... صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ... اسلامی معاشرے میں ...

۱۔ القرآن ۶۳

... حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ... کہ ... مفہوم ہوتا ہے کہ ... اپنی ... اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ... رب جلیل کی ... شامل ہونا ہے۔

رزق حلال و طیب اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ بھوک، فاقہ ... ہو ... ہو ... انسانی کمزوریوں ... اور معاشرتی برائیوں کی سبب ہے۔ زبان کی لذت ... آمدنی حلال اور حرام کے امتیاز کو بھول جاتا ہے۔ آج مغرب کے بعد اسلامی معاشرے ... رہے ... کتنے ہی مسلمانوں نے غیر ذبیحہ گوشت کو اپنے لئے حلال کر لیا ہے اور "فتوے" حاصل کر لئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے آداب بڑی فصاحت کے ساتھ تعلیم فرمائے ہیں۔ آپ ... کی تعلیم سے کھانا کا آغاز کرتے اور اس دعا پر کھانا ختم فرماتے۔

الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين (۳)

تمام تر اور تعریف اس ذات کے لئے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور
ہمیں مسلمان بنایا

ہر مسئلے میں زندگی کی ہر سرگرمی میں اللہ کی یاد اور اس کا ذکر ساری انسانی اخلاقی خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ یوں ہی اخلاق الٰہی زندگی میں کامل شکل میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ طہارت اور پاکیزگی اسلامی اخلاق اور انسانی اخلاق کا ایک حصہ ہے۔ اسلامی اور خوش ہی پاکیزگی اور صفائی انسان میں روحانی، اخلاقی اور جسمانی پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ مسلمان ... میں یہ دعا بھی شامل ہے کہ ... اللہ ... ہمیں ... سے ... کھانے سے پہلے ہاتھوں کو صاف کرنا بھی اسلامی اخلاق و آداب میں شامل ہے۔ مسلمان جب مل کر کھانا کھاتے تھے تو اکثر ایک ہی برتن سے کھاتے تھے۔ اسی لئے ہر کھانے والے کو نزدیک سے کھانا چاہئے۔ کھانے کے دوران ... کھانے والے ... ہو ... کھانے کے ... ہاتھ کے ... کھانے کے ... آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ دسترخوان میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ڈالے۔ اگر وہ گوشت کھا رہا ہے تو ہڈی چوسنا، توڑنا

۳۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب ۱۲۳، رقم ۳۴۵۸

www.KitaboSunnat.com

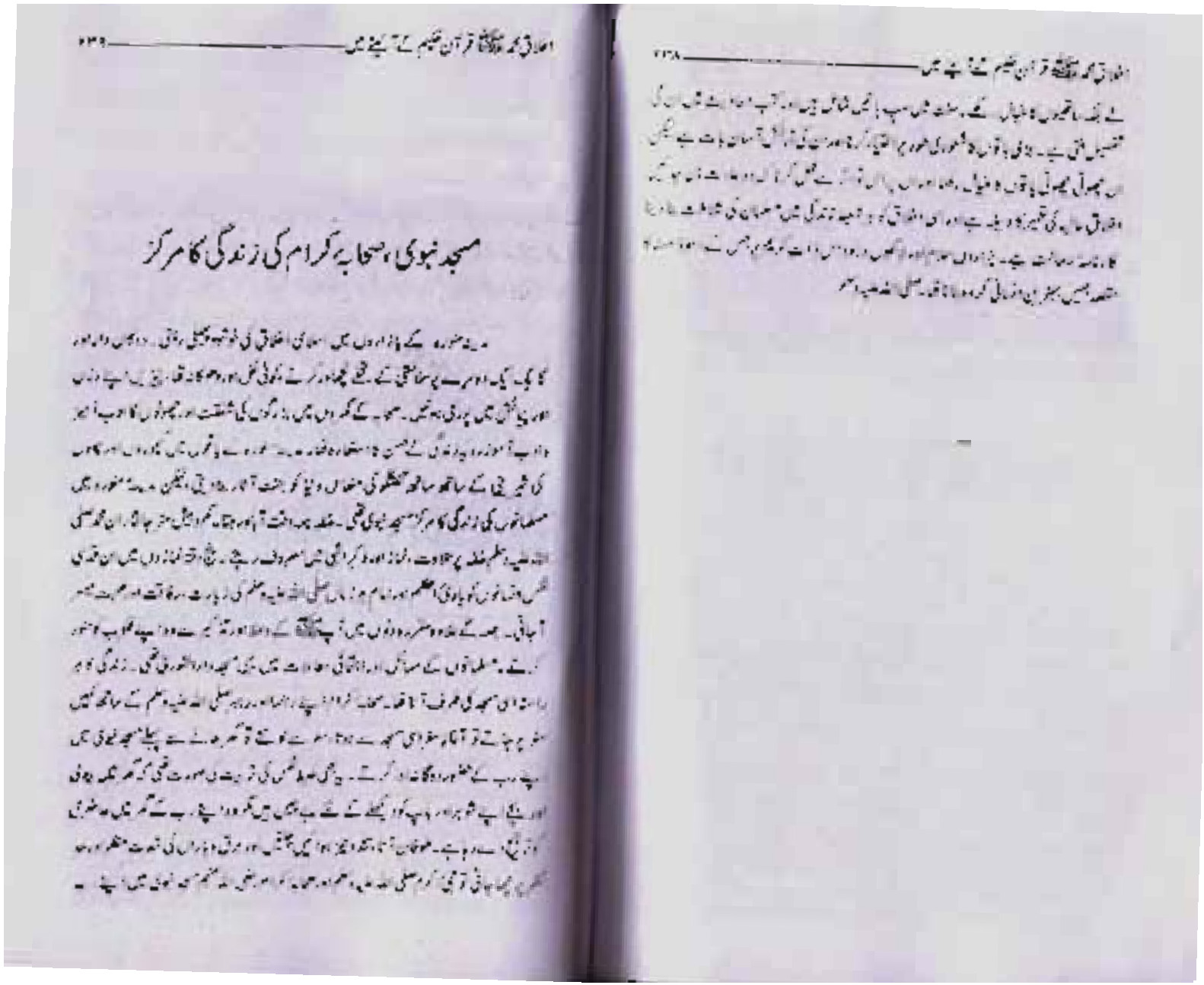

مسجد نبوی، صحابہ کرام کی زندگی کا مرکز

مدینہ منورہ کے بازاروں میں اسلامی اخلاق کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دکاندار اور گاہک ایک دوسرے پر سخاوت کے پھول نچھاور کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ہر شخص اپنے دین اور دنیا کے کام میں پوری طرح مگن تھا۔ صبح کے کھانوں میں بازاروں کی رونق اور چہل پہل کا لطف اور ہی ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی نے ابھی آسمان پر اپنا سفر شروع نہیں کیا تھا کہ مدینہ کے بازاروں میں گاہکوں کی گہما گہمی شروع ہو جاتی۔ ہر دکاندار اپنی دکان کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہوتا۔ کوئی اپنے گاہکوں کو خوش آمدید کہتا اور کوئی اپنی دکان کی خوبیاں بیان کرتا۔ ہر طرف خوشی اور مسرت کا سماں ہوتا۔ ان محاسن اخلاق کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ہر موقع پر اخلاق حسنہ کا درس دیا تھا۔ آپ ﷺ کی مسجد مسلمانوں کی زندگی کا مرکز تھی۔ یہ مسجد نبوی ہی تھی جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مسجد نبوی ہی تھی جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مسجد نبوی ہی تھی جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن م

www.KitaboSunnat.com

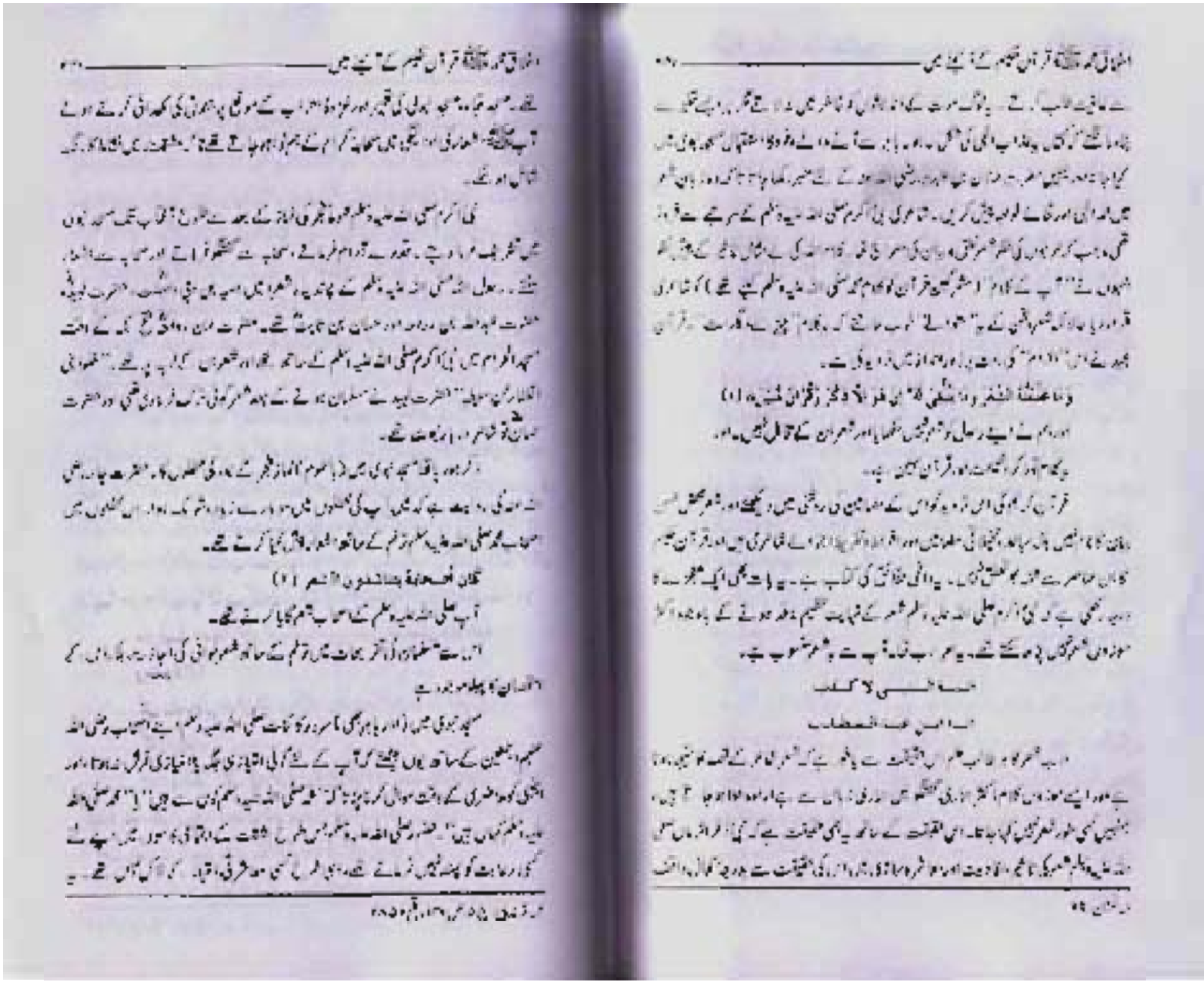

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ کہ صحابہ کرامؓ آپ کے حضور اس ادب سے بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ بلند آواز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے کی کبھی کسی کے اندمال جرأت نہ ہو پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ و اخلاق میں دل سے تعظیم اور احترام کا اظہار بے تکلف انداز سے ہوتا تھا۔ آپ کی شریف آوری پر بھی صحابہ کے ذوقِ تعظیم میں کوئی فرق نہیں آتا تھا کہ یہ محبت کا طریقہ ہے۔ اخلاقی تربیت انسان کے اندر اور سرشت میں داخل اور راسخ ہو کر انسان کو بہتر انسان بناتا ہے اور "خلق" کے معانی یہ ہیں کہ ثابت انداز نشست و برخاست، انداز کلام، انداز تبسم اور کھانے پینے کے آداب اس کی ذات کا حصہ بن چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں یہ محسوس ہوتا کہ یہ وقت ہے گفتگو کی ہے۔ مسجد نبوی میں آپ کی محفل میں قہقہے بلند نہ ہوتے، بلند آواز میں گفتگو نہیں ہوتی تھی، دل ایک انجانے حضور کو محسوس کرتا، دل اور ذہن کی خطا پر آپ کی نرمی کا ترجمہ ہوتا تھا اور دل کی زمین میں خشیتِ محبت کے پھول پروئے جاتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعلیم تھی کہ مجلس اور راستے اور تبسم کو شجرِ سایہ دار بنا دیا جائے۔ آپ کی پاک آنکھیں بھی اس تبسم میں شریک محسوس ہوتیں۔ یہ تبسم آپ کے اخلاق کا جزو تھا۔ حضرت عبداللہ بن حارثؓ نے فرمایا:

ما رأیت أحدا أکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور آپ کے تبسم کی روشنیوں نے اپنی نگاہ و شعور سے دیکھتے ہوئے اس حقیقت کو اپنی سوانح میں لکھا کہ یہ اور ایسی تمام چیزیں ہماری امت اور ہماری انسانیت کا "قیمتی ورثہ" ہیں جو آج آنکھوں سے آنسو لانے والوں کے لئے ایک آزمائش اور کسوٹی بن گئی ہیں۔

مزاج انسان کے اخلاق کو سمجھنے کی کوشش ہے۔ بعد والی نسل نے کہ محسوس

۳۔ سنن الترمذی، ص ۹۰

باتوں پر مزاح سے اور ایسا روا قطعیات کی گمراہی کی دلیل تو ہو سکتا ہے مگر اخلاقی کمزوری کی نہیں۔ بچپن کھیلوں اور گدگدیوں پر ہنسنا یا فکر کا اخلاقی عیب ہے۔ اور سے معاشرے میں لوگ دوسرے انداز کلام، شیریں کلامی یا کسی دلسوزی عیب و نقص کی چرچا کرتے ہیں مثلاً کسی کا قد بڑا یا چھوٹا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی نظام میں نہ پسندیدہ ہے۔

مزاح کے لئے موقع محل اور معاشرہ کی ہے۔ مزاح محفل یا گفتگو پر چھا نہ جائے۔ عربی محاورے کے مطابق مزاح کھانے میں نمک کی طرح ہے۔ المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام۔ نمک زیادہ ہو جائے تو کھانا بگڑ جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ اور مسلسل گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب انسان مسلمان کی ایک پہچان ہے۔ گفتگو یا مخاطب ہو، گفتگو دوسرے کاموں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہو۔ جیسے ایک دوسرے کی دل دہی بھی کار ثواب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے، جی کھول کر گفتگو بھی فرماتے تھے۔ اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہم اور بنیادی معلومات یا احادیث کے راویوں میں اختلاف نقل اتنا کم کیوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بہت صاف اور واضح ہوتا تھا۔ موضوع کلام میں خلط مبحث نہ ہوتا۔ ایک مضمون یا موضوع کو آپ سننے والے کے ذہن نشین فرما دیتے۔ جو بات اہم ہوتی اسے تین بار دہراتے۔

بعض احادیث کی مختلف راویوں میں ایک لفظ کا اختلاف ملتا ہے۔ آقا ﷺ سے بلاغت مراد ہے یا مترادف کے بعد اس قال نہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ راوی احادیث میں ہی کو بیان کرتے وقت اپنے لفظوں میں معانی کی ہو گی (shades of meaning) لیکن ہے اور بے محل اور بے جا نہیں ہوتی ہے۔ اس کا یہ سبب ذہن میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں عرب کے مختلف علاقوں اور قبائل کے لوگ آتے تھے۔ ان کی لغت اور لہجہ و انداز گفتگو میں فرق ہوتا تھا۔ اس لئے ایک لفظ یا جملے کے معنوں پر سامعین میں سے کسی کے بھی پوچھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ محسوس ہوتا تو آپ اس لفظ یا جملے کو دوبارہ سہ بارہ بھی دہراتے۔ اور غیب کے علم سے اور سے اس قیاس اللہ علی جمیع الخلق ہوتا ہے۔

م دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاقِ محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

انقلابی محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

اخلاق کا بیان قرآن مجید کی آیات میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

طریق کو بجا لاتے ہیں۔ ان کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہوتا ہے۔ اس کا خوف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ ان کا ہر عمل آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس طرح ان کی زندگی میں اخلاق کریمانہ کا پرتو اپنی قوت و زیبائی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔

۳۔ ان اخلاقی صفات میں دو اخلاق ایسے ہیں جو ہر زمانہ میں ہر انسان کے لیے ضروری ہیں۔ ایک اخلاق کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور دوسرا اخلاق کا تعلق مخلوق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی اور استواری سے ہی مخلوق کے ساتھ تعلق کی درستی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کمزوری سے مخلوق کے ساتھ تعلق میں بھی کمزوری آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی اور استواری کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ عبادت کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان میں سے ہر عبادت کی ادائیگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ اوامر و نواہی مقرر فرمائے ہیں۔ ان اوامر و نواہی کی پابندی سے ہی عبادت کی روح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ مخلوق کے ساتھ تعلق کی درستی کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ اوامر و نواہی مقرر فرمائے ہیں۔ ان اوامر و نواہی کی پابندی سے ہی مخلوق کے ساتھ تعلق میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اوامر و نواہی اور مخلوق کے ساتھ تعلق کے اوامر و نواہی کو ہی اخلاق کہا جاتا ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ایک پہلو عبادات ہیں۔ عبادات کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان عبادات (اخلاق) کی ادائیگی میں آپ کا ہر عمل دوسرے کے لیے نمونہ ہے۔ آپ کی ہر عبادت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہے اور یہ سب سے بہترین اخلاقی صفات کے بغیر ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم آپ کو پسند تھا اور آپ کی ہر عبادت اللہ تعالیٰ کی تعلیم کی بنیاد بن جاتی ہے۔

اس کتاب میں ہم صرف ان اخلاق کا ذکر کریں گے جو معاشرہ اور ریاست کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متعلق اخلاق کا ذکر اس کتاب میں نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متعلق اخلاق کا ذکر ہم نے اپنی دوسری کتاب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں ہم صرف ان اخلاق کا ذکر کریں گے جو معاشرہ اور ریاست کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ ان اخلاق کا ذکر ہم نے اپنی دوسری کتاب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں ہم صرف ان اخلاق کا ذکر کریں گے جو معاشرہ اور ریاست کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔

جنگ موتہ، فوق البشر عسکری معرکہ

دنیا میں سے محاسبہ کرنا اور کی اخلاقی تربیت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق شروع ہو گئی تھی۔ اس کا مقصد بنی نوع کے مختلف قبائل کو متحد کر کے ان میں سے ان کی عادات سے رذائل کو ختم کرنا اور ان کو اعلیٰ اخلاق اور اقدار سے آراستہ کرنا تھا۔ اس اخلاق کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانی نفوس کو بیرونی دنیا کے مشاہدات اور تجربات کی قوت عطا کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی قوت عطا کی۔ اس عقل کی قوت سے انسان نے اپنے ارد گرد کی دنیا کا مشاہدہ کیا اور اس کے بعد اس نے اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں اپنے لیے اخلاقی اصول بنائے۔ ان اصولوں کی بنیاد پر انسان نے اپنے لیے معاشرتی اور ریاستی نظام بنائے۔ ان نظاموں کی بنیاد پر انسان نے اپنے لیے قوانین بنائے۔ ان قوانین کی بنیاد پر انسان نے اپنے لیے ریاستیں قائم کیں۔ ان ریاستوں کے قیام کے لیے انسان نے جنگیں لڑیں۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کا امتحان دیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی کمزوریوں کو دور کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور نکھارا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور سنوارا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور بہتر بنایا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور مضبوط کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور مستحکم کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور پختہ کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور راسخ کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور ثابت کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور ظاہر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور نمایاں کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور واضح کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور روشن کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور تابناک کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور درخشاں کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور چمکایا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور دمکایا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور تابندہ کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور روشن تر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور تابناک تر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور درخشاں تر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور چمکایا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور دمکایا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور تابندہ کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور روشن تر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور تابناک تر کیا۔ ان جنگوں میں انسان نے اپنے اخلاق کی خوبیوں کو اور درخشاں تر کیا۔

جنگ موتہ کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ انہیں گورنر بصریٰ شرحبیل نے شہید کیا تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو شہید کرنے کا پہلا واقعہ تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جرم کی سزا دینے کے لیے تین ہزار کا لشکر ترتیب دیا۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اس لشکر کو روانہ کیا گیا۔ اس لشکر کا امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کے لیے کامیابی مقدر فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔

ہم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاق محمد ﷺ قرآن عظیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

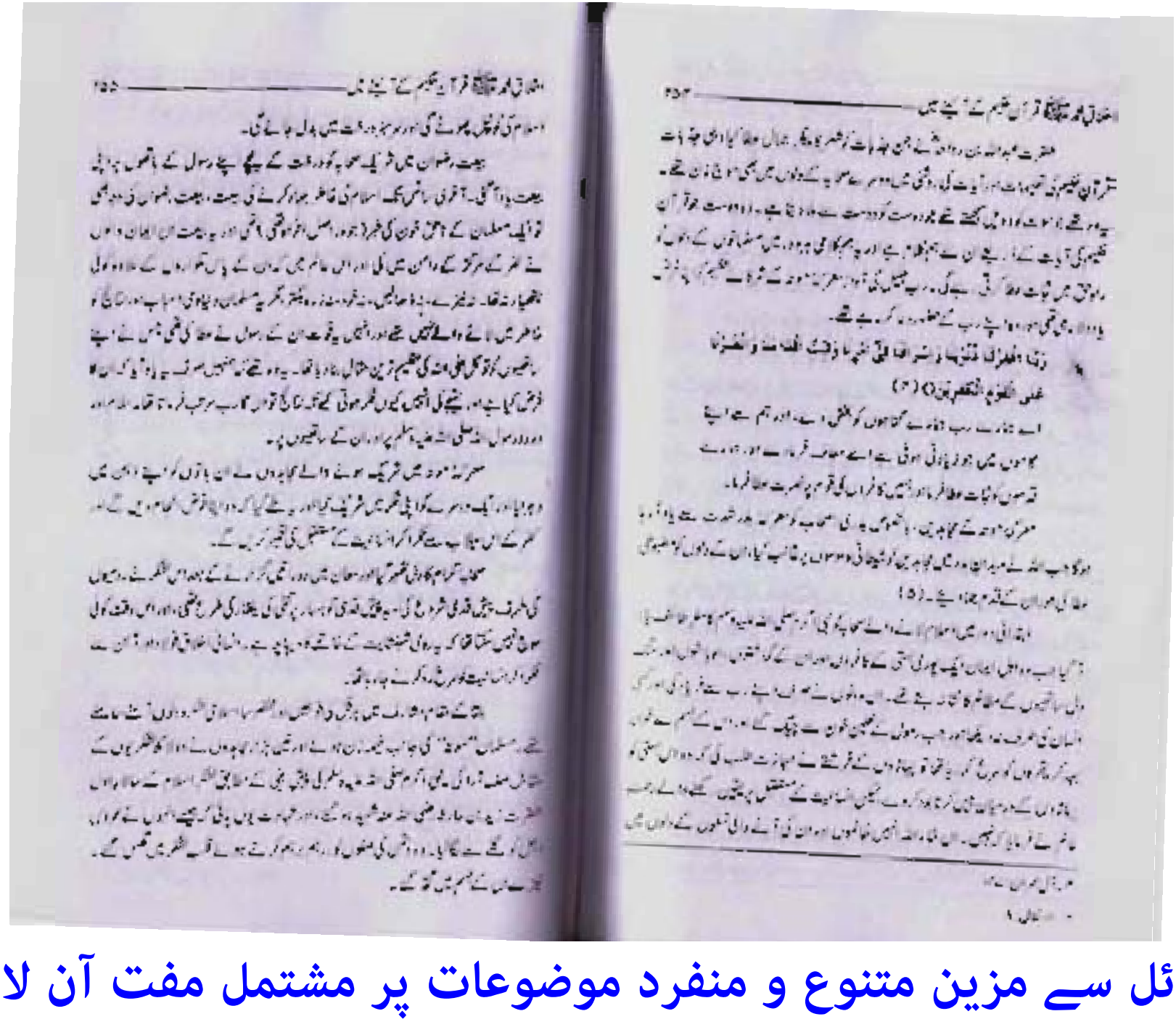

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاق محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھی۔ بعد کے واقعات نے ملیٹے نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو واضح کر دیا۔

اب آپ غزوۂ موتہ کے واقعات کی طرف۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکر اسلامی کی کمان سنبھالتے ہی اوّلی تبدیلیاں کیں جو عرب میں جہاد کا ایک انداز ہو گئی۔ انہیں اسلامی تاریخ کے سب سے بڑے جرنیل اور کمانڈر کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سارے دن رومیوں کے ساتھ قتال کرتے رہے۔ اس دن کے اختتام سے کہ رومی سپاہی ان کے سامنے آنے سے گریز کر رہے تھے۔ خالد بن ولیدؓ اپنی موت کے تصور سے بھی بے نیاز ہو کر دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ حضرت خالدؓ سے حضرت قیس بن ابی حازم نے روایت کیا ہے کہ غزوۂ موتہ میں حضرت ہاتھ سے تلواریں چھوڑتے ہوئے ٹوٹی تھیں، اور تیسرے ہاتھ میں یمنی کی بنی ہوئی چوڑے پھل کی تلوار رہ گئی تھی۔ (۱)

حضرت خالد بن ولیدؓ رومیوں کو جہنم پہنچاتے رہے اور ان کا ذہن مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح مسلمانوں کو میدانِ جنگ سے نکالیں، اور اس طرح کہ دشمن کو تعاقب کی ہمت نہ ہو۔ جنگ احد میں جب خالد بن ولیدؓ قریش کے لشکر میں تھے تو انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ قریش جنگ کو اپنے حق میں نہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جان کر کہ آج کا دن ان کا نہیں ہے، ظاہر ہے غزوۂ موتہ میں مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

اللہ نے خالد کے ذہن میں چوڑیوں کو دیکھتے ہی، اور خالد کے ذہن میں ایک حکمت عملی آئی کہ یہ جنگ ختم ہو گی۔ دوسرے دن جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت خالدؓ نے حملہ کی جگہ بدل دی۔ یعنی پہلے حملوں میں جو جہاں تھے ان کی جگہ پچھلی صفوں کے سپاہیوں نے لے لی اور اسی طرح آگے سے پیچھے کے سپاہیوں کو بھی دشمن کے سامنے رہنا پڑا۔ دوسرے دن کے اختتام پر رومی سپاہ کے پانچویں حصے کے سپاہی میدان میں آگے۔ ان پانچوں کو تازہ دم رومی سپاہ نے کاٹ دیا۔ اس سے رومی جرنیل نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم فوج آ گئی۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد اپنی صفوں کو درست اور تازہ دم رکھتے ہوئے حضرت خالد نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ رومی سمجھے کہ یہ مسلمانوں کی مستقل چال ہے اور شاید ان کے مزید سپاہی پیچھے

۱۔ اسلامی کتاب الموسوعی

موجود ہیں کہ یہاں سے تازہ دم حملہ آور دستے حملے کرنے جا رہے ہیں۔ وہ پھر مسلمانوں پر پل پڑے۔ کہ رومی محاذ سے بھاگ آ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ بے جگری سے جنگ میں ان پر پل پڑے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومی اپنے علاقے کی طرف ہٹ گئے اور اسلامی لشکر بخیر و عافیت واپس آ گیا۔

جنگ میں فتح و شکست کا انحصار دشمن کے حوصلے پر ہوتا ہے۔ رومی اس مہم کی ناکامی پر پاگل تھے اور مسلمان ان سے جان چھڑا کر خوش تھے اور وہ بھی اس کے قائل تھے۔ پھر مدینہ کی حکومت پر ٹوٹ پڑنے والے رومی لشکر کے مقابلے میں تین ہزار سپاہیوں۔ یعنی پچھتر ہزار موت سے روبرو ہونے والوں کے مقابلے میں ایک مسلمان سپاہی۔ دنیا کی عسکری تاریخ نے ایسا معرکہ کہیں دیکھا تھا۔ تہلکہ اور دہشت یک لخت رومیوں کے حواسوں میں غزوۂ موتہ کی داستانیں اور مسلمانوں کی شجاعت کے قصے پھیل گئے۔ ایسے بھی کافر قبائل موت سے لرزتا ہے۔ خود عرب کے مشرک اور بت پرست قبائل کانپ اٹھے اور انہیں اپنا مستقبل تھرانے لگا۔ معرکہ موتہ مستقبل قریب میں مسلمانوں کی دعوت اور حسنِ اخلاق کی دعوت کا فوری نتیجہ ہوا۔

دشمنوں کا فیصلہ کن انحطاط جنگ اور عداوت کی بدولت سے نہیں ہوتا بلکہ انسانیت اخلاق کی قوت سے جیتی جاتی ہیں۔ اللہ مسلمانوں کی تعریف فرماتا ہے اور ان کے ذریعے عالم اسباب میں اپنی حکمت نافذ فرماتا ہے۔

جنگ موتہ کے کئی اور پہلو اخلاقی نقطۂ نظر سے مطالعے کے مستحق ہیں۔ پہلی بات تو شجاعت کے انداز اور نمونے (Pattern) کی ہے۔ اس معرکے میں مسلمان شجاعت کی تصویر بنا ہوا ہے۔ جس میں تین سالار ایک ایک کر کے شہید ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے مسلمان سرداروں اور عام سپاہیوں میں شہید ہو جانے کی خواہش کبھی نہیں دیکھی گئی۔ اس اوّلین شجاعت کا انداز و معیار جو موتہ کے کوہ و بیابان خطروں کے مواقع پر سب سے آگے ہوتے تھے اور اپنے ساتھیوں اور لشکر میں خطرات کو آنے سے روکتے تھے۔ وہ اس لحہ سے مسلمانوں کے تحمل مزاجی سے بات سامنے آتی ہے کہ آج کی طرح اسلامی سپاہیوں کی حفاظت میں اگلی صفوں سے پیچھے ہی رہتے تھے اور ان کی حفاظت کے لئے ان کے دفاع اور سپاہی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے تھے۔ جنگ موتہ میں مسلمان سپہ سالار نے اس بے خوفی اور بہادری سے اور شجاعت دی کہ رومی فوجیں ان میں سے بچ کر رہ گئے۔ اور حضرت جعفر

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ تبوک کی تیاری کی خبر دی گئی تو بعض منافقین نے اس کا مذاق اڑایا۔ ان کا خیال تھا کہ رومی فوج کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔ یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور جہاد کے لیے نہ نکلے۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ (۱)

"پیچھے رہ جانے والے اللہ کے رسول کے پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا ناپسند کیا اور کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو۔ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے، کاش وہ سمجھتے۔"

جنگ موتہ کے راوی مختلفین کی تعداد تیس تھی۔ معلوم نہیں کہ ان کی یہ تعداد کس طرح متعین ہوئی۔ ان کا حال یہ تھا کہ ان میں سے بعض حضرات خاصے دولت مند تھے۔ ان کے پاس سواریاں بھی تھیں۔ ان کے علاوہ بعض ایسے حضرات بھی تھے جو مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ ان کے پاس سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ان کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ ان کے علاوہ بعض ایسے حضرات بھی تھے جو مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ ان کے پاس سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ان کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔ ان کے علاوہ بعض ایسے حضرات بھی تھے جو مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ ان کے پاس سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ان کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے۔

جب غزوۂ موتہ کے مجاہدین مدینہ واپس پہنچے تو صحابہ کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ جب غزوۂ موتہ کے مجاہدین شہر میں داخل ہونے لگے تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ میدان جنگ سے بھاگ کر آنے والے ہیں۔ ان کی زبان رسالت سے یہ کلمات بلند ہوئے کہ یہ بھاگ کر آنے والے نہیں بلکہ پشت کر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ "فراری" نہیں "کراری" ہیں۔ آپ کے یہ الفاظ غزوۂ تبوک کی تیاری میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ غزوۂ موتہ کے بعد غزوۂ تبوک نے اپنی پوری رعنائی، شدت اور حلاوت کے ساتھ جلوہ دکھایا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے سامنے تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی تھی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے سامنے تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی تھی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے سامنے تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی تھی۔

غزوۂ تبوک

انفاق فی سبیل اللہ کی لاثانی مثالیں

غزوۂ موتہ نے اسلام کی عالمی اور عظیم قوتوں کا مقابلہ کیا۔ اس کے فوراً بعد فتح مکہ نے اسلام کو جزیرہ نمائے عرب کی غالب ترین قوت بنا دیا۔ اگرچہ ہوازن اور ثقیف کی مزاحمت نے بھی اپنی حیثیت کا لوہا منوا لیا تھا۔ غزوۂ حنین کو اسلامی تاریخ کا اہم غزوہ قرار دیا جاتا ہے۔ جنگ موتہ کے بعد رومیوں کو محسوس ہوا کہ اسلام اب ایک قومی کے مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ تین ہزار سپاہیوں نے دو لاکھ رومی فوجیوں کے مقابلہ میں مرنے مارنے کی جو قسم کھائی تھی اس کا اثر ان پر بھی پڑا تھا۔ اللہ کے ان سپاہیوں کو اس بات پر بھی یقین کامل تھا کہ ان معرکوں کا مقصد یہ ہے کہ اسلام تمام باطل ادیان پر غلبہ حاصل کرے اور دوسرے تمام نظاموں پر غالب آ کر رہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (۱)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے (دین کو) تمام (نظام) پر غالب کر دے۔ اور اس حقیقت پر گواہی دینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

---

(۱) الصف ۶۱

www.KitaboSunnat.com

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

والحیوٰۃ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ
الْمَاٰبِ ○ (۲)

انسانوں کے لئے مرغوبات نفس، عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے
ڈھیر، (اعلیٰ نسل کے) پلے ہوئے گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی
خوش آئند بنا دی گئی ہیں (مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہیں)
اور حقیقت میں اچھا ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
اس بہتر ٹھکانے کی نشان دہی کرائی ہے۔ وہ ٹھکانا تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ باغ کے باغوں
میں آسودگی ہے اور جنتی کی زندگی۔ اس عظیم کی زندگی میں پاکیزہ بیویاں رہنے والے ہی کے
لئے ہیں اور اللہ کی رضا سے مطمئن ان جنتیوں کے لئے اور اس جنتی کی جنت کے شامل

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (۳)

اور اس دنیا کی زندگی کیا ہے سوائے دھوکے کی ٹٹی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اور دھوکا ہونے کے ساتھ ساتھ اس دنیا کا سارا سرمایہ جو فساد فی الارض،
قائم داریوں، مظالمت کا سبب بنتا ہے کتنا بھدا اور کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو
ربانی پیغام لے کر انسانیت کی طرف آئے اس کی اصل واساس دنیا کی یہی بے قیمتی ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ
فَتِیْلًا (۴)

اے رسول کہہ دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت
تقویٰ اختیار کرنے والے کے لئے بہت بہتر ہے اور تم پر ذرہ برابر بھی
ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ آل عمران ۱۴

۳۔ آل عمران ۱۸۵

۴۔ النساء ۷۷

تقویٰ مومن کے مجموعی طرز حیات و عمل کا نام ہے۔ اس دنیا اور اس کی زندگی سے
اس اخروی بہتر تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے لئے ہر وہ حکم الٰہی کی تکمیل
اللہ ہے۔ اخلاق کا یہ راستہ ہے جس کی طرف کی جانے والی دعوت ... بھی کی جاتی
ہے۔ اس نوع کی آیات میں تقویٰ کی اصل کے ذریعے تقویٰ کی ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ
لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (۵)

جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی
ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی
میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس (عمل اور چیز) کو چاہتا ہے افزونی عطا
کرتا ہے اور وہ وسعت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علیم ہے۔ جو لوگ
اپنا مال رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرتے ہیں اور پھر نہ احسان جتاتے
ہیں اور نہ (کسی کو) ایذا دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے
اور انہیں نہ تو خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں انفاق کی برکات اس کے اخلاقی پہلو اور موثر ہونے کے اثرات
سب سمٹ آئے ہیں۔ زکوٰۃ و صدقات کی تکمیل اللہ کا ایک حکم ہے جسے اسلام کے ارکان میں شامل
کر دیا ہے۔ یوں انفاق فرائض میں بھی شامل ہے اور مسلمان کی اخلاقی صفات میں بھی۔
ان آیات میں اخلاقی پہلوؤں پر اصرار کیا گیا ہے۔ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے والے تو
کسی پر احسان جتائیں اور نہ ایذا رسانی کریں۔ احسان جتانا خود ایک ایذا رسانی ہے کیونکہ احسان
جتانے والا دوسرے کی عزت نفس سے کھیلتا ہے۔ اور انفاق کا بنیادی مقصد خود اپنی ذات کے

۵۔ البقرہ ۲۶۱، ۲۶۲

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکت

www.KitaboSunnat.com

انسان کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کے بعد اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اخلاق اور کردار پر مبنی وہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف بھی ہے اور آپ کی دعا بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر عطیات پیش کئے تھے۔ حضرت عاصم بن عدی نے ۹۰ بار یہ کھجور کے خانہ بدوش قبائل کے لئے وقف کر دیئے۔ مدینہ منورہ کی مومن عورتوں کے پاس جو تھا وہ انہوں نے پیش کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رات گزرنے کے بعد ایک کثیر رقم اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پیش کی۔ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رات گزرنے کے بعد ایک کثیر رقم اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پیش کی اور رات گزرنے کے بعد اس کو تقسیم کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو

www.KitaboSunnat.com

ایثار کی ہے دست حمر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرور عالم نے "اے فدا
اے وہ جس تک سے ترے دل کو ہے قرار
کھا ہے کچھ سوال کی نادر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
نی مرحل ضعف مال ہے فرزند زن کا حق
باقی رہ ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
رشتے میں وہ رشتہ ملت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
ہے تو اپنے ہاتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے بیش جہاں میں ہو اختیار
جلتی ہیں دوڑ ہم و دینار و رسوم جس
اب لم و ظلم و قاہر و جبار
ہے حضور چاہتے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدہ ور و بیدار فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

معیات رحمدلی کا اسلامی قوانین سے تعلق کتنا مضبوط اور مربوط ہے اس کی تفصیل بتانے سے پہلے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین نے مسلمانوں کے ہجوم سے پہلے ہی فارغ کر دیا تھا۔ ان میں سے بہت سے مسلمان تھے لیکن مزاج کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں نے ایک بار بھی شرکت کرنے والوں کے قلب و نظر کی دنیا بدل دی تھی۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور جان دینے کو یہ لوگ اللہ کے دوام تحفے

تھے لیکن تبوک تک کے طویل سفر کے لئے مسلمانوں کے پاس سواریاں نہیں تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو منافقوں کے علاوہ زاد راہ رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکنے والے کے بارے میں فرمایا کہ ان پر اعتراض کی گنجائش نہیں، اور ان کے لئے دعائیں کی جائیں گی کے اخلاق و اقدار اور اسلامی کردار کو قرآن عظیم نے ایسے آئینے میں یوں محفوظ کیا ہے کہ ایک آیت بیان کا دفتر بن گئی ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ (۲)

اور ان لوگوں پر بھی تعزیر اور مواخذہ کی گنجائش نہیں جنہوں نے خود حاضر ہو کر آپ سے سفر کے لئے سواریوں کی درخواست کی اور جب آپ نے کہا کہ تمہارے لئے جانے کے لئے سواریاں نہیں تو وہ لوٹ گئے اور اس طرح کہ ان کی آنکھوں سے رنج و غم کے آنسو جاری تھے (اور وہ اس بات پر افسردہ تھے) کہ وہ اپنے طور پر جہاد میں شرکت کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

اور ایک گروہ وہ بھی تھا کہ ان کے پاس زاد راہ اور وسائل تھے لیکن انہوں نے پیچھے رہ جانے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کو پسند کیا۔ قرآن پاک نے ان کے بارے میں واشگاف انداز میں فرمایا کہ طبع اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اس حقیقت تک پہنچنے سے ان کا روپ کس طرح اور کس حد تک ان کی بربادی کا سبب ہوگا۔ (۳) یہ لوگ اپنے خیال میں اس زعم میں تھے کہ بہانے کر کے اور عذر تراش کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کرتے۔ اللہ کا رسول ان کی منافقت سے خوب واقف تھا اور انہیں گھروں پر رہ جانے کی اجازت دے دیتا۔ ان پر دنیا کی آسائش سے

۲۔ التوبہ ۹۲
۳۔ التوبہ ۹۳

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کو بھی روانہ کیا اس لڑائی میں گھروں میں بیٹھ رہنے میں ملامت ہے۔

فرح المخلفون بمقعدهم خلف رسول الله وكرهوا ان يجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله وقالوا لا تنفروا في الحر قل نار جهنم اشد حرا لو كانوا يفقهون (۸۱)

یہ پیچھے رہ جانے والے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جانے کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر خوش ہیں۔ انہوں نے اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور لوگوں نے دوسروں سے بھی کہا کہ اس گرمی میں (جہاد کے لیے) مت نکلو۔ ان سے کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ تو اس سے کہیں زیادہ شدید اور گرم ہے۔ کاش یہ لوگ (اپنے نفع نقصان کو) سمجھتے ہوتے۔

غزوۂ تبوک کی بڑی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ منافقوں کے بارے میں تواضع کو اختیار کرنے والے رسول سے صاف صاف کہہ دیا گیا کہ آپ ان میں سے کسی کے لئے استغفار نہ کریں، کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں، کافروں کے ساتھ ساتھ منافقوں پر بھی شدید ہو جائیں (۹) اور وہ توبہ کی تعلیم غزوۂ تبوک کے حوالے کے ماسوا ممکن نہیں۔ اور سب ذوالجلال نے ان لوگوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے جو غزوۂ تبوک کے لئے اپنے معاملے اور بیعت کو ملتوی کرتے رہے تھے۔ ایک انصاری صحابی کی دو بیویاں گھر والوں کے سامنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت اور لشکر اسلام کی جانب سے تشویش کی جا رہی ہے۔ یہ منافق اس طرح کی باتیں کرتے اور [illegible] نے ان کی بڑی مذمت کی۔ ان منافقوں نے غزوۂ تبوک سے جان "چھڑانے" کے لئے جو عذر تراشے ان میں تساہلی، بے وفائی کے ساتھ ساتھ تکبر کا بھی پہلو تھا۔ وہ تکبر بھی کس کے ساتھ؟ اللہ کے رسول کے ساتھ۔ جب غزوۂ تبوک کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک جانے کے بجائے

۸۔ التوبہ ۸۱

۹۔ التوبہ ۸۴

قیس سے کہا کہ کیا تم راستوں سے بیوی کا راستہ رکھتے ہو۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ "یا رسول اللہ! مجھے معاف رکھیں۔ مجھے لشکر میں جانے دیں۔ اللہ کی قسم مجھے اپنی قوم جانتی ہے کہ عورتوں سے مجھے جتنی رغبت ہے کسی دوسرے کو نہیں۔ اب رومیوں کی گوری گوری عورتوں کو دیکھوں گا تو ہرگز نہیں رہ سکوں گا اور گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔"

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضا تھا کہ رومیوں سے ٹکرانے جا رہے اسلام پر باطن اور ظاہر سے اخلاق کی بندش ہے خوشی، بے دلی اور اطاعت رسول کی تصویر ہو۔ اس میں کوئی دنیاوی لالچ اور غرض نہ ہو۔ اس لئے سابق اور لاحق اور تبوک اور ایمان کے کمزور مسلمان بھی جھٹک کر الگ کر دیئے۔ ہم نے صرف نہ ہوئے اور فرار ہونے والوں کو ہم ردیف بنانے کے لئے تاریخی ترتیب بدل دی، مگر قارئین کرام غزوۂ تبوک کی یاد کریں جب کہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے محسن کی عظمت اور دین حق کی حقانیت اور تعصب کی مہم جاری کی جنگ پوری برتری کا نور پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب ہم قلعوں میں رہتے اور ہمارے تھیار بھی ناقابل شکست ہیں کہ سو برس تک سے دنیا میں کہ جو ہمارے ہی فرمانوں کو سر جھکا کر بجا لاتی رہی اور آئندہ بھی کون مقابلہ کرے گا۔ واقعی طور پر مسلمان یہ نکتہ بھول گئے تھے کہ فتح اللہ کی نصرت سے حاصل ہوتی ہے اور مسلمان کا کام تو فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر اپنا فریضہ انجام دینے سے تعلق رکھتا ہے اور جو اپنے اللہ اور اپنے رسول کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے اس طرح شوق و جذبہ سے مدینہ سے نکلے تھے۔ اگرچہ جنگی تقویم کے مطابق وہ ۱۵ رجب ۹ھ کا مہینہ تھا، سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ تمیں ہزار فوجی نفس انسانوں کا لشکر مدینہ سے نکلا۔ اس عالم میں تبوک کی طرف چلنا کہ دھوپ اور گھوڑے تھے اور اونٹ کم تھے کہ تقریباً تین سپاہیوں کے لئے ایک اونٹ تھی، زاد راہ کی بھی کمی تھی۔ پانی راستے میں کہیں کہیں کنوؤں میں نایاب تھا سواریوں کے لئے پانی کی کمی کے باعث ان میں سے کئی کو ذبح کر کے ان کے پیٹ میں جمع شدہ پانی نکال کر پیا گیا۔ اللہ ایسا پانی عطا فرماتا ہے جو قوی قلوب کے لئے ایک جسم میں پانی کا ذخیرہ کر دیتا ہے۔ پانی کی اس شدید قلت کے وقت اللہ کے رسول نے شدید دعا کی کہ یا اللہ! مسلمانوں کے لشکر میں ایسے مقام سے ایسے مقام تک کے ہر مخلص قوم کے افراد کی زندہ شہادت کا

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے۔ ان مقامات میں قوم ثمود کی نافرمانی بھی شامل تھی۔ قوم ثمود نے پہاڑوں کے تراش کر اپنے گھر اور محلات تعمیر کیے تھے۔ ان مکانوں کے مضبوط اور بڑے پتھروں کو یقین تھا کہ زلزلوں اور طوفانوں کو فنا نہ کر سکیں گے مگر جب عذاب الٰہی نے انھیں آن پکڑا تو وہ دنیا سے نابود کر دیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس مقام سے گزرتے ہوئے استغفار کریں اور بہتر دل سے ہی گزر جائیں۔ یہاں آرام کے لئے نہ ٹھہریں اور نہ یہاں کا پانی پئیں۔ پانی کی شدید حاجت میں عذاب الٰہی کی یاد اور اس کا خوف۔ کیا انسانی تاریخ کی کوئی دوسری مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن قیام فرمایا یہ بعض روایتوں کے مطابق بدھ کا دن تھا۔ دو دن تک اس علاقہ کی خبریں لی جاتی رہیں۔ مسلمانوں نے لشکر اور اردگرد کو دیکھ کر رومیوں نے فتح قبول اور اسلام کی۔ وہ جن میں اسلام کو فتح کرنے کا ارادہ تک کر رہا تھا اور سرحدوں سے اور پیچھے ہٹ گئے۔ مگر اس قصبے میں معرکہ موتہ کی یاد بھی تازہ ہوتی۔ تیس ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ فوج کی فتح قبول کے آگے بند باندھ دیا تھا۔ اب تو ہیں ہزار مسلمان رومی سرحد پر صف آرا تھے، پھر ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کیا حالت مسلمانوں کے حوصلوں کو بلند کر سکتی تھی۔

اس غیر معمولی حالات میں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کی رہنمائی اور اخلاقی تربیت جاری رکھی۔ تبوک میں ہی نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کے الفاظ مختصر ہے کی حکومت چودہ سو سال میں واضح تر ہوتی اور نئے سماجی اور سائنسی علوم آشکار ہوتے رہیں گے۔ آپ کے عہد سے دوری آپ پر ایمان لانے کے لئے ایک رکاوٹ بھی ہے مگر اس میں ان کے لئے تسکین کا پہلو ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے جو پہلو نمایاں ہوتے ہیں وہ بھی آپ کی رسالت کی ابدیت پر گواہی کا وجود رکھتے ہیں۔ یہ خطبہ ملاحظہ کیجئے:

اللہ کی کتاب ہر کلام سے بڑھ کر ہے (ابدی صداقتوں کی امین کتاب) اور بہترین طریقہ سب سے زیادہ قابل اعتبار بات ہے۔ محمد

ابراہیم سب بندوں سے بہتر ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور روشن ہدایت سب طریقوں سے بہتر ہے۔ اللہ کا ذکر سب سے زیادہ سچا اور شریف ہے۔ قرآن تمام عبادات سے پاکیزہ تر ہے۔ اللہ کی محبت کے کام سب سے بہتر ہیں۔ جو نئی بات نکالی گئی (بدعت) وہ سب کاموں میں بدترین ہے۔ سب سے اچھی روش (اور راہ) انبیاء کی روش ہے۔ شہد کی مکھی سب جانوروں میں سب سے بہتر ہے۔ دل کا بہترین اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ کل ناصح احوال میں سب سے بہتر ہے، جس پر لوگ (آسانی سے) عمل نہیں بہترین روش وہ ہے جو دل کا اندھا پن بدترین اندھا پن ہے۔ اوپر والا ہاتھ (دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (لینے والا) ہاتھ سے بہتر ہے۔ تھوڑا مگر کافی مال اس بہت سے مال سے بہتر ہے جو انسان کو غفلت میں ڈالے۔ جاں کنی کے وقت کی توبہ بدترین توبہ ہے، قیامت کے دن کی ندامت بدترین ندامت ہے۔ لوگوں میں سے کچھ ہمیشہ کی فلاح کے لئے آتے ہیں مگر ان کے دل پیچھے (دنیا میں) لگے رہتے ہیں اور بعض لوگ (یوں ہی) کبھی کبھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جھوٹی زبان (جھوٹ) بدترین خطا (گناہ) ہے۔ بہترین دولت دل کی دولت (اور تونگری) ہے۔ بہترین توشہ (اور زاد راہ) تقویٰ ہے۔ خوف الٰہی دانائی کا جوہر ہے۔ یقین دل میں جمنا۔ پانے والی بہترین چیز ہے۔ شک، کفر کی شاخ ہے۔ نوحہ جاہلیت کا کام ہے۔ چغلی (اور دھوکہ) جہنم کی آگ ہے۔ شعر میں بعض حکمت کی بات ہوتی ہے۔ (بہادر اور علمی جذبات بھڑکانے والا) شعر شیطان کا (فرمان) ہے۔ شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔ بدترین روزی یتیم کا مال کھانا ہے۔ سعادت مند ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔ اصل بدبخت (شقی) وہ ہے جو پیدائش ہی میں شقی ہو۔ عمل کا دارومدار

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اس کا بہترین انجام ہے، جھوٹا خواب بدترین خواب ہے، جو بات ہونے والی ہے وہ بہت قریب ہے (قیامت یا موت)، مومن کو گالی دینا فسق ہے، مومن کا قتل کفر ہے، مومن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانی اور معصیت ہے، مومن کا مال اسی طرح حرام ہے جیسے اس کا خون، جو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی انانیت اختیار کرے اللہ اسے بھلا دیتا ہے، جو دوسروں کی عیب پوشی کرتا ہے اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے، جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اسے معاف کر دیا جاتا ہے، جو غصے کو ضبط کر لیتا ہے اللہ اسے اجر دیتا ہے، جو مصیبت پر صبر کرتا ہے اللہ اس کے نقصان کی تلافی فرما دیتا ہے، جو عمل کرتا ہے اور اسے چھپاتا ہے اللہ اس کو لوگوں میں رسوا کر دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے اللہ اسے بڑھاتا ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اسے عذاب دیتا ہے۔

اور اس خطبے کے بعد سرورِ عالم ﷺ اور ہادیٔ امم ﷺ نے تین مرتبہ استفسار کیا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کچھ باتوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اور آپ نے ان فضیلتوں کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے جوامع الکلم کا ذکر فرمایا:

اعطیت بجوامع الکلم

مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے۔

راقم الحروف نے جوامع الکلم کے سلسلے میں ایک سلسلۂ مضامین شائع کیا تھا اور اب یہ سلسلہ بہت سے اضافوں کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہو گا۔ حافظ فضل الرحمٰن صاحب نے جوامع الکلم کا ایک مجموعہ شائع کر رکھا ہے۔ میں نے اپنے سلسلے کا "نظر ثانی" کا عنوان دیا تھا۔ لفظ نے ایک نظر سے میں سرورِ دو عالم کے معانی کے سمندر پیش کر دیے۔ لفظ، تلوک کا مطالعہ کرتے ہوئے احساس ہوا کہ لفظ، تلوک، جوامع الکلم کا تلوفا مجموعہ ہے۔ ہر نظر ایک بڑے خیال کا حامل ہے۔ ہر نظر میں بھی بڑی بات ہے لیکن جوامع الکلم کے

کلمات اور نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں ان کی کثرت نے ہمیں جامع معانی بنا دیا ہے۔ "اشرف الحدیث ذکر اللہ"۔ اس لحاظ سے ہر دوسرے کلمے کی بھی ضرورت ہمیں ہے۔ عالم اسلام کے علمی اور زبانوں میں یہ لفظ اتنی زبانوں سے ہم آہنگ ہو کر خوب سمجھے جاتے ہیں اور ضرب المثل کے درجے پر فائز ہیں۔ ذکر الٰہی تمام علموں اور باتوں سے افضل ہے۔ یہ ذکر ہمارے قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے۔ اسماء حسنیٰ ذکر الٰہی کا وسیلہ ہیں اور یہ ذکر ذات، صفات باری تعالیٰ کا حافظ کر لیتا ہے۔ ان کا ورد اور تسبیح ذکر کرنے والی کی نظر کے ساتھ تفکر و تعقل دلوں کو پاکیزگی کی گہرائیوں تک ذاکر کو پہنچا دیتا ہے۔

خیر الھدی ھدی محمد

سب طریقوں میں سب سے بہتر طریقہ اور روش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے۔

"سنت" کا لفظ اور اس کی جمع سنن اردو میں "مستعمل" ہیں۔ ہم "قرائن و دلائل" سنن رسول اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سنن ہو کہ وہ جیسے الفاظ اور تراکیب استعمال کرتے ہیں۔ سنت کا لفظ روش، طریق حیات، دستور کے معانی میں اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز حیات کے علاوہ یہ لفظ اللہ کے دستور، قاعدے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ اللہ کے قانون اور روش الٰہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش حیات (آپ کی "شمائل" آپ کی خلقت، آپ کا دہن سخن، آپ کا انداز تکلم، آپ کے بیان کردہ عبادات کے طریقے (بغیر وحی غیر) بہترین ہے اور آپ ﷺ نے سونے کی اجازت میں، اور دی حیات اور نجات ہے۔ یہ سب باتیں جنہیں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور بیان کی جاتی ہیں، اس لفظ کے تحت آ گئی ہیں۔

خیر الھدی ھدی النبی

سب سے بہتر راہنمائی دل کی نورانی ہے۔

یہ ایک نظر ہمیں انسانی اور حیات انسانی کی ایک بڑی صداقت کو بیان کرنے میں بے نیاز ہے۔ ہم ہر دور دیکھتے ہیں کہ انقلاب کے لیے کی جانے والی کوششیں ترقی کے نام سے

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکت

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اور انہیں ہاری، اخلاقی اور بے حیائی سے آلودہ رکھتے ہیں، سیاست دان اپنی سیاسی وفاداریاں بدلتے ہیں، اپنے اقتدار کی خاطر ملی اتحاد و یکجہتی کے بنیادی اصول کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں، کوئی دوست انہیں اقتدار سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا، وہ صداقت کو قتل کر کے اپنی کرسی کی سلامتی چاہتے ہیں۔ سرمایہ دار دولت کے انبار لگانا چاہتا ہے۔ چاہے سمجھنے کوئی کے قتل کر طرح دولت کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے، اس کے لئے وہ کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ نہیں ہوتی، بلکہ وہ خود ہی مقصد بن جاتی ہے، اور وہ اس لمحاتی امید کو بھول جاتا ہے کہ اسی دولت کی بدولت وہ جاگیردار سے اس کی پیشانی، اس کے پسینہ اور اس کا خون مانگا جائے گا۔ کارون اسی علمی کیفیت کا ترجمان اور رمز (Symbol) ہے۔ اخلاقی بیماری، روحانی کائنات میں ایسے ظلم ہوتے ہیں، اتنی آپ بیتیاں وجود میں آتی ہیں کہ ان کا بیان ممکن نہیں۔

صداقت کی وسعتیں

[illegible] قرآن مجید کا ایک بنیادی موضوع ہے اور تقریباً تمام قرآن کا خلاصہ ہے۔ قرآن کا مقصد انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا، اسلام پر ایمان لانا، اس کو قبول کرنے اور اسلامی ضابطۂ اخلاق کو اپنانے کے لئے ذہن کو آمادہ کرنا ہے۔ اس لئے ہر ایک اخلاقی وصف "صداقت" کی فضیلت اور اہمیت، پچھلے رونما ہونے والے تمام پیغمبروں کی آزمائش سے اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ ہر نبی کی آمد پر اس کی قوم نے اس کی صداقت کو تسلیم کرنے کے بعد بھی بدامنی کے باعث اس طرح ہو جاتی ہے کہ وہ نبی کے قتل اور جھٹلانے کا ارادہ کر لیتی ہے۔ "صداقت" اور "امانت" وہ اوصاف ہیں جو نبوت سے پہلے ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت اور آپ کو امتیاز عطا کرتے ہیں۔ نبوت کے بعد تو آپ کے صدق و امانت کی وجہ سے ہی آپ کی ہر بات سچ بن گئی۔ آپ کا ہر فیصلہ صداق قرار پایا۔ آپ کا ہر فرمان صداق قرار پایا۔ آپ کا سونا اور جاگنا، خواب صداق تھا۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ صداق تھے۔ آپ کی خاموشی صداق تھی، غرض آپ کی زندگی کا ہر لمحہ صداق تھا۔ آپ کے صداق کو اللہ تعالیٰ نے وحی متلو اور وحی غیر متلو (حدیث) کے ذریعے اس طرح پایا کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو راستہ دکھاتے رہیں گے۔ یہ ہیں اخلاق اور نجات کا راستہ۔

ساتھیوں اور ہمراہیوں کے علاوہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اسلام کو اپنی زندگی کا نظام بنانے والے مسلمان کی قدر کو ختم کرنے میں شریک ہو گئے۔ مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود [illegible] کے ذریعے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے والے نبی نے صداقت

www.KitaboSunnat.com

اخلاق محمد ﷺ قرآن عظیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

سے نوازنے کا اعلان فرمایا ہے۔ فرمانِ ربانی کی آیت یہ ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (۱)

اور اللہ نے ان تینوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ ان کی پریشانی یہ عالم ہو گیا کہ زمین اپنی فراخی و وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کی پکڑ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے اس وقت وہ خاص توبہ کے قابل ہوئے۔ بیشک اللہ بہت توجہ فرمانے والا (توبہ قبول کرنے والا) اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

ان آیاتِ ربانی کی صداقت جنہوں نے اپنے معاملوں سے دیکھی ہو چکے تھے۔ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم ان سے پچاس دنوں تک کسی نے کسی دوست اور کسی عزیز نے بات نہیں کی تھی۔ پچاس راتوں کے بعد ان کی بیویاں ان سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان تینوں کی زندگی کو اس حقیقت کا واسطہ چاہئے کہ اس کی کوئی مثال دنیا و انسان کی طویل تاریخ میں نہیں ملتی اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے جرم سے اس کی بارگاہ کا رجوع ہوا تو زندگی بھر بدل گئی۔ مدینے کے سارے مسلمانوں کے چہرے ان تینوں کے لئے اجنبی تھے۔ ایک ایک دن کی تنہائی کے گھروں کی طرف تھے۔ مسلمان ان تینوں کو ایک دوسرے سے ملنے دیتے تھے۔ عید بقر کے علاوہ ایسا جشن و میلہ کسی مسلمان نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اس عظیم واقعے سے کردار اور معاشرے کی تعمیر میں صدق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ انسانی اخلاق میں صدق بنیادی صفت ہے اور اس کے بعد ہی دوسری اخلاقی صفات آتی ہیں۔ اگر

(۱) التوبہ ۱۱۸

سچ تو یہ ہے کہ ان میں بیشتر صدق سے ہم رشتہ ہیں اور اس کا ثمر و پھیل ہیں۔ صدق قول کا ہو یا عمل کی ایسی بھی بول رہا ہے اور لوگوں سے سابقہ عمل یہ ہے جو صدق سے الگ ہو کر کوئی اہمیت یا معنویت رکھتا ہو۔ معاملات کی دنیا میں بھی صدق ہی ہے۔ رشتوں میں صدق سے اوتھ مقدس اور قریب ترین رشتے بھی کمل نہیں جانتے ہیں۔ صدق اخلاقِ الٰہی کا حصہ ہے اور اس نے اپنے کلام سے انسان کو بھی یہ خوبی رنگ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ کا قول سچا ہے، اللہ کے وعدے سچے ہیں، وہ اللہ ہی ہے جو اپنے رسولوں کے خواب کو سچا کر دکھاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ نماز کعبے کے طواف کا جو خواب دیکھا اس کی تعبیر صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضا کی صورت میں سامنے آئی۔ اللہ نے رسول اور مسلمانوں سے اسلام کی نصرت کا جو وعدہ کیا وہ مختلف صورتوں میں مختلف مواقع پر متشکل ہوا۔ کبھی فرشتوں کے نزول کی صورت میں، کبھی مسلمانوں کی بے مثال یا مردی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی فتح کی شکل میں اور کبھی مسلمانوں کے اکھڑتے اور اٹھتے قدموں کو پھر واپس جمنے کی طاقت عطا کر کے۔ اس دنیا کے معاملات کے علاوہ دوسرے اخلاقیات کی دنیا کے بعض حقیقتیں اور صداقتوں کا تعلق اللہ کے صدق سے ہے۔ قیامت کے برپا ہونے اور یوم حساب کی صداقت پر ہمارے ایمان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہمیں اللہ پر ایمان اور اس کی سچائی کے تسلسل پر یقین ہے۔ دوسرے دین کے علوم میں مستقبلیات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس علم کی بنیاد اسلام نے رکھی ہے۔ آنے والی زندگی پر ہمارا ایمان اس کا حکم ہے کہ ہم مسلمان اپنی آنکھوں سے آنے والی دنیا اور زندگی کو دیکھ لیتا ہے۔

اللہ تو اللہ ہے، اس سے بڑھ کر اپنی بات میں سچا کون ہو سکتا ہے اور اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا اور کون ہو گا (اور کون ہو سکتا ہے)۔

(۲) النساء ۸۷

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے اس صدق کو عالم انسانی میں انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے گئے
بھیجا اور ابدی مثال سے انسانوں کو بتایا کہ قول و عمل اور معاملات میں صدق کے دائرے کہاں
تک پھیلے ہوئے ہیں۔ صدق کے اثرات کتنے وسیع ہیں اور صدق کس طرح مومن اور خدا کے
درمیان اتصال کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت نجیب بن مالک اور ان کے رفقا نے
صدق کی خاطر کس طرح معاشرے میں تنہائی کے عذاب کو جھیلا اور پھر صدق ہی نے انہیں
عزت و سرخروئی کے معاشرے میں نظر کا محبوب بنا دیا اور وہ صبح نکھر کر نمایاں ہوگئی جب سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کریم ان کے چہروں پر پڑی ہوگی اور وہ بے اختیار ان کے منہ
کی روشنی کا کوہ بن گیا ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے عمل اور زندگی کو فرشتوں
کے سامنے اعزاز محسوس کرتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صدق
رسول کو اپنے صحابہ میں منتقل ہوتے اور دیکھ کر اس روحانی مسرت سے حاصل ہوتی ہوگی۔

یہ صدق کا کرب اور مخالفت کے طوفان مسجد ضرار کے انجام کے سامنے اور بھی
اہم ہو جاتے ہیں۔ یہ مسجد منافقوں نے اسلام کو ضرر پہنچانے کے لئے تعمیر کی تھی تاکہ یہ دارالاسلام میں کفر کی
ہدایت کا گڑھ بن سکے۔ منافقوں نے چاہا کہ ایک بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس مسجد میں نماز ادا کریں تاکہ انہیں "تقدس" حاصل ہو سکے اور مسلمان ان کے کفر و سازش کا
شکار ہو سکیں مگر وحی و نبوت سے بے خبر منافقوں کو کیسے یہ بات معلوم ہو سکتی تھی کہ رسول اللہ کے
نور سے چیزیں اور انسانوں کو دیکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کہ سے
واپس پر بلایا جائے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے
وحی الٰہی نے منافقوں کی چال اور سازش کا پردہ چاک کر دیا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ
اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (۳)

اور ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے ایک مسجد (مسلمانوں کو) ضرر

۳۔ التوبہ ۱۰۷

پہنچانے کے لئے بنائی ہے، کفر (کو تقویت پہنچانے) کی غرض سے اور
مومنوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی غرض سے اور اس غرض سے کہ
جو شخص اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے اس کے لئے
کمین گاہ کا کام کرے۔ اور یہ لوگ قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو بھلائی
کے سوا اور کچھ نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

جس شخص کی طرف اس آیت مبارکہ میں اشارہ ہے وہ ابو عامر راہب تھا جس کا تعلق
قبیلہ خزرج سے تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی "جنگ" کی شہادت قرآن
کریم نے دی ہے۔ وہ مسجد ضرار کے منافقوں اور بیرونی کارندوں کا راہنما تھا۔ وہ مدینہ منورہ
اسلام کے خلاف منصوبے بناتا رہتا۔ اس کے لئے مختلف کے مشرکین سے گھرے ہوئے تھے۔ اسی
کے ساتھ ساتھ قیصر روم سے اس کے تعلقات اسلام دشمنی کی بنیادوں پر استوار تھے۔ یہ شخص
اسلام کے خلاف ان قوتوں کے اتحاد سے ایک "گریٹر مڈل ایسٹ" (عظیم تر مشرق وسطیٰ) بنانا چاہتا
تھا۔ مسجد ضرار کی بنیاد بھی اسی منصوبے کا حصہ تھا۔ لیکن رسول جلیل کی حکمت اور تدبر کے آگے
منافقوں اور کافروں کا ہر کارنامہ ناکامی سے بھی زیادہ بڑھ کر ہوتا ہے۔ آج وحی الٰہی کی روشنی میں اس
مسجد کو ڈھا دیا گیا اور اس کو آگ لگا دی گئی۔ مسجد ضرار کی مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ
اسلام کے خلاف بعض سازشیں بہت مقدس نعروں میں ملبوس ہو کر سامنے آتی ہیں
اور دانش ابلیسی کا تقاضا ہے کہ ہم ایسی ہر سازش سے باخبر رہیں۔ یہ سازشیں "جہاد" کے مقدس
نام کا سہارا لے کر بھی سامنے آ سکتی ہیں یا اسلام کے خلاف سازش کو اعتدال پسندی اور روشن خیالی
اور آزاد خیالی جیسے اصطلاحات کے نام پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ

الفاظ کے پھندے میں الجھتا نہیں "مومن"

مطلب کے تمغے اور ہیروئی مقصد پر سازشوں کے پھندے لگاتار کھیل رہے ہیں
اور اب اس میں مسلمان ملکوں کے حکمران اور رائے عامہ کی تشکیل کرنے والے ادارے بھی شامل ہو گئے
ہیں۔ دانش فرنگی اسلامی اصلاح کا ایک جز ہے جس کی وجہ سے ایسی سازشوں کو ختم کیا گیا ہے
اور کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی فتح مبین ۔ فتح مکہ

صلح حدیبیہ کے واقع پر سورہ الفتح نازل ہوئی تھی۔ یہ مومنوں کے لیے سرور و تسکین تھی جو صلح حدیبیہ کو اپنی "ہیبت" سمجھ کر بددل ہو گئے تھے۔ ان کو صلح جیسے حالات میں خالق ارض و سما کی غیبی مدد کی توقع سے حوصلہ ملتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ واقعات نے اپنی معنویت کو مسلمانوں پر آشکار کرنا شروع کیا اور وہ بات ہوا واضح تھی۔ واضح تر ہوتی گئی کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے وعدے، اس کی پیشین گوئیاں، اس کی خطوط جیسے سب علم الٰہی کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا ایک معرکے میں مسلمانوں کی فتح کی خبر نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کی فتح کی خبر ہے۔ اس فتح مبین کا سلسلہ صلح حدیبیہ سے شروع ہوا اور فتح مکہ کے آگے مرحلے کا نام فتح خیبر ہے۔ یہ فتح قریب صلح حدیبیہ ہی تھی۔ اسی لئے اس میں صرف اصحاب بیعت رضوان کو شرکت کی اجازت دی گئی اور فتح خیبر ہی فتح مبین کا حصہ تھی یا وہ جس کا وعدہ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط اور صلح کی ایک اضافی خلاف ورزی سے ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق قبائل عرب کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیف بن سکتے ہیں۔ بنو خزاعہ قریش کے ساتھ شریک عہد ہو گئے اور بنو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی کو ترجیح دی۔ ان دونوں قبائل کے درمیان عرصہ دراز سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ بنو بکر نے اپنے خود ساختہ اندازوں کے مطابق قریش کے ساتھ اپنے عہد کو توڑنے سے بڑا فائدہ سمجھا۔ ان کا اندازہ تھا کہ مسلمان ابھی اور قریش اور

دوسرے حلیف قبائل کے خون سے ہولی کھیلنے کی مدد سے گریز کریں گے۔ ان کے اس قیاس کی وجہ شاید صلح حدیبیہ کی تحریر کے وقت کفار مکہ کے بیٹے حضرت ابوجندل تھا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور کفار نے انہیں بیڑیاں پہنا کر زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ حضرت ابوجندل کسی طرح حدیبیہ پہنچ گئے۔ سہیل نے کہا کہ معاہدے کے مطابق ہمارے آدمی کو ہمارے حوالے کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی صلح نامہ پر دستخط نہیں ہوئے ہیں اور صلح نامہ مکمل نہیں ہوا ہے، مگر سہیل نے کہا کہ پھر معاہدے کو منسوخ سمجھا جائے۔ مسلمانوں کے لئے یہ بات سخت ناگوار تھی۔ مسلمانوں کے دل تو ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ وہ ایک مسلمان کی اسیری کو اس پر جبر کے ماحول میں صلح پر تیار نہ تھے۔ مسلمانوں کے جذبات ان کے چہروں سے آشکار تھے، مگر اللہ کے نور میں واقعات کو دیکھنے والے رسول نے سہیل کی بات مان لی اور ابوجندل سے فرمایا کہ صبر کرو۔ اللہ تمہارے لئے کوئی صورت پیدا کرے گا۔ سہیل نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تھپڑ مار کر ایک شاخ توڑ کر ضرب لگائی۔ اس پر مسلمان رونے لگے۔ یہ سب ابوجندل کے پیچھے پڑ گئی تھی ایک بیعت رضوان میں شریک ہر فرد نے اس کی اذیت اپنے چہرے پر محسوس کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام اور آپ ﷺ کے حق پر ہونے کے یقین نے انہیں خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نظم و ضبط اور اطاعت رسول اخلاق کی صفت ہی نہیں بلکہ ایمان کا حصہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے غیر متوقع واقعے نے بنی بکر کو کسی خزاعہ پر حملہ کرنے کی جرأت دلائی۔ مسلمان اپنے حلیف قبائل کی حفاظت کی ذمہ داری کرتے تھے۔ صلح نامہ پر دستخط نہیں ہوئے تھے مگر وفاداری صلح پر لازمیت کا اطلاق ہو چکا تھا اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو صلح کی تجدید فرمائی اور شرائط صلح کا احترام فرمایا۔ صلح حدیبیہ شرائط نامہ کی شروعات کی پہلی پاس داری کو جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ بنی بکر نے مسلمانوں کی کمزوری سمجھتے ہوئے ان کے حلیف بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ خزاعہ وتیر نامی مقام پر آباد تھے۔ بنو بکر نے ان کے مسکن پر شب خون مارا۔ کئی لوگ مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اس حملے میں قریش کے چند سردار اور افراد بھی شریک تھے اور قریش نے بنو بکر کو اسلحہ بھی سپلائی کیا۔ خزاعہ نے حرم میں پناہ

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکت

www.KitaboSunnat.com

مگر بنو بکر نے حرم کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے وہاں بھی بنو خزاعہ کے افراد کو قتل کیا۔ اس عہد شکنی کے واقعے اور بنگاے کے بعد عمرو بن سالم خزاعی اور اس کے ساتھیوں نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی اور سارے واقعے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور عرض کیا کہ معاہدے کے مطابق ہماری مدد فرمائی جائے۔ معاہدے اور عہد و پیمان کو پورا کرنا تو اسلامی اخلاق کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اسے مسلمانوں کی شناخت قرار دیا ہے اور اس کی فرضیت کو آشکار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ایفاے عہد کا رنگ بہت نمایاں ہے۔ سورۂ المائدہ کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (۱)

اے ایمان والو اپنے عہد و پیمان پورے کرو۔

قرآن کریم ایک زندہ اور جاوداں معجزہ ہے۔ اس کا ہر لفظ ایک جہان معانی اپنے دامن میں رکھتا ہے اور اس کا ترجمہ ناممکن ہے، ہاں اس کے مفاہیم کی ترجمانی اللہ کی مدد سے کی جا سکتی ہے۔ عقد کے معانی میں پختہ عہد و پیمان کا معنی شامل ہے۔ عہد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں عہد الست بھی شامل ہے۔ وہ عہد بندگی جو ساری انسانی ارواح نے اپنے رب سے کیا تھا۔ اس کے معانی میں احکام الٰہی بھی شامل ہیں جو کہ پورا کرنے اور پیروی کرنے کے عہد کا دوسرا نام ایمان ہے اور اس میں وہ تمام عہد اور معاہدے شامل ہیں جو انسان ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ ہر شریف قوم اور انسان کو ان معاہدوں کی پابندی کرنی چاہیے مگر اہل ایمان کو تو اس کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کے ہر حکم کی بجا آوری دائرہ ایمان میں داخل ہے۔ عقد کے لفظی معنی کے مطابق عقد (جمع عقود) وہ بندش ہے جس کے اہل ایمان پابند ہوتے ہیں اور یہ پابندی وہ اپنی جان کی قیمت پر بھی پوری کرتے ہیں۔ عہد کی پابندی، ایمان کی بنیادی شرائط سے ایک ہے اور اسے پورا کیے بغیر کوئی مسلمان، محسن اور متقی کے درجے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ سورۃ البقرہ میں نہایت وسیع پس منظر میں مسلمانوں کی دوسری اخلاقی صفات کے ساتھ پابندیٔ عہد کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری صفات ہم رشتہ ہیں اور ان ساری صفات کی نمود

۱۔ المائدہ ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات میں اس طرح ہوئی ہے کہ وہ ابدی طور پر اسوۂ حسنہ کی صورت میں اہل ایمان کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (۲)

ساری نیکی مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینے میں نہیں بلکہ حقیقی نیکی تو اس شخص میں ہے جو اللہ پر، یوم قیامت پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب (کتابوں) پر اور انبیا پر ایمان لایا، اور جو مال سے محبت کے باوجود اہل قرابت، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے، اور جو اپنی دولت غلاموں کو آزاد کرنے پر صرف کرے، اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور جب (کسی سے کوئی) عہد کرے تو اسے پورا کرے اور تنگ دستی اور تکلیف میں اور جنگ کے ہنگام پر صبر کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کو اختیار کیا اور جو متقی ہیں۔

اس آیت شریفہ نے اس حقیقت کو آشکار کر دیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ جو اپنے اپنے قبلے کو بڑی اہمیت دے رہے تھے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں تھا اور بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنانا بھی دوسری اہم مصلحتوں کی بنا پر تھا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب امامت اقوام حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے رسول آخر کے توسط سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ اب قبلہ تو امت کی یک جہتی کا نشان ہے ورنہ اصل اہمیت تو ایمان، عقائد، اخلاق اور

۲۔ البقرہ ۱۷۷

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

معاملات کو حاصل ہے۔ اور پھر بے مثیل نے ان اچھائی اور اخلاقی صفات کو بیان کیا ہے تو ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ ان صفات میں ایسے سے عہدہ کو اتنی بلندی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے سے عہد کا حکم دیا گیا ہے اور عہد سے انحراف کرنے کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد منافقت کو قرار دیا گیا ہے۔ انہیں عہدوں میں سے ایک عہد وہ عہد بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے اور جو آخری نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور حق کی سربلندی کے لئے جان قربان کرنے کا عہد لیا ان کے حق میں فرمایا گیا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (۱) (۳)

وہ لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس (اور اپنی ذات) سے عہد شکنی کرتا ہے اور جو اپنے اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔ اللہ عنقریب اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں عہد سے ایسے عہد کو شخصی اخلاق کے ساتھ ساتھ اجتماعی اخلاق کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سماج و معاشرہ تشکیل فرمایا کہ آپ کا اخلاق معاشرے کے افراد اور پورے معاشرے میں جھلک اٹھا ہے۔

عرب میں سماج کی زبوں حالی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہو گئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا نصرت نصرت۔ تیری مدد کی گئی۔ تیری مدد کی گئی۔ آپ ﷺ کے ان الفاظ نے قریش کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ یہ بے مثیل کا فیصلہ تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوا۔

اور آپ کا وفد مسلمان ہو کر لوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی

۳۔ الفتح ۱۰

اللہ عنہا سے فرمایا کہ خاموشی کے ساتھ سامان درست کریں۔ ادھر قریش مکہ کو معاملے کی نزاکت کا احساس ہوا انہوں نے مجلس مشاورت منعقد کی کہ کس طرح معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام لگایا جائے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ معاہدہ کے لئے مدت مقرر کی گئی کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں کو کسی اس بات کا یقین تھا کہ بنو خزاعہ اور دیگر اسلحوں کے دیوان محفوظ رہیں گے خواہ حالات کتنے ہی سنگین ہوں۔

معاملات اور اسلحہ مدت مقررہ آنے اور کاموں کے اس شعر کے ایک رخ کا ذکر ضروری ہے کہ وہ اخلاق و کردار معاشرہ کی زندگی کا ایک باب ہے۔ اسلحہ مدت مقررہ کے بعد ہی نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نے مکہ میں آنے اور اس پر قبضہ کا پروگرام ترتیب دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ وہ اللہ کے پاک گھر کے پاس کسی کو بھیج دیں اس کے اس قدر پر کیوں جائیں گے۔ یہ چھوٹا سا واقعہ اخلاقی اور انسانی عظمتوں پر کتنا روشن باب ہے۔ اصل عظمت خوبصورت اور عمدہ لباس سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ یہ گہری انسانی عمل سے اور خوبی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر اخلاقی سطح پر یہ بات سامنے آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی دیوان کو اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ اپنی ذات سے بھی عزیز ہوتے ہیں اور ان کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اخلاقی اور انسانی سطح پر یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ باپ ایسا کوئی معاملہ پیش ہو تو محمد ﷺ اخلاق و حسن تعلیم انسان کے دماغ ہے اور یہی حقیقی اخلاق ہے کہ اس نبی پر درود و سلام ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عمرہ کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ کہ مکہ پر فوج کشی کا ارادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ دخول مکہ کرام کے لئے آپ کے غلام اور اللہ کے محبوب ہونے کے باوجود آپ ان کے یاور ہونے سے پہلے ان کے سر پر جا پہنچیں۔ عمرہ کی تیاری کے علم پر آپ نے رمضان ۸ھ کے آغاز پر دس صحابیوں کا ایک دستہ بنو سلیم کی طرف بھیجا۔ قریب و جوار کے علاقوں میں یہ خبر گشت کرنے لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علاقے کا رخ کرنے والے ہیں۔ ادھر یہ خبریں گشت کر رہی تھیں اور ادھر اسلامی لشکر اپنے پڑاؤ کر رہا تھا۔ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجیں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

رب کریم نے اپنے رسول کی دعا قبول کی اور اہل مکہ کو اس ہزار جانوں پر مشتمل اس لشکر کے ذریعے ہلاک اور رسوا کی نوید سنا دی۔ مکہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے جو اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے۔ چار سال کے طویل عرصہ کے بعد ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی امیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیتیں پہنچائی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ قریبی رشتہ سے آپ کے بھائی ہیں اور اسلام لانے کی شدت سے متمنی ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کو سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کریں کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے کہا تھا۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ (۹۱)

اللہ کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر بڑی عظمت دی اور سچ ہے کہ ہم ہی خطاوار تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر اپنے آپ کو وہی جواب دیا جو آپ نے اپنے دونوں بھائیوں کو دیا تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۚ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معافی عطا فرمائے، تمہیں معاف کرے، وہی رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

جس نبی نے مکارم اخلاق کی عملی مثال سے اپنی قوم کے سامنے پیش کر دیا اور جس رحمت

۹۱ سورہ یوسف آیت ۹۱
۹۲ سورہ یوسف آیت ۹۲

صلی اللہ علیہ وسلم مجسم مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس طرح کہ آپ کا وجود ہر دور کے انسانوں کے لئے ایک مثالی نمونے کی صورت میں زندہ رہے۔ تمام انبیاء آپ کے اخلاق اور عادات کے تذکرے میں اعلیٰ ترین خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگزر اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد تازہ کر دی جس سے بڑھ کر مثال ممکن نہیں اور لا تثریب علیکم الیوم کی دلکشی پر ہر زمانہ کی تاریخ کے تسلسل کی ایک گواہی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مثال سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر کو بھی عزت عطا کی ہے۔

اسلامی لشکر ابوسفیان کی طرف سے بے خبری سے بڑھتا رہا اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کی چند لمحوں کی قبولیت کو قبیلے کے قبیلے پہنچتے رہے۔ کہاں یہاں تک کہ یہ قافلہ ہزار کی تعداد میں مکہ پہنچ گیا۔ یہاں اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا۔ جیسے ایک دوسرے سے قدرے فاصلے پر لگانے گئے اور جب ان ہزاروں جانوں میں مشعلیں روشن کی گئیں اور کھانا پکانے کے لئے چولہے جلائے گئے تو مر الظہران وادی کا فاصلہ میں چراغاں سا ہو گیا اور اس چراغاں میں اہل ایمان کے چہروں اور دلوں کی روشنی بھی شامل تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرے کے انتظام پر مامور فرمایا۔ وہ خراش کے قبیلہ بنو کعب کے ساتھ مل کر اس کام پر مامور ہوئے۔ ابوسفیان کی تلاش میں بہت پریشان تھے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ نے ان تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے کی خبر مکہ کی طرف پیش قدمی کی قبروں کو پہنچنے سے روک رکھا تھا مگر دور دور تک لوگ مکہ کی وادیوں سے نکل کر خیمے گاڑنے لگے تھے۔ اس وقت بھی ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء مکہ سے باہر نکلے تو انہوں نے مر الظہران میں دشمنوں کا شمار دیکھا۔ ابوسفیان اور بدیل ایک دوسرے سے بات کرنے لگے کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ کہیں بنو کعب کی تمنا پوری تو نہیں ہو گئی۔ اسی اثنا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہونے کے لئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان کی آواز سن کر اسے آواز دی کہ او حنظلہ تم یہاں پر کیا کر رہے ہو۔ ابوسفیان نے جھانکا تو کہا کہ ابوالفضل تم یہاں آ گئے۔ حضرت عباس نے ابوسفیان اور بدیل کے قریب پہنچ کر کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے اور یہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری بات نہیں مانتے اور تمہارے ساتھ نہیں چلتے۔ ابوسفیان نے عرض کیا کہ اب کیا ہوگا؟ اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے دل کی دنیا اسلام کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے نہیں پایا تو گردن مار دیں گے۔ اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا اور خود پیچھے پیچھے پیدل چلتے رہے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو گھوڑے پر بٹھایا اور ان کی گردن مارنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عباسؓ نے فوراً پہچان لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ عرض کیا کہ ابوسفیان کو امن دے دیں۔ آپ نے ابوسفیان کو امن دے دی ہے اور اسلام کی حقانیت دیکھ کر اس کو بڑی پریشانی ہونے لگی ہے۔ لڑنے بھی نہیں دیا جا رہا۔ ساتھ میں حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کے قتل کی اجازت مانگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جائیں۔ صبح اللہ کے رسول سے ملاقات کرائیں گے۔ ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جانے کے بعد حضرت عباسؓ نے سوال کیا کہ کیا اب بھی تمہارا دل نہیں مانتا کہ اللہ کے رسول ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ اس بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اگر اللہ کے رسول ہوتے تو ان کی فوج ہم سے زیادہ ہوتی۔ ہم سے زیادہ طاقتور ہوتے۔ ہم سے زیادہ دشمن ہمیں ختم کرنے کے لئے ہر وقت حاضر ہے لیکن آپ اس صورت حال پر کوئی اہمیت نہیں فرماتے۔ اس وقت بھی آپ نے اپنی فوج کو روک کر فرمایا کہ تبلیغ و دعوت کی ہوس میں اپنی جان نہیں گنوانا۔ ہمارے لوگ جو نکل آئے ہیں کہ اللہ کے رسول آپ کو قتل نہیں ہونے دیں گے تو توحید کی طرف بلاتے ہیں اور اس صورت حال کو توحید اور اللہ کے معبود مستقل ہونے کی دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ ابوسفیان نے جو جواب دیا وہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا بہت خوبصورت نمونہ بھی ہے اور معجزات میں سے ایک معجزہ اور پیشگوئی کا ظہور بھی۔ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ کتنے کریم ہیں اور حلم بھی آپ کو کتنا ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہوتا تو آج اپنے پرستاروں کے کام آتا۔ توحید کے قرار کے بعد اب اقرار رسالت کا مرحلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد درجے حلم کے ساتھ فرمایا "اے ابوسفیان! تم پر افسوس۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ میں اللہ کا رسول ہوں"۔ اس موقعے پر ابوسفیان کی جان کی دو ہی راہیں تھیں۔ اس کی دنیاوی اور موت کا فیصلہ اور اس کے جواب پر منحصر تھا۔ اس نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس

بارے میں مجھے کچھ تردد ہے"۔ اس جواب میں بھی کریم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی، شفقت اور دلداری پر ایک دلکش کی تبسم بھی شامل ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کسی بھی مرحلے پر تلوار کے زور پر نہیں پھیلا۔ اسلام حالات اور لوگوں کی طبیعت پر دلیل و نظر کی شہادت کا نام ہے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کے تذبذب کے جواب میں اسلام اور تبلیغی مشن جنگ کے حوالے سے یہ کلمہ ادا کیا کہ اللہ نے تم لوگوں کی سازشوں اور تدبیروں کو کس طرح ناکام بنا دیا۔ آج تم جنگ کے بغیر کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو گئے ہو۔ کیا اب بھی تمہارا تذبذب باقی ہے؟ اس واقعے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کا انجام کار دنیا و آخرت میں ہر لحاظ سے خسارہ ہی ہے۔ اب تمہارا مستقبل بہتر ہو گا اور یہ مذہب دائمی ہو گا۔ اخلاق ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اس تبدیلی کے بعد کہا کہ میں اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔

حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کا اسلام لانا فخر کا باعث ہے۔ ابوسفیان جاہ پسند اور خود پرست ہے اس کی تالیف قلب کے لئے کچھ کرنا مناسب ہو گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اعلان کروا دیا جائے کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو مسجد الحرام میں پناہ لے گا اس کے لئے امان ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔

امان کے اس اعلان پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابوسفیان کے گھر کو امان کا مرکز قرار دینے کی کوئی سیاسی مصلحت نہیں تھی۔ اس میں ابوسفیان کے اکرام کے ساتھ ساتھ مسجد الحرام اور بیت اللہ کی حرمت کو بھی شامل کر لیا گیا۔ اسلام امن پسند دین ہے اور مسجد الحرام اور بیت اللہ اس کا مرکز ہے۔ اطمینان ہے جو اس میں داخل ہو اس نے امن پا لیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ دروازے کی جان کا اختیار دیکھنے کی بھی نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اسے امن مل گیا۔ یہ ایک اصل ہے۔ رسول کا حقیقی وارث قرار دیا گیا ہے کہ جس امت میں بادشاہ، تاج کے علاوہ بھی ہوتے ہیں اس میں قربانیوں اور عزت داروں کی آبرو خاک میں مل جاتی ہے لیکن ایک رسول ہے جس

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

شرمیں فوج کے طور پر داخل ہوتے تو اس شان سے کہ اس سر پھرے ہوتا ہے اس کے لب پر اللہ کے ذکر کے شبحات جاری ہوتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھوں پر نثار ہوتے ہیں کہ اس اپنی امت اور ملت کا احسان دیتے ہیں۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا تو اس کے لئے راستہ ہموار نہ تھا۔ سارے اخلاقی قوانین کی توڑ پھوڑ ہو رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان کو لے کر پہاڑ کے اس پار کے اور قریب کھڑے ہو گئے جہاں سے مسلمانوں کے فوجی دستوں کو گزرنا تھا۔ قبائل قبائل اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ اس تنگنائے سے گزرنے لگے۔ پہاڑ کے اوپر سے گزرنے والے فوجی دستے بھی بہت اونچا معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ کوئی شخص دوسرے کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ ہر قبیلہ اپنے علم کے اعتبار سے روشنی کر رہا تھا۔ مگر اس میں بھی کچھ قبیلے خود اپنی اور اپنے لشکر کی قوت کا اظہار کر رہے تھے اور روشنی کے پرچم کثرت میں وسعت کی علامت تھے۔ جس قبیلے کا جھنڈا سامنے سے گزرتا حضرت عباس حضرت ابوسفیان کو بتاتے جاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ اور وہ بھتیجے ہونے کے ناطے اس تمہارے سامنے سے گزر رہے ہیں۔ یہ سلیم کا قبیلہ ہے۔ یہ مزینہ کا قبیلہ ہے۔ یہ جہینہ کے لوگ ہیں۔ یہ سعد بن ہذیم کے لوگ ہیں۔ یہ انصار کا دستہ ہے۔ یہ مہاجرین کا دستہ ہے۔ یہ سعد بن عبادہ کا دستہ ہے۔ یہ سعد بن معاذ کا دستہ ہے۔ یہ خالد بن ولید کا دستہ ہے۔ یہ زبیر بن عوام کا دستہ ہے۔ یہ ابوعبیدہ بن الجراح کا دستہ ہے۔ یہ علی بن ابی طالب کا دستہ ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (۶)

اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان کے لئے نرم خو ہیں اگر آپ ان کے لئے تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔ آپ ان کی کوتاہیوں سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور انتظامی معاملات میں ان سے مشورے کریں۔

اسلامی لشکر جو حکم اور ترتیب کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں داخل ہوا۔ خدا نے چاہا یہ اللہ علیہ وسلم کا حکم پایا کہ وہ یہ لوگ جنگ سے شہر میں داخل ہوں۔ اس لڑائی میں قریش سے ۷۰ بھیجے گئے اور ۷۰ قتل۔ حضرت خاتم کو ہدایت کی گئی کہ ان عادت کی حالت میں کسی کو فرار پانے کے خلاف کامیل نہ کرے لیکن ان کا راستہ روکنے والوں اور مزاحمت کرنے والوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ لشکر مسلمانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل، ہر حکمت عملی اور ہر تدبیر میں کوئی نہ کوئی حکمت اور اخلاقی سبق اللہ سے لئے موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت عام تک آغاز کو ہی مقابلے کیا تھا۔ یہی الاسلام نے آپ کے اللہ کو ان کو کہا تھا کہ تمہارا مقابلہ ہمیں۔ خدا نے ان عادت کہا اور یہی آج کے دن اس دعوت کی نصرت کے موقع پر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو قرآن کریم میں چھپا ہوا گیا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو درے کے بالائی حصے سے قوس میں داخل ہوا تھا۔ ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ کے بالائی حصہ دار ہیں جہاں آج رمضان المبارک میں جبل رحمت کے لئے جانے والے اپنی گاڑیاں پارک کرتے ہیں۔ اس علاقے کو آج رمضان میں حاجیوں پر گزرتا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم تک لشکر کے بالائی علاقے میں لہرا رہا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے وہ صحابی رضی اللہ عنہ جنگ کر لشکر سے الگ ہو گئے اور انہیں قریش نے شہید کر دیا۔ حضور کے خاتم پر قریش نے سیف اللہ کا ساتھ دیا

۱۔ آل عمران ۱۵۹

پایا۔ جو اپنی کارروائی میں قریش کے بارہ آدمی مارے گئے اور قریش بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس بھاگ کھڑے ہونے والوں میں عمر بھی شامل تھے۔ آج کون تھا جو اسلام کی نصرت اور تقویت الٰہی کا راستہ روک سکتا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے کون چنا کر یہ بھرپور کامیابی نصیب کی۔ آپ کے قیام کے لئے ایک ٹیلہ بھی نصیب کیا۔ جس پر صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں تشریف فرما قیام فرمایا اور پھر ساتھیوں کے جلو میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ یہ وہ انصار مہاجرین تھے جنہوں نے حق کی سربلندی کے لئے سب کچھ قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا اور جس کے عمل اور عقیدہ ایمان نے ان کے لئے ہدایت اللہ کے دروازے کھول دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے مومنوں میں داخل ہونے کے بعد کھلے کا رخ کیا۔ کہ اسوہ آپ کے ہونے کا کی ہی سے منظر تھا۔ آپ نے مجرد سوچ دے کر کہا کہ یہ خاتم النبیین شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک کمان تھی۔ آپ اس کمان سے تیر اندازی کی مشق فرما رہے تھے۔ تیر چلاتے اور قرآن حکیم کی آیات آپ کے لبوں پر تھیں۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا (۷)

تم نے نہیں پھینکا جب تم نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا اور مومنوں کو اس سے اچھا صلہ دینا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ صلی اللہ علیہ وسلم نصرت کے لئے تیر اندازی سے مدد کے لئے ہاتھ بڑھا رہے تھے تو وہ آیات قرآنی آپ کے لبوں سے ادا کی جا رہی تھیں۔

وَإِذْ جَعَلْتَ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ (۸)

اے نبی جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔

بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ (۹)

ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ اسی دم تم پر حملہ آور ہوں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا جو نشان زدہ ہوں گے۔

وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم

۷۔ الانفال ۱۷

۸۔ آل عمران ۱۲۴

۹۔ آل عمران ۱۲۵

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاق کا قرآنی تصور ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو
قوموں قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں اللہ
کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی
اور پرہیزگار ہے۔ اللہ سب سے زیادہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

نبی آخر کی مساوات اور گروہی تعصب کی بیخ کنی کا تقویٰ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرنے والے اور جہاں تک معلوم ہے معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے سوال کیا تھا۔ اے قریش! تم آج کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ آج کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ یہ محض ایک خطیبانہ انداز تکلم ہی نہیں تھا بلکہ ایسا سوال تھا جو قریش کی معلم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی تمام پچھلی زیادتیوں کے رد عمل اور بدلہ کا جائزہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ حکم و معلم کے یہ دو سال ایک آن میں نظر کے سامنے سے گزر گئے۔ وہ مجمل انداز اور آداب جن میں قریش کا یہ جواب حرم پاک کی فضاؤں نے سنا۔ آپ کریم ہیں اور ہم سے ہیں، آپ کی ذات بھی کریمانہ ہے اور کریم ہی کرم کے انداز جانتا ہے۔ پھر حرم میں سناٹا چھا گیا اور اس سناٹے اور خاموشی میں لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کی آوازیں بھی جیسے سنائی دے رہی تھیں اور اس خاموشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نے توڑا۔ میں آج تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے صدیوں پہلے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لاتثریب علیکم الیوم آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب جو قرآن کریم کی اس آیت میں آیا ہے۔ خطوط کر دی صدیوں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور فتح مکہ کے یہاں منظر میں تم دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح عظیم کا یہ اعلان بھی لاتثریب علیکم الیوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی رویہ کی بازگشت میں قرآن کہہ رہا ہے اور اخلاق کے عظیم سلسلے کا یہ گوشہ مکمل کا ہو جاتا ہے اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ قریش سے خطاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحن حرم میں بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے قریب تھے۔ یہ بات تو نہیں کہی جا سکتی تھی اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہا جا سکتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ مختلف روایتوں کے مطابق دونوں نے آپ سے خانہ کعبہ کی کلید برداری کے اعزاز کے حصول کی درخواست کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان بن طلحہ کہاں ہیں۔ وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کلید کعبہ ان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ چابی تمہارے ہی خاندان کی امانت ہے۔ آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔ یہ چابی ہمیشہ کے لئے تمہارے (خاندان کے) سپرد کی جاتی ہے۔ یہ ایک امانت ہے جو تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور جو اسے ظلم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے روز وہ جن مردوں اور عورتوں کے قتل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا تھا۔ ان میں سے چار مرد مستثنیٰ قرار پا گئے اور چند کو تو خود صحابہ کرام نے قتل کر دیا جو آپ نے منظور فرمایا۔ جو بچے تھے وہ سزا سے بچ گئے۔ جس میں عکرمہ بن ابی جہل اور کعب بن زہیر بھی شامل تھے۔ عکرمہ یمن بھاگ گئے تھے۔ ان کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے لئے امان طلب کی وہ ایمان لانے کے بعد مکہ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ان کی موت بھی ان کے ایمان اور صداقت کی گواہ ہے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر لکھتے قصیدہ لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قصیدہ سماعت فرما کر انہیں ایک چادر عنایت فرمائی اور یہی قصیدہ قصیدہ بردہ (اول) کے نام سے مشہور ہے۔

فتح مکہ کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمانے کے بعد آپ نے مکہ معظمہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ وہ حرمت جو قیامت تک قائم رہے گی۔ اس حرمت کے سارے ہی پہلو اخلاق سے متعلق ہیں۔ مکہ کی حرمت انسانوں اور جانوروں ہی کے لئے نہیں بلکہ نباتات کے لئے بھی اپنے دامن میں امن رکھتی ہے۔ اہل ایمان کے لئے صدہا برس تک کسی کا خون بہانا حرام ہے۔ صدہا برس تک درخت کاٹنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ ازخر کاٹنے کی اجازت اس طرح دی گئی ہے کہ وہ اذخر جو گھروں میں استعمال

www.KitaboSunnat.com

کی جاتی تھی اور نوجوانوں کو اپنی پیشہ وارانہ ضرورت کے استعمال کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے اجازت یا منع کرنے کا یہ سبب واضح ہو جاتا ہے کہ جس چیز میں انسانوں کا نفع ہو وہ جائز ہے۔ قرآنِ عظیم نے یہ حقیقت بھی بیان فرمادی ہے کہ جس چیز میں منفعت ہو وہ اس میں قائم باقی ہے۔ اسلام کے نظامِ اخلاق میں ان محرمات اور اسباب کو وقت بتایا بھی شامل ہے جو انسان کو حرام حد پر ابھاریں اور نہی کی انتظامی فرمائیں۔

فتح مکہ کے ساتھ ہی اسلام کے قانون صرف مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست تک محدود نہیں رہے بلکہ مکہ معظمہ تک اسلامی ریاست کی حدود وسیع ہو گئیں۔ اسی موقع پر انسانوں کی ایک بڑی تعداد خاطر خواہ مسلمان ہو گئی اور اس پر چوری کی حد (قطع ید) کی جاری کر دی گئی۔ یہ بات عرب معاشرے کے لئے عجیب تھی کہ امیر اور غریب دونوں پر قانون یکساں طور پر جاری کیا جائے۔ حضرت اسامہ نے خاندانی وجاہت کی خاطر سفارش کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری سے جواب دیا کہ پرانی قوموں کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ غریبوں کو جرم کی سزائیں دی جاتیں اور سرمایہ داروں اور بااثر افراد پر قانون کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس پر بھی حد جاری کی جاتی۔ اس انتظامی مثال سے قانون کے بارے میں برابری اور اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اسی واقعے کی بنا پر نبی علیہ السلام نے سفارش سے بھی منع کر دیا گیا۔ جہاں بھی سفارش کا لفظ آئے گا وہاں سفارش کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے اور کبھی سفارش کا لفظ سب بھی سفارش کرنے والے پر پڑتا ہے اور اسے قبول کرنے والے پر بھی۔

فتح مکہ ہمارے مہاجرین اور انصار کے لئے عظیم خوشی کا عظیم موقع تھا۔ بالآخر اہل اور مادر سے محروم اہل کعبہ سے جا ملے کر دیئے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں حق کی علامات و حکومت کا نشان بن کر داخل ہوئے جہاں سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی تھی۔ لیکن اس موقع پر انصار کے دل ایک اندیشے سے جو مل رہے تھے اور انہوں نے پیٹھ پیچھے ایک دوسرے سے اس اندیشے پر گفتگو بھی کی۔ اندیشہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اپنے شہر

میں ہیں اور شاید آپ مدینے واپس نہیں جائیں گے۔ یوں ان کا شعور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے محروم ہو جائے گا۔ اپنی فطرت میں آپ کے وجود کی خوشبو کے بغیر کیسے رہ سکیں گے اور مسجد نبوی کے محراب و منبر آپ ﷺ کے فراق میں کریہ و کناں ہوں گے۔ جب رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے اس اندیشے کا علم ہوا تو آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ اے گروہ انصار! میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ آپ کے اس بیان سے انصار کے چہروں پر ان کے دلی جذبات تشکر و امتنان سے مسرت بن کر ابھر آئے۔ آپ کا یہ فیصلہ بھی آپ کے اخلاق کریمانہ کا ایک جز ہے۔ یوں آپ نے انصار کی قربانیوں کا اعتراف کیا اور اپنی اور مہاجرین کی "نمک دانی" کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ یہ شکر انسان کی شخصیت اور اس کے کردار کا حصہ ہے۔ انسان جو حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ انسانوں کا شکریہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (۲)

جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

شکر گزاری کے جذبات انسان کی شرافت کی اعلیٰ دلیل ہیں۔ جو دل کو کرنی نفع پہنچانے شکر گزاری اس کے محسن منعمت رسانی کا ایک اعتراف ہے۔ ہم کو ہمارے رب نے زندگی اور صحت عطا فرمائی، ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا، ہمیں اچھا رفیق، اچھے بچے عطا فرمائے، رزق حلال دیا، دین حق کی خدمت کی توفیق دی، زندگی کے ہر لمحے ہم پر کسی نہ کسی نعمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ فرض زندگی کی ایک ایک سانس اللہ کی نعمتوں سے عبارت ہے اور ہر نعمت کا شکر ہم پر واجب ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شکر سے بے نیاز ہے اور اس کی ہبت ہی نعمتیں ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے ہیں۔

وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (۲۷/۴۰)

۱۔ ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۲۸۳، رقم ۴۰۱۲۔

۲۔ ابو داؤد، ۴۸۱۱۔

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ہو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے نفس اور اپنے رب کے لیے شکر گزاری
کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب غنی اور کریم ہے وہ ہر شکر
گزاری سے بے نیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی شکر گزاری سے بے نیاز ہے مگر بندوں کی شکر گزاری کی ادا
پسند ہے کیونکہ شکر گزاری اپنے بندے ہونے کا اعتراف ہے اور اسی لئے اس نے فرمایا کہ

لئن شکرتم لازیدنکم (۱۴)

جو شکر ادا کرتا ہے میں اسے اور زیادہ نوازتا ہوں۔

شکر اخلاقی اور زندگی کا ایک اہم باب ہے اور شکر کے موضوع اور شکر کی اہمیت پر کثیر
تعداد میں آیات کریمہ ہیں۔

غزوۂ حنین

مکہ معظمہ میں قریش کی شکست اور اسلام کی فتح جتنی اچانک تھی کہ تمام عرب حیران
رہ گئے۔ مہینے سے بھی کم عرصہ میں ایک فوج مرتب کر کے مقابلے پر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی حل نکالا اور
پھر کہیں حملہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر اسلام کا پرچم لہرانا بڑی اہم بات تھی۔ تمام قبائل عرب
نے تکذیب والی کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔ انہوں نے اسلام کی بالادستی کو بہر حال قبول کر لیا لیکن
ہوازن اور ثقیف کے قبائل اپنے تکبر اور اپنی عصبیت اور اسلام دشمنی میں متعصب تھے اور انہوں نے
ایک عظیم لشکر کو معرکہ کے لئے اپنی قوتوں کو جمع کر لیا۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ فیصلہ تو ہو گیا ہے۔
ہوازن، ثقیف، ناضر، جشم، بنی سعد اور خزاعہ کے بھگے آوارہ لوگ بنی عوف کی قیادت میں
مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی کو
اپنے ساتھ لیا۔ اس عمل کا مقصد یہ تھا کہ اب کہیں لوٹ کر نہیں جانا ہے۔ فتح یا موت۔

یہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے مکہ کی طرف بڑھے اور وادی حنین میں
خیمہ زن ہوئے۔ حنین مکہ سے قریب ہے۔ اس فوج کشی کی اطلاع پا کر جنگ سے نمٹنے کے لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کی فوج کے ساتھ ۱۲ شوال ۸ ہجری کو مکہ معظمہ سے روانہ
ہوئے۔ اپنی تعداد پر مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اتنے بڑے لشکر کی تاب
ہوازن و ثقیف کہاں لا سکتے ہیں۔ اپنی تعداد پر یہ فخر اللہ جل جلالہ کو پسند نہ آیا۔ اللہ
کی فوج وقتی طور پر اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھی تھی کہ فتح و نصرت کا تعلق تعداد پر نہیں ہے بلکہ
اپنے مقصد کی حقانیت اور اللہ کی نصرت سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

عالم میں بڑا اعزاز و افتخار سمجھا جاتا تھا۔ اس فرد کا تعلق ہوا کہ آپ اور آپ کی تین نسلوں کے زمانوں میں پھیلے ہوئے اولادوں رفقیق کے جی اعزاروں نے ان ہر تیروں کی بارش کی اور پھر وہ ان پر ٹوٹ پڑے تو ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا۔ آپ کا یہ استقلال غزوۂ احد کی یاد دلاتا ہے۔ جس کی بابت میں آپ کے ساتھیوں نے یہ کلمات کہے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

آپ اپنے مجبور پر سوار تھے اور اس فوج کی طرف بڑھ رہے تھے جو آپ کا راستہ روکنے کے لئے لشکریوں کی طرف تھی۔ آپ کے گرد چند صحابہ رہ گئے تھے۔ ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بلند آواز سے پکارنا شروع کیا۔ اے انصار بیعت رضوان میں شامل ہونے والو! اے بدر کے جاں نثارو! اے بیعت عقبہ کے پیچھے اپنی جان کی قیمت پر بیعت کرنے والو! کہاں ہو؟ اور آواز کانوں کے راستے سے رسول کی طرف آئی۔ حضرت عباس کی بات دوسری آواز والوں میں گم ہو رہی تھی مگر یہ آواز کسی کے کان میں نہیں پڑی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کانوں میں پڑتے ہی ان کے جذبہ ایمانی نے کروٹ لی۔ وہ آواز پر لبیک کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آ کر انصار بن گئے اور طائف میں شدید جنگ شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین کی تمام جنگی آیات میں بیان کر دیا ہے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ
عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (۱)

یاد کرو اللہ نے بہت سے میدانوں (اور موقعوں) میں تمہیں فتح دی ہے اور

۱۔ التوبہ ۹: ۲۵، ۲۶

حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا لیکن تمہیں اس سے
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود تم پر تنگ
ہو گئی تھی اور تم پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے تھے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں
پر تسلی اور تسکین نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھ
سکتے تھے اور انکار کرنے والوں کو بڑا عذاب دیا۔ اور یہی سزا ہے ان
کافروں کی۔

غزوۂ حنین کی ساری تفصیلات اس اجمال کے دامن میں چھپی ہوئی ہیں۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین میں کئی باتیں مشترک نظر آتی ہیں۔ دشمنوں پر حکمت کا رعب، مشرکوں کی فوج کشی کے آغاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مٹھی خاک لے کر کفار کی طرف پھینکنا اور فرمانا شاہت الوجوہ اور دشمن کے پریشان کی آنکھ کا اس طرح متاثر ہونا۔

فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے کئی گوشے اس طرح ابھر کر سامنے آتے ہیں کہ آج تک وہ واقعات فکر انگیز اور سبق آموز ہیں۔ آپ کی شجاعت، حلم، تدبر، فراست، ایثار کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کے تعلق اور محبت کی طرف بھی اشارہ کیا جا چکا ہے اور کس طرح آپ نے انصار کی بے چینی کو سمجھ کر اپنی قابل فخر بیٹے والی رفاقت اور مشکل ترین ایام میں ساتھ دینے کے لازوال جذبہ کا اظہار فرمایا، یہ واقعات اور اخلاق کریمانہ سے آپ کی محبت کا ثبوت ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں قرآن کریم میں بیان فرما کر مسلمانوں میں آپ کی قدر و منزلت کا شعور اسی طرح بیدار کیا جیسے بدر و احد کے واقعات کا ذکر مسلسل ہوتا رہا۔ غزوۂ حنین کے بعد بہت زیادہ مال تقسیم مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، تقریباً چار ہزار اوقیہ چاندی، چھ ہزار قیدی۔ اس سارے مال غنیمت کی تقسیم میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کی بڑی عظیم مثالیں قائم فرمائیں۔ آپ کی شفقت ہوازن والوں کے تائب ہونے کی صورت میں ظاہر ہوئی کہ اگر وہ تائب ہو کر مسلمان ہو جائیں تو ان کا سارا مال و اسباب انہیں واپس کر دیا جائے گا۔ اگرچہ مسلمانوں کو بھی اس مال کی ضرورت تھی لیکن مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ مقتولوں کے بدلے میں ان کا مال و متاع ختم ہو جائے۔ دوسری طرف فتح مکہ کے بعد

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

انصار کی عظمت قرآن عظیم کے آئینے میں ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

جان کر سنتے اور ایمان لانے والوں کے دل بڑھے۔ اے انصار! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو گے کہ دوسرے لوگ بکریاں اور اونٹ گھر لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے عرض کر دی ہے مگر میں اپنے آپ کو تم میں شمار کرتا ہوں۔ (اس پر) بہت سے لوگ ایک دوسرے پر گرے اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں انصار کے راستے پر چلیں گا۔ اگر انصار ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں تو انصار کے راستے پر چلوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب سن کر انصار اپنے چہروں پر گر پڑے اور آنسوؤں کے دریا بہہ نکلے۔ اس کی سسکیوں اور آہ و بکا کی آوازیں حضرت سعد بن عبادہؓ کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ انصاری (بزرگوں) نے آنسوؤں سے تر آنکھیں، دل کا غبار اچھے گیا۔ مال و دولت کی خواہش دل سے رخصت ہوئی اور اللہ اور رسول کی محبت نے دلوں کو بھر دیا۔ انصار چلا اٹھے کہ ہم خوش ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصے میں آیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اولاد میں انصار کے لطائف بیان کرنے کے بعد اس دعا پر بحث کے ثمرات کا ذکر کرتا ہے۔ جب الانصار کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے۔ انصاری خواتین میں حضرت بی بی رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا کہ صرف مومن ہی انصار سے محبت رکھ سکتا ہے اور صرف منافق ہی ان سے بغض رکھ سکتا ہے۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جو انصار سے بغض رکھے گا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔ (۲) ایک مرتبہ حضرت انصار کی عورتیں اور بچے کسی شادی سے واپس آ رہے تھے تو ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا:

اللھم انتم احب الناس الی

تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

۲۔ بخاری کتاب الایمان۔ ح ۱۱۱

ہوازن کا وفد خدمت رسول اللہ ﷺ میں

مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ہوازن کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں چودہ افراد تھے۔ اب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ اپنی مملکت نے انہیں بھیجا تھا تاکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہوتے تو آپ کے ساتھ اللہ کی نصرت ہوتی تو انہیں غلبہ حاصل نہ ہوتا تھا۔ اپنی شکست کے بعد یہ لوگ اس فیصلہ پر پہنچے۔ اس وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا بھی شامل تھے۔ انہیں دیکھ کر ان کا بھتیجا اور اپنے بچپن کے دوست آگے بڑھے۔ آپ نے احترام سعد بھی کیا تھا۔ پھر رضاعی چچا حضرت ابو برقان نے اپنی صراحت پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی وہ خالائیں، آپ کی وہ چچا ہیں اور آپ کی وہ پھوپھیاں جو آپ کو گود میں کھلاتی تھیں اور دودھ پلاتی تھیں، آج قیدیوں میں شامل ہیں۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ہم اچھے اخلاق کے اور نبوت کے بعد تو آپ کے اخلاق و کردار مثالی ہیں۔ آپ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ احسان فرما کر اپنی خالاؤں کو آزاد فرما دیں۔ ہمیں امید ہے آپ ایسا کریں گے۔ اور اگر مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہو تو ہمیں اپنے مال کی واپسی سے زیادہ اپنے قیدیوں کی رہائی کی امید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکریوں کے سامنے ساری صورت حال رکھ دی اور ان سے کہا کہ وہ اپنی خوشی سے قیدیوں کو آزاد کر دیں گے تو ان کا رب انہیں جزا عطا فرمائے گا۔ انصار نے کہا کہ جو کچھ ہمارا ہے وہ بھی ان کا ہے اور مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے موقف کے

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ہجرت مدینے کی طرف

بیعتِ عقبہ کے مذاکرات انتہائی رازداری کی فضا میں ہوئے تھے۔ قریش کی خفیہ ایجنسیوں نے اس کی بھنک سن لی تھی۔ قریش کی سرکردہ شخصیتوں کا ایک وفد مکہ کے گورنر عتاب بن اسید کے پاس پہنچا۔ یہود و عرب کے قبائل نے بیعتِ عقبہ کی خبر میں اپنے مستقبل کو خطرے میں دیکھا۔ بیعت کرنے والے قبائل کے خلاف انتقامی کارروائی کا فیصلہ کیا گیا۔ بیعتِ عقبہ کے بعد مکہ میں اسلام کے داعی اور حکومتِ مدینہ منورہ میں قریش عرب کے دشمن قرار پائے۔ قبیلوں کے نمائندے مدینہ منورہ آ کر واپس اپنے اپنے علاقوں میں جا کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے تڑپنے لگے۔

قریش کے یہ دشمن قبائل اسلام کے لئے آسان ہدف تھے۔ ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کرنا ضروری تھا۔ ان کا ایسا پیچھا کیا جائے کہ وہ اپنے علاقوں میں پہنچنے سے پہلے آسمان، زمین اور ان میں بسنے والی ہر چیز سے خوف زدہ ہو جائیں۔ خوف کے تاریک ترین لمحے کا انتظار کیا جائے۔ اس وقت ان پر حملہ کیا جائے جب وہ اپنے آپ کو محفوظ تصور کرنے لگیں۔ جب وہ سمجھیں کہ ان کا سفر بخیر و عافیت گزر رہا ہے اور اچانک وہ گمان حقیقت میں بدلنے لگے۔ صبح کا وقت ہے۔ صبح صادق میں بدلنے لگی ہے۔ اونٹ کے گلوں کی گھنٹیاں کانوں میں رس گھولنے لگی ہیں۔ فضا میں ہلکی ہلکی خنکی ہے۔ قبیلے کے سردار اونٹوں کی مہار تھامے ہوئے ہیں۔ قبیلے کے لوگ اونٹوں پر سوار ہیں۔ اونٹ مست چال چل رہے ہیں۔ قبیلے کے لوگ اونٹوں پر اونگھ رہے ہیں

www.KitaboSunnat.com

خاندان کے قبیلے کی زبان کو اپنی جدا گانہ خاصیت اور ادا اپنے لئے سب سے زیادہ بہتر جانتے تھے اور ان باتوں کو ان کے مخالف اور تماشائی بھی تسلیم کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے مورخین بھی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا آغاز اپنے قبیلے اور اسلام کے لئے قریبوں اور رشتہ داروں سے ہوا۔ آپ کی آواز پر قبائل کے سرداروں پر قبیلے کا تعارف ہو جاتے۔ عام الوفود میں جو قبیلے یہ منورہ آئے ان میں سے کئی اپنے ڈاکاروں اور قافلوں کے ساتھ آئے کہ وہ ان کے اخبار و حالات اور ہر قومی کوشش کریں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی سیاسی اور ان کی ذمہ داری سے ایک دم فارغ نہیں ہو گئی تھی۔ ان افراد نے کہ ختم کرنے میں مدینہ منورہ کی عام فضا اور حالات کو بہت کچھ دخل تھا۔ ان قبیلوں نے دیکھا کہ اس اسلامی معاشرے میں قریش کے ذی عام انصار ان کی صف میں کھڑے تھے اور قریب مدینہ منورہ کے معاشرے میں ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ جیسے صحابہ اور انصار، مہاجر قوی عرب مسلمان قاری کے ہم پلہ اور ہم مرتبہ تھے۔ وہاں اگر امتیاز تھا تو علم و تقویٰ کی بنیادوں پر تھا۔ اسی طرح اب مدینہ منورہ کی فضا قبیلے کی فضا نہیں تھی بلکہ اسلام کی خدمت تھی۔ اگر فرق کیا جاتا تو اسلام سے تعلق اور اسلام کی خدمت کی بنا پر۔ اس لئے یہ وفود جب مدینہ منورہ آتے تھے تو ان کے سامنے اسلام کی تعلیم اور اس کے تقاضے ہوتے تھے۔ وہ اسلام کے رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ ان کے اندر اسلام کی محبت اور اس کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی نمائندگی نہیں کرتے تھے بلکہ اسلام کی نمائندگی کرتے تھے۔ اس لئے ان کے اندر قبیلے کی عصبیت نہیں ہوتی تھی۔ وہ اسلام کی عصبیت لے کر جاتے تھے۔ اسلام کی محبت لے کر جاتے تھے۔ اسلام کی خدمت کا جذبہ لے کر جاتے تھے۔ اس لئے ان کے اندر قبیلے کی عصبیت نہیں ہوتی تھی۔ وہ اسلام کی عصبیت لے کر جاتے تھے۔ اسلام کی محبت لے کر جاتے تھے۔ اسلام کی خدمت کا جذبہ لے کر جاتے تھے۔ اس لئے ان کے اندر قبیلے کی عصبیت نہیں ہوتی تھی۔

وفود کی مسلسل آمد کا سلسلہ فتح مکہ کے بعد شروع ہوا اور یہ سلسلہ کئی مہینوں تک رہا۔ اس سے پہلے مدینہ منورہ آ چکے تھے۔ ان کا تعلق عبادت سے تھا اور یہ اس تجارتی شاہراہ سے گزرتے تھے جو مدینہ منورہ کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی۔ قبیلے کے سردار عقبہ بن عمرو کے ساتھ ملاقات کے لئے مدینہ منورہ آیا تھا۔ اس قبیلے کے سردار عقبہ بن عمرو کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے میں مسلسل تبلیغ اسلام کی تھی۔ قبیلے والوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس بات سے عرب کے عام قبائل کا طریق معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قبیلے کے عام افراد کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے کسی ایسے شخص کو بھیجتے تھے جو براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور اپنی تبلیغی کوششوں کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور اپنی

قوم کے بیٹی نظر یہ ہدایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی سوال کی رہنمائی کی التجا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا قبول فرمائی اور قبیلہ دوس کے دل اسلام کے لئے کھول دیے۔ قبیلہ دوس کا ایک بڑا وفد فتح خیبر کے موقع پر مرکز ملتی حاضر ہوا۔

عام الوفود میں کم و بیش ساٹھ وفد مدینہ منورہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان وفود سے مسجد نبوی میں ملاقات فرماتے تھے اور آج بھی مسجد نبوی میں یہ پیغمبر الوداع کا ایک ستون ان وفود کی آمد کا گواہ ہے۔ ان وفود کے احوال و کوائف مختلف ہوتے تھے۔ کچھ کے دل دنیا اسلام قبول کرنے پر پوری طرح آمادہ تھے۔ اپنے بھی قبائل تھے جو اسلام لانے کے لئے سب سے بات Bargaining کا مظاہرہ کرتے تھے اور اسلام قبول کرنے سے پہلے زیادہ سے زیادہ دنیاوی شرائط منوانا چاہتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو علم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو اپنے جان و مال کو اللہ کے حوالے کر دینے کا نام ہے اور اس تجارت میں کچھ ایسے تھے جو اسے گھاٹے کا سودا سمجھتے تھے۔ ہر جماعت کا انداز جدا گانہ ہوتا ہے۔ بعض کی خوش گوار زندگی سے یہ اندازہ کر لینا قطعاً حاصل ہو سکتا ہے کہ وفد نے کیا بات کی اور کیا سنا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وفد کا پورا پورا علم تھا۔ ان کی گفتگو اور وفد پر ان کی تاثر سے آگاہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے دل میں اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور صرف ان کی زبان ہی نہیں بلکہ ان کے دل بھی اسلام کی تصدیق کریں تبھی کہ

فرمائے کیا کہ کہہ دیا اقرار تو کیا حاصل
دل سے جو مسلماں نہیں تو پھر بھی نہیں

اس وفد کے قیام کا بندوبست مسجد نبوی کے ایک گوشے میں کیا گیا تاکہ یہ مسلمانوں کے روز و شب کو دیکھ سکیں۔ اس وفد نے دیکھا کہ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ کس تنظیم سے ادا کرتے ہیں اور کس طرح دور دراز کے علاقوں سے مسلسل چلا آ رہا ہے۔ کس طرح ان کی راہ میں اپنے رب کے سامنے قیام سجود کی راہ میں گزرتی ہیں، کس طرح خشیت الٰہی سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ کس طرح دل سوزی اور عاجزی سے یہ ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں اور کس طرح ان کی زندگی کے ہر پہلو پر اسلام کی مہر ثبت ہے۔ کئی دنوں کے

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

بعد ایک دفعہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تو ایک معاہدہ امن سے کو آئے ہیں۔ اس معاہدہ کی رو سے انہیں شراب پینے، سور کی کاروبار کرنے اور زنا کی اجازت دی جائے۔ آپ کا حکم ان سے ساتھ کیا جائے، انہیں اپنے بات توڑنے پر مجبور کیا جائے اور ان کے ساتھ معاہدات کی خلاف ورزی بھی روا قرار دی جائے۔ ثقیف والے میدان جنگ میں تو ہار چکے تھے لیکن ان کے دلوں میں اپنے انداز حیات کو برقرار رکھنے کا جذبہ زندہ تھا۔ غالباً یہ کہ ان کی کوئی فرد قبول نہیں تھی۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شرط قبول نہیں کی۔ آخر ثقیف والوں نے آپس میں مشاورت کی اور آخر وہ اپنی شرائط سے دست بردار ہو کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔

ثقیف والوں کی کیفیت مختلف بیان کی گئی۔ کئی وفد والے تو دل کی گہرائیوں سے اسلام کی عظمت کو تسلیم کر کے حاضر ہوئے تھے۔ ان میں ہی وہ لوگ تھے جو ان کے ہاں بسنے والے [illegible] کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ بعض تاجر اور مستقل طور پر رہائش ہونے والی جماعتوں کا نمائندہ کر رہے تھے اور آنے والے وفد میں اقتدار میں شرکت کی خواہش ان کے دلوں میں کروٹ لے رہی تھی۔ بنی حنیفہ کے مقررہ کئی وفد کی مسیلمہ کی طرف سے بھی آئے تھے جو ہم نے اپنے نسب سے محروم ہو کر مسیلمہ کذاب کے نام سے معروف ہوا۔ یہ اپنے وفد کے دوسرے ارکان کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے لئے پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ اس کی سرکشی اس کی ابتدائی حیات کی نمایاں خصوصیت تھی۔ اس کا ظہور اور خود پرستی تھی۔ یہی خود پرستی مسیلمہ کا راستہ بھی روک رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع اور انکسار کو دیکھ کر اس جاہ طلب شخص نے خود ہی پہل کی اور اس نے مطالبہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلامی ریاست کی حکمرانی اس کے سپرد کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ مطالبہ تسلیم نہ کر سکے۔ مسیلمہ نے اس مطالبے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے مسیلمہ سے کہا کہ اگر تم اس شاخ کا ایک ٹکڑا بھی مجھ سے مطالبے کے طور پر مانگو گے تو تمہیں یہ بھی نہیں ملے گا۔ تم نبی ہونے کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے کہ تم اسلام سے روگردانی کرو گے تو اللہ تمہیں تو ڑ کر رکھ دے گا۔ مسیلمہ کذاب نے مدینہ سے واپسی پر یہ دعویٰ کیا کہ رب العزت نے اسے کار نبوت میں محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) کا شریک بنایا ہے۔ اس نے اقرار نبوت محمدی کے ساتھ ساتھ اپنی نبوت کے اقرار کو اسلام کا حصہ قرار دیا۔ اچنبھا تو یہ ہے کہ اس نے قرب نبوت کی بنیاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے قاصد بھی بھیجے اور اپنا مکاتبہ عبد عبد بن دکھائیں وہ یمامہ میں محفوظ کرایا گیا اور ارتداد اور سرکشی کا پیغام قرار پایا۔

مسیلمہ کذاب کے معاملات میں فطرت اور تربیت کے کئی پہلو ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں مسیلمہ نے گفتگو کرتے ہوئے کھجور کی شاخ تھی اور آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ بتا دیا کہ دنیاوی حکومت کی حیثیت کھجور کی معمولی شاخ سے زیادہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے توڑ کر رکھ دے گا اور یہ ہم سب کا معمول ہوگا کہ جیسے شاخ تم توڑ لو جاؤ۔ مسیلمہ کو حضرت خزرہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی نے مدینے کے گورنر امیر اسلام قبول کرنے کے بعد وحشی جب بھی حضرت حمزہ کی شہادت کا واقعہ یاد کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ جانتے تھے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جانے کفر کے تمام گناہ تو معاف کر دیتا ہے مگر وہ اپنے جرم کو بہت عظیم جانتے تھے۔ حضرت حمزہ کی شہادت پر بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرب کی شدت بھی ان پر احسان ہونے کے بعد آشکار ہو گئی تھی۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ اپنے اس "جرم" کے کفارے کے طور پر کوئی ایسا کام کریں جس سے انہیں کوئی موقع ملتا ہو۔ مسیلمہ کے قتل سے انہیں سکون قلب حاصل ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے یوں ان کے جرم کی معافی کا اشارہ عطا فرمایا ہے۔

عام الوفود میں جو وفد اسلامی مملکت مدینہ کے سربراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ مدینہ کے قرب و جوار اور عرب کے مشرقی کنارے کے دور دراز علاقوں سے آئے تھے بلکہ اسلام نے نجد سے حجاز اور حجاز کے قبائل اور علاقے متاثر ہو رہے تھے۔ ان علاقوں میں یمن کا جیسا علاقہ بھی شامل تھا۔ یمن کا علاقہ تہذیب و تمدن پر مشتمل تھا۔ یہ جیسا علاقہ تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی مسلمانوں کا اتنا جیسا کہیں سے پڑا تھا اور جب اسلام کی روشنی کے اثرات دور دور تک بھی پھیلنے لگے رہے تھے قائم ہوا۔ ابتدائی دور میں ہی یمن کے حسن سلوک کا ہے مثال مظاہرہ کیا اور خود بھی مسلمان ہو گیا۔ ۸ھ اور ۹ھ میں جیسا کہ وفد سے ہمارے ہاں آتے آتے

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا۔ عیسائی وفد اور رسالت کے تصور سے خوب واقف تھے اسی لئے انہوں نے آغازِ امر ہی سے اپنے کو گرفت کیا، اور کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے تمام دلائل ایک ایک کر کے عیسائی حلقہ کے سامنے ہو گئے۔ اس وفد کے واقعات کسی قدر تفصیل کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

وفد نجران ساٹھ افراد پر مشتمل تھا اور اس وفد میں نجران کی آبادی کے ہر طبقے کے نمائندے شامل تھے۔ نجران کے انتظامی امور کا سربراہ عبدالمسیح، نجران کے سیاسی امور کا سربراہ ایہم اور نجران کے کلیسا کا سربراہ ابن حارثہ وغیرہ یہ سبھی اعتبارات کے حامل تھے۔ اس سے اس وفد کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفد نجران نے ملنے اور تبادلہ خیال کی گفتگو کی۔ کئی ملاقات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ یہ آپ کا فرض تھا۔ وفد نجران نے فطرت کی اس دعوت کا جواب دینے کے بجائے آپ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ آپ حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ عیسائی وفد تفصیل سے جاننا چاہتا تھا۔ اللہ رب العزت کی حکمت آپ اس وقت خاموش رہے اور آپ پر اسی دن سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں رب العزت نے وفد نجران کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور غالب و حکیم ہونے کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ کوئی اس حقیقت کو تسلیم نہ کرے وہ مفسد ہے۔ اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانے کو قرآن مجید نے "عیسائیت" اور اسلام کے درمیان انصاف کی بات قرار دیا اور اسی کی طرف عیسائیوں کو دعوت دی۔ ان دلائل کو بیان کرنے کے ساتھ ان آیات میں سے ایک آیت میں ان کو دعوت مباہلہ دی گئی تا کہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ اگر فریق مخالف دلیل کو تسلیم نہ کرے تو فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا ہی انسب ہے۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ○ الحق من ربک فلا تکن من الممترین ○ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم

نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین ○ ان ھذا لھو القصص الحق وما من الہ الا اللہ وان اللہ لھو العزیز الحکیم ○ فان تولوا فان اللہ علیم بالمفسدین ○ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ○ (۱)

اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے جسے مٹی سے تخلیق کیا گیا پھر کہا کہ "ہو جا" تو وہ ہو گیا (کن فیکون)۔ تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جا۔ پس جو شخص آپ کے پاس اس علم و حقیقت کے آجانے کے بعد بھی آپ سے جھگڑا کرے تو آپ اسے کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں اور اپنے جانوں (اپنے آپ) کو بلائیں اور پھر ہم عاجزی کے ساتھ اللہ سے التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (کی دعا) کریں۔ یقیناً یہی سچی بات ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی غالب اور صاحبِ حکمت ہے اور اگر پھر بھی تولیٰ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ مفسدوں سے خوب واقف ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ (عبادت اور اطاعت میں) شریک نہ کریں اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب بنائیں، پس اگر (ان دلائل سے) اہل کتاب منہ موڑیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان (اور اللہ کے فرمانبردار) ہیں۔

(۱) آل عمران ۳/۵۹-۶۴

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

آپ کے ذریعے بنی نوع انسان کے اخلاق کی تکمیل فرمائی اور ہر شعبہ حیات کے لئے آپ کو بہترین نمونہ عمل بنا کر دنیا کی تمام قوموں کے لئے آپ کی ذات کو مرکز اتحاد بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نبی امی اور معلم اخلاق کو خلق عظیم کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمایا ہے۔ آپ کا اخلاق انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونہ کامل ہے۔ آپ کی ذات گرامی ہی وہ واحد ذات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اخلاق کا اعلیٰ ترین معیار پیش کرتی ہے اور تکمیل کا وسیلہ ہے اگر یہ اس کردار کو اپنا لیں تو ان کی زندگی میں کوئی کمی نہیں رہتی۔ مگر افسوس کہ آج انسان اس کے لئے تیار نہیں۔

دعوت اور مکالمہ کا اسلوب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق ہر مخاطب سے مکالمہ فرمایا جس تک پہنچنے کی دعوتی کوشش بھی "صدقہ" اور "خیرات" سمجھی گئی۔ انسان نے جس کی بھی سرپرستی کا دعویٰ کیا ہے خواہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوں یا اولیاء عظام رحمہم اللہ ان کی تعلیمات اور ان کے کردار کی اصل روح کو ہی مسخ کر دیا ہے۔ [illegible] ان کے ماننے والوں کی اکثریت نے اپنے مفاد کے لئے ان کی تعلیمات کو بدل دیا ہے۔ اپنے اکابر کے ذریعے فرقہ بندی ایک دوسرے کی کس طرح تردید کرتے ہیں وہ معلوم بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ کام نہیں ہونے دیا کہ آپ کے مشرک پڑوسیوں کو ہدایت دی جائے۔ اہل کتاب سے کہا گیا کہ اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ پھر دعوت کے اخلاقی پہلو پر غور کیجئے تو وہاں فریق ثانی کو دوسرے سے الگ کرنے کی بجائے اللہ سے رجوع کریں اور اس سے دعا کریں اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کی بجائے لعنت کریں اور جھوٹے کا فیصلہ رب العزت پر چھوڑ دیں۔ یہ مخاطبت کی اعلیٰ ترین صنف ہے کہ بات کرنے والے کا مقصد کسی کو زیر کرنا نہ ہو بلکہ صداقت کا فروغ ہو اور پھر ہونے کا طریق کار دیا ہے کہ جس کو نفس، ذات اور مفاد پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر مباہلے کے لئے آئے تو ان کے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اب مباہلہ کون ہو یہ بات اہم تھی۔ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے مباہلے پر آمادہ ہیں۔ وفد کے سربراہ نے ایک دوسرے سے مشاورت کی اور انہوں نے کہا کہ اگر محمد ﷺ رسول ہیں تو مباہلے کے بعد ہماری نسلیں تباہ ہو جائیں گی اور ایک بھی زندہ نہ

تا کہ وہ انجیل بھی لکھ لیں۔ اس پر وہ ناراض ہو کر چلے گئے۔ پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ ایسے شخص کو بھیجیں جو ان کے درمیان اختلافی امور میں آپ کی طرف سے فیصلہ فرما دے اور آپ کا فیصلہ ان میں نافذ ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ میں تمہارے درمیان ایسے شخص کو بھیجوں گا جو امین ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک ہزار جوڑے اور عمومی طور پر ہر جوڑے کی قیمت چالیس درہم مقرر فرمائی۔ اسی طرح اخلاق فاضلہ اخلاق حسنہ اور اخلاق کریمانہ کا نام ہے۔ ہر وہ اخلاق جس کی تعلیم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں مدد ملی اور انہوں نے مسلمانوں کے اخلاق، انسان کامل کے ساتھ ادا کئے۔ اہل ایمان کے ساتھ آپ نے پورا انصاف فرمایا۔ جزیہ کی ادائیگی کے عوض انہیں حفاظت کا وعدہ کیا گیا اور مذہب کے بارے میں مکمل آزادی دی گئی۔ ان کے گرجے عبادت کے لئے آباد رہے جبکہ ان کے لئے ان کے قوانین بھی جاری و ساری ہے۔ اس طرح ایک معاشرہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو اخلاق کی تعلیم دی، اہل ایمان کو اخلاق فاضلہ کا حامل بنایا اور اس اخلاقیت کا گواہ ہے کہ اسلام جبر اور طاقت کے ذریعے نہیں پھیلا۔ مسلمان ہر حال میں اس قرآنی الٰہی کے پابند ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ (۲)

اس معاہدے کے بعد صلح کے مال کی وصولی کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین امت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو نجران بھیجا۔ اس صلح کے بعد اہل نجران اسلام اور مسلمانوں سے قریب ہو گئے۔ مسلمانوں کے اخلاق اور اس صلح نامے کی تفصیل نے ان کے قلوب اسلام کے لئے کھول دیئے۔ [illegible] نجران کی خوشی کے ساتھ اسلام پھیلنے لگا۔ وفد نجران کے کئی سربراہوں میں سے مسلمان ہوئے۔ [illegible] مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو گئی کہ صدقات کی وصولی کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نجران بھیجنے پڑے۔

آپ نے اعلان کیا ہوا کہ کوفہ اور بنی حنیفہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا رویہ رہا، کس طرح آپ نے ان کی سرداری کو مسترد کیا، کس طرح حق اور باطل کے درمیان امتیاز کو جلی تر فرمایا اور کس طرح اہل نجران کے ساتھ معاملات میں انصاف کو ملحوظ رکھا۔ یہ تمام امور اس حد تک زیادہ واضح ہیں کہ ان سب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

(۲) البقرہ ۲۵۶

علم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

بتاؤں کی ہدایات کے مطابق رہا۔ آپ نے ہر ایک کے ساتھ اچھے سے اچھے اخلاق کا سلوک برتا۔ "برتا" سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے مسائل آپ نے ان کے سوالات سے پہلے ہی بتا دیے۔ ہدایات کے بغیر حل فرمائے۔ ان میں بعض قبائل آنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے اور اسلامی تعلیمات و اشعائر میں پختہ ہو چکے تھے۔ بعض قبائل کے افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوالات پیش کیے، جبکہ ایمان و عقائد کی بنیاد مضبوط سطح سے متعلق رکھتے تھے۔ کچھ ایسے قبائل تھے جو ایمان لا چکے تھے اور نماز، روزہ ادا کر رہے تھے لیکن دینی طور طریقوں کے بارے میں ان کے ذہن میں سوالات تھے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ ان میں سے بعض قبائل اپنے مسائل اور معاملات کو حل کرنے کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور آپ کی امداد کے طالب تھے۔ ان تمام وفدوں کے نام حدیث و مغازی اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ مگر یہ تمام تفاصیل ہمارے دائرے اور مقصد تالیف سے متعلق نہیں ہیں، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ اور واقعے کی تحقیقات ہمارے لیے اہم ہے کیونکہ یہ ہماری توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ہم چند وفود اور ان کے حالات و سوالات کو مختصر پیش کرتے ہیں تاکہ یہ تفصیلات اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض گوشوں کو سامنے لاتی ہیں۔

وفد عبدالقیس کے علاقے اور مدینہ منورہ کے درمیان مسافت کئی دن کی تھی۔ اس لئے عبدالقیس والے حرمت والے مہینوں میں سفر کرتے تھے۔ یہ لوگ ایمان لا چکے تھے۔ اسلام کی دو تمام باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرنا چاہتے تھے جو انہیں جنت کا مستحق بنا سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسموں کی خوشحالی اور نجات کے جویاں تھے اور عبدالقیس نے سلسلہ جنبانی اور خیر کے جویاں تھے اور ان تمام باتوں کا سرچشمہ حاصل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اور سلیم تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ ایمان لانا یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور عبادت اس کے واحد ہی کی کامل اطاعت کا نام ہے اور تو دیدہ الٰہی کے ساتھ سچے دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے

رسول ہیں۔ میں تمہیں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور اس بات کا حکم کہ کثیر مال میں سے خمس ادا کرو۔ ان ہدایات میں اسلام کی روح مستتر آ گئی ہے اور روح جو افراد کی ذات کا حصہ بن کر معاشرے میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ اسلامی معاشرے کے تمام ادارے انہیں عبادات کے مظہر اور عملی مظاہر ہیں، نماز فکر اور اسلام کے درمیان فرق ہے، زکوٰۃ اور روزے سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور زکوٰۃ اسلامی معاشرے میں گردش زر کا وسیلہ ہے جس سے تعاون عبادت اور معاشرے کو آسودگی و خوش حالی ملتی ہے۔

اس وفد والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ اس تخمیر کے بارے میں جانتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ قوم قوم کے لوگوں نے بڑے برتنوں کو مکھن کے ان میں پانی اور مکھن ڈال دیتے ہیں۔ یوں تخمیر بن جاتی ہے جس کے نشے میں مدہوش ہو کر قوم آپس میں تلوار چلا لیتی ہے اور اپنے بھائی بہن کو بھی زخمی کر دیتے ہیں۔ وفد عبدالقیس میں سے ایک شخص کو اپنی علمی کم مائیگی کا احساس ہوا اور اس نے حضور کے منہ سے یہ بات سن کر اپنے علم کی حرمت کا اندازہ ہو گیا۔ اور دوسرے ارکان وفد کو یہ پتا چل گیا کہ علم میں شامل ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس حد تک عرب کے مختلف علاقوں کے حالات سے باخبر تھے۔ تاکہ ان کے لیے اصلاح کے عمل کی تکمیل کے لیے یہ علم ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات اور مذاکرات میں حج کا ذکر نہیں کیونکہ اب یہ وفد مدینہ منورہ آیا تو اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

۹ھ میں جو سنوں کا ایک وفد قبیلہ (بنو کلب) کی طرف سے منورہ آیا۔ یہ لوگ بھی عبدالقیس کی طرح ایمان لا چکے تھے اور دل کان اسلام پر کار بند تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے زکوٰۃ کی رقم بھی لائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ واپس لے جاؤ۔ ہم پر تمہارے قبیلے نے فرمایا مسلمان لائق ہے۔ وفد نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ذات باری کی قسم ہم نے صدقہ جمع کیا ہوا ہے آئے ہیں۔ یہ سن کر ایک نابینا موقع پا کر سوار ہو گیا اور اللہ اور رسول کی خدمت میں پیش کرنے والے

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

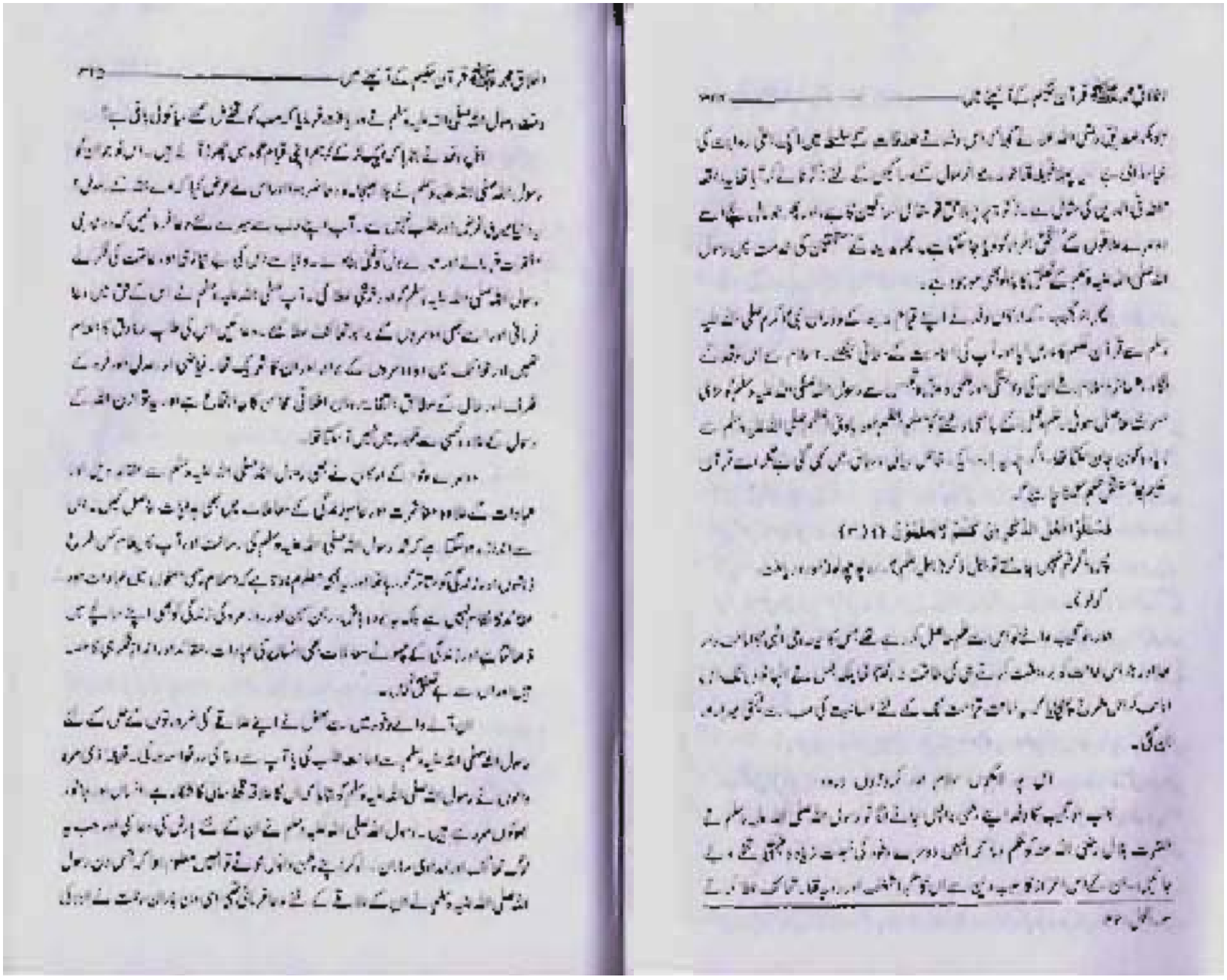

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

ضرورتوں اور مسائل کو سامنے رکھ کر باتوں میں رکھی جا سکتی ہے۔

اسلامی عبادات، بنیادی عقائد اور معاشرتی مسائل سے متعلق تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان وفود کو عملی امور سے بھی آگاہی عطا کی گئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانوں میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذہین مسلم کو تفکر پر اور عادی نظارہ قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مسائل پر غور و فکر کرنے کا اسلوبی کرینہ ان پڑھ یا نئے نئے دائرہ اسلام کے بعد کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ کسی وفد سے قرآن کی مختلف آیتوں کے بارے میں گفتگو ہوئی اور اس سے پیچیدگی کا حل واضح ہو کر سامنے آیا کہ کسی کو ذہب نہیں دیتا کہ وہ اپنی مذہب کا غلط بیان کرے۔ مذہب کا صحیح بیان معاشرے کو پاکیزگی اور تعمیری عطا کرنے کا ایک سبب ہے۔ غلط مذہب بیان کرنے والا دائرہ اپنی جاں پر قیامت لانے تک پھیل سکتا ہے۔

کسی وفد کا کوئی رکن یا بعض ارکان ریشم کے لباس پہن کر آتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے ریشم کی حرمت کا مسئلہ بیان فرمایا تو ریشمی لباس تحفے کر دیے گئے اور جس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ حرام مال کو تحفے کیا جا سکتا ہے۔ ان وفود میں عورتیں بھی آئی تھیں وہ بھی ریشمی لباس کو عورتوں کو دینے کے بارے میں نہیں سوچا گیا، جیسے وہ اس عورتوں کے لیے مناسب بھی نہیں تھے۔ اسلام سے وابستہ ہونے والے یہ افراد اپنی زندگی کے ہر شعبے کو اسلام کے رنگ میں رنگ دینے کے بارے میں بہت حریص تھے۔ ان کو اسلام کے بارے میں وہ رویہ نہیں تھا جو آج ہمارا ہے کہ جہاں ہمیں کوئی رعایت نہ ہو تو وہاں اسلام ہر آنکھوں پر اور جہاں اسلام ہم سے ظاہر حیات میں کسی تبدیلی کا مطالبہ کرے تو ہم اس سے دامن کش کر لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

عام الوفود کا اہم ترین دینی و معاشرتی حکم

فتح مکہ کے بعد عرب کے مختلف قبائل کے وفود کے وفود نے آنا شروع کر دیا۔ ان وفود کے آنے کا سلسلہ ۹ھ میں شروع ہوا اور ۱۰ھ میں ختم ہو گیا۔ اس لیے ۹ھ کو عام الوفود کہا جاتا ہے۔ ان وفود میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اسلام کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم سے متاثر ہو کر آئے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم سے متاثر ہو کر آئے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم سے متاثر ہو کر آئے تھے۔

ہزار دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ کر لیتے، کھانسی میں اگر نظر آتا تو اسے کسی کپڑے سے چھپ لیتے اور کپڑے کو ناک کے بھی موڑنے کے لئے خشک حصہ کو اوپر کر لیتے۔ آنے والے دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے آداب سے بھی بے خبر تھے، کبھی کبھی بات کو کاٹ دیتے یا غلط کے درمیان کلام سے ہو کر سوال کر دیتے اور نفاست جسم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے اثرات بھی نظر آتے۔

۹ ہجری میں بنی تمیم کا وفد مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد کے ارکان نے حجرات امہات المومنین کے سامنے پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ یہ ہوا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے یا کسی کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع کرتے۔ سب احتمالات کو بے بنیاد کر کے سورۃ الحجرات کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (۱)

(اے رسول) جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ آپ کے (حجروں سے) باہر نکلنے تک صبر کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت اور آرام کو مدنظر رکھ کر امت کو جس طرح اور جتنا خیال تھا اور صحابہ کرام نے اس کی کوششوں کے لئے جس قدر قربانی اور ایثار کی ضرورت تھی یہ باتیں ان آیات میں سمٹ آئی ہیں۔ بے شمار کوتاہیوں کا اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ اپنے وقت کے زیادہ سے زیادہ حصے کو امت کی تعلیم اور تربیت میں صرف کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان دیہاتیوں نے یہ تک نہ سوچا کہ انہیں کچھ وقت آرام کرنے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہنے کا بھی حق ہے۔ اگر کوئی سوالات جواب طلب تھے یا کوئی اور ضرورت تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنا چاہئے تھا۔

۱۔ الحجرات ۴-۵

اور یہ کوئی ایک مرتبہ کا واقعہ نہیں ہے۔ یہ اعرابی اکثر اوقات بے وقت آ جاتے اور آپ سے ملاقات پر بضد ہوتے۔ رؤف و رحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رذیل حرکتوں سے ناراض نہیں ہوئے، لیکن اللہ کب بھلا ناحق بات کہنے میں کوئی تکلف کیوں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس بات پر ٹوکا اور اسے ایمان کی ایک اہم اور بنیادی بات سے وابستہ کر دیا اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی بڑے اعمال کا سبب بن سکتی ہے۔ سورۃ الحجرات کی پہلی دو آیات اسی بارے میں ہیں۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں پیش قدمی عبد رسالت سے متعلق کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بڑی حساس جگہ ہے۔ سچے ایمان والے اپنے کو اللہ اور رسول کے فیصلے پر مقدم رکھنے والوں کو فلاح نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدت ہے اور اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحث کرنا بھی ایمان کا خاصا ہے۔ دو ابتدائی آیات یہ ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (۲)

اے اہل ایمان! اللہ اور رسول کے آگے بڑھ چڑھ کر نہ بولو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان سے اپنی آواز میں گفتگو کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد اور غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی یہ بات واضح کر دی ہے کہ جن باتوں میں

۲۔ الحجرات ۱-۲

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ موجود ہو تو اس میں فیصلہ کرنے یا اس فیصلے کو بدلنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ یہ بات انفرادی اور اجتماعی تمام امور و معاملات کا احاطہ کرتی ہے۔ اور عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حکم میں اور آنکھ، بچے کی نری اور زندگی پر سب یا میں نہیں تھیں۔

اس اصولی گفتگو کے بعد ان آیتوں کا ذکر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات سے باہر آنے کا انتظار نہیں کرتے تھے اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آوازیں دینے لگتے تھے۔

مدینہ منورہ کے قرب و جوار کے اعرابی اور نجد کے تمام علاقوں کے وفود دارالاسلام میں آ رہے تھے۔ ان کی کچی تربیت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اسلامی اسلوب حیات کے تمام پہلو ان کے سامنے آ رہے تھے اور اسی موقع مختلف قبائل کے درمیان فکر و نظر اور عمل کی ہم آہنگی پیدا کر رہا تھا۔ کسی بھی انسانی معاشرے میں جو مسائل یکلخت رونما ہوتے اور اخلاقی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں وہ بھی سامنے آ رہے تھے اور آنے والے وہ سب لوگ مدینہ منورہ کے اسلامی مزاج کے مطابق اپنے اخلاق کو اعلیٰ بنا رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے تو وہ لوگ تھے جن کی قبائلی عصبیت ابھی ظاہر ہو سکتی تھی اور وہ اس کا مظاہرہ کر بھی رہے تھے۔ قبائل کے درمیان عہد جاہلیت کی روایتیں اور خصوصیات کسی حد تک اس وقت بھی موجود تھے جو بعض اوقات نسبت کی صورت میں ظہور پاتے اور اسی تفاخری عادت پر قبائلی طرح اتر آئی تھی۔ ان سب باتوں کے بدلنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق و آپ کے ارشادات اور اقتضاء وہ جو ان کا عملی اپنا کردار ادا کر رہا تھا۔

اب اسلام کی عالمگیریت کا دور شروع ہو چکا تھا۔ وہ وقت آ گیا تھا جب سارے عالم کے لوگ اسلام کے زیر نگیں آنے والے تھے۔ اسی لئے ان صفتوں کے لئے ان مسائل کے بارے میں رہنمائی کی ضرورت تھی۔ اور یہ بات کہ اخلاقی اور معاشرتی ضابطہ بندی ضرورت تو ہر دور کے لئے ناگزیر ہے۔ اسی لئے اس پس منظر کے ساتھ سورۃ الحجرات کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جن کی اہمیت ابدی اور لازوال ہے۔ ہر عہد اور ہر دور میں ہر انسانی معاشرے کے بہت سے اخلاقی اور سماجی مسائل ایک سے رہیں گے اور ان کے لئے رہنما

اصول لازم ہیں۔ خاص طور پر اس دین اور نظام حیات میں جو پورے عالم کے لئے ہے تاکہ وہ انسانی معاشرہ وجود میں آ سکے جو رنگوں، زبانوں اور قومیتوں کے اختلاف کے باوصف انسان کی وحدت کا مظہر ہو۔

سورۃ الحجرات میں انفرادی اخلاق اور اجتماعی اخلاق کے مسائل اور مسلمانوں کے اخلاقی رویے زیر بحث لائے گئے ہیں۔ یہ مدنی دور رسالت کے آخری زمانے کی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے اور اس میں اس زمانے کے پیدا ہونے والے مسائل اور مستقبل قریب میں رونما ہونے والے مسائل کے بارے میں اخلاقی تعلیمات پیش کی گئی ہیں۔ ہر چند خود انفرادی اخلاق کے معاملات کو پیش کرنے کی عادت کر رہے ہیں کیونکہ انفرادی اور اجتماعی اخلاق میں ارتباط ہوتا ہے۔ بیشتر انسانی معاشرے گروہ معاشرے ہوتے ہیں۔ متعدد معاشروں میں مختلف اجزائے ترکیبی موجود ہوتے ہیں لیکن ایک ذہنی اور ثقافتی اعتبار سے مختلف معاشروں میں موجود ہوتی ہے جیسے برطانیہ عظمیٰ کے معاشرے میں ویلز، آئرلینڈ کے لوگوں کے عمل اور اصل باتوں کا تصور اسی طرح ادا ہے۔ اس کی بنا کے باشندوں کا خاص انداز ہوتا ہے۔ عام طور پر ان کی اولاد کو اس کے لئے کی جاتی ہیں مگر کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایسے ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے اس رویے سے کام لیا ان کو روکا ہے۔ کیونکہ یہ اکثر مسلمانوں کے خلاف ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۹)

اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

فسق برا نام ہے اور جو لوگ اس سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔

کسی کا مذاق اڑانا" بے ضرر سی بات" نہیں ہے بلکہ اس سے دلوں میں اور معاشرے میں رخنہ پیدا ہوتا ہے۔ آپس میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مذاق اڑانے والا اپنے آپ کو بہتر اور برتر سمجھتا ہے۔ اس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ دوسرے کو حقیر اور کم تر جانتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس بات کو "کبر" کہا جائے گا اور کبر، کبائر میں شامل ہے۔ حدیث کے مطابق جس میں کبر اور ریا ہو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی، کیونکہ یہ دونوں باتیں کفر لفظی میں شامل ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ عورتوں اور مردوں میں ذکر الگ الگ کیوں کیا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ مرد اپنی مجلسوں میں اور عورتیں اپنی مجلسوں میں تمسخر کو عام نہ کریں، کیونکہ تمسخر عام طور پر تفریح اور دلچسپی کے لئے کیا جاتا ہے۔ لطیف نکتہ یہ ہے کہ ہماری مجلسیں قول حسن اور قول معروف کو معاشرے میں عام کریں اور لغو باتوں سے احتراز کیا جائے۔

اس آیت میں ایک دوسرے پر طعن کرنے اور الزام لگانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ یہ بات بہت عام ہے کہ کسی کے خاندان پر طعن کیا جائے یا کسی ایسی غلطی اور قصور پر جو ماضی میں کیا گیا ہو اور جس پر کرنے والے نے ندامت کا اظہار کر دیا ہو اور توبہ کر لی ہو۔ اسی طرح برے نام یا لقب سے کسی کو پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کوئی ایسا نام جو آدمی کو پسند نہ آئے اور برا لگے۔ آج ہماری اخلاقی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کے ناموں کے ساتھ تضحیک کا پہلو نکال لیا جاتا ہے۔ گویا ہم نے ایسے القاب عام کر دیے ہیں اور اخبارات میں بھی لوگوں کے نام ان القاب کے بغیر نہیں لکھے جاتے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ محض شناخت کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ ذہنی کجی کی انتہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تاریخ انسانیت کی سب سے عظیم درس گاہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس درس گاہ کے کتنے ہی مقامات اور گوشے تھے۔ مسجد نبوی اور صفہ اس کے ساتھ ساتھ امہات المومنین کے حجرے خواتین، بچوں، اعزہ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور مہمانوں کی رہنمائی اور عملی درس گاہوں کا درجہ رکھتے تھے جہاں یہ سب آداب معاشرت، گفتگو اور جذبات و خیالات کی زبان اور لہجے اور صفائے قلب و فکر کے درس لیتے اور عملی امتحانوں سے گزرتے۔ کبھی مدینہ منورہ کے باغوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفریح کے اوقات درس گاہ بن

جاتے۔ یہ درس گاہ تو ہر مقام سے بلند تر تھی۔ انسانیت اور اخلاق عالیہ کا "رول ماڈل" معلم بھی تھا، درس گاہ بھی تھا اور "رفیق" بھی تھا۔ اس درس گاہ کے طلبہ اخلاق حسنہ کے معلم بنے اور آج تک ان کے واقعات یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اس درس گاہ، اس دبستان اخلاق کے معلم کی نظر صرف معاشرتی اور رسمی formal اخلاق پر نہیں تھی بلکہ وہ تو قلب انسانی کو اخلاق کا مرکز اور گہوارہ بنا رہا تھا۔ اس نے تجسس اور غیبت کے ساتھ ساتھ رہبانی جہانیات کے مطابق ظن و گمان کی خرابیوں سے اخلاق انسانی کے دامن کو صاف کیا۔ یہ معلم اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام رب کائنات کا سب سے عزیز اور چہیتا طالب علم تھا۔ اپنے بھائیوں (انبیائے ماسبق) کی طرح وہ بھی انسانوں کے اخلاق کی تعمیر پر مامور کیا گیا تھا، مگر اس طرق کے ساتھ کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کے دوسرے شعبوں کی طرح اخلاق کی تکمیل بھی فرما دی۔ نظری طور پر بھی اور عملی طور پر بھی۔ قرآن مجید کی ایک آیت نے معاشرتی و اجتماعی اخلاقی معائب کے ساتھ قلب انسانی کے ایک اخلاقی گناہ کو کس طرح سمیٹ لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ان کا تدارک فرمایا، معلم اور اس کے طالب علموں کی زندگی اس پر گواہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۴)

اے ایمان لانے والو! بہت گمان کرنے سے اجتناب برتو کہ بعض ظن اور گمان گناہ ہوتے ہیں اور لوگوں کے معاملات میں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تم خود اس سے کراہیت محسوس کرتے ہو (اور گھن کھاتے ہو)۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول

۴۔ الحجرات ۱۲

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس آیت میں بہت دیانت داری سے کام لیتے ہوئے تجسس کی ممانعت کی گئی ہے۔ سیاق و سباق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں تجسس سے مراد بدگمانی اور بدظنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدظنی کو جھوٹی قسم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ مومن کسی قوی شہادت کے بغیر ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔ بدگمانی فساد کی جڑ ہے۔ اس سے دوستی میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔

ایک چھوٹا سا واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جب کوئی تیس سال پہلے ہم نے کسی یونیورسٹی میں تجسس کی ممانعت کے بارے میں لیکچر دیا تھا تو ایک طالب علم نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ کتنے ایسے مضمون ہیں جن کے پروگرام سے اور کاپی والی کی تاریخ کو نکال باہر کیا جائے۔ اس سوال سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے بھی تین چار مضامین کی نشاندہی کر دی۔ میرا خیال تھا کہ بات ختم ہو گئی ہے۔ لیکن اگلے دن وہ طالب علم پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک کاغذ لکھ کر دے دو۔ میں نے کہا کہ میں کاغذ کیا لکھ کر دوں۔ اس نے کہا کہ ہم نے آپ کی بات سنی ہے۔ ہم نے اس پر غور کیا ہے۔ ہم نے اس رشتہ داروں کی فہرست بنائی ہے جو ہمارے ساتھ ساتھ آپ پر انسانی بھوٹی کا الزام لگا رہے ہیں۔ ہم ان ایک وقت کا کھانا کھا کر تو ہم گھر پر کریں گے اور باقی کھانے ان رشتہ داروں کے گھر کھائے جائیں گے۔ اس فہرست کو دیکھئے۔ تم سے کم آپ کو آٹھ دن یہاں رہنا ہو گا۔ اگر آپ کو زیادہ وقت لگے تو بتا دیں۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ گرمیوں کے تمام کام اور ہے تو بہتر ہو گا کہ آپ گھر جانے سے پہلے محنت میں تبدیلی کر دیں اور بدگمانی کی تاریخ کی جگہ ہو جائے اور ہر سال کہانیوں کے خلاصوں اور تراجم ہو جائے گا۔ میں اپنی بدگمانی پر شرمندہ ہوا اور محنت پر داد کی تاریخ بدل دی گئی۔ اس طرح بدگمانی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی کی آنکھوں کو دیکھ کر یہ گمان کرنا کہ یہ شرابی ہے۔ اس کی آنکھیں اس کی پانی پینے کی عادت کی بجائے کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتی ہیں۔ کسی شخص کو کسی تو آن کے ساتھ دیکھ کر ان پر ناجائز کاری کا الزام لگانا۔ اسی طرح تجسس کی ایک اور بھی شکل ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی کی جائیداد کے معاملات کو کھوج لگانا، ٹوہ لگانا وغیرہ۔ یہ سب کچھ ہے اور ہر ایک کی ذاتی معاملات کی دخل اندازی ہے۔ تجسس

۵۔ مسلم، ج ۲، ص ۳۱۷، رقم ۲۵۶۳

کی بنیاد پر آدمی بہت سے غیر اخلاقی کام کرتا ہے۔ دوسروں کی باتیں سننے کی کوشش، کھڑکی یا دروازے میں جھانکنے کی کوشش، دوسروں کے خط یا ٹیلیفون کی گفتگو سننے یا ٹیپ ریکارڈ کرنے کی کوشش۔ یہ سب تجسس کی مختلف شکلیں ہیں۔ ان کی ممانعت کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا جو مسلمانوں کی تمام دیواریں ڈھونے کی کوشش کرنے کا اللہ تعالیٰ اس کے گھر کے بھید کو ظاہر کر دے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے ہی گھر میں رسوا ہو جائے گا۔ ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

لا یستر عبد عبدا فی الدنیا الا ستره الله یوم القیامة (۱)

کوئی بندہ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی (دوسرے بندوں کی) عیب پوشی اس دنیا میں نہیں کرے گا مگر یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔

اسلامی معاشرے کا اخلاقی حزن یہ ہے کہ اپنے گناہوں کا اعلان کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناپسند فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائے گا۔ یہ بھی ہوا ہے کہ اس عیب اور گناہ کی پردہ پوشی کی جائے۔ رب جلیل نے غیر اخلاقی انسانی فعل سے روکنے اور مستحسن کرنے کے لیے اسلامی معاشرے میں تجسس کی ممانعت کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔

تجسس اور تفحص کے بعد غیبت کا ذکر کیا گیا ہے جو شدید ترین گناہ ہے۔ غیبت کی تعریف حدیث نبوی کے کوٹ کرنے سے دی گئی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کے بارے میں کوئی ایسا بیان کرنا جو اس کو ناپسند ہو۔ اس کا علم ہو جاتے ہیں تو اس کا غصہ اور ناپسندیدگی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس سے بچنا مشکل ہے۔ غیبت، بہتان، چغل خوری، جھوٹ، فحش گوئی، بدزبانی، لعن طعن، بدگمانی اور تجسس کو ملا کر بھی دیکھ لیں تو ان کی نوعیت ایک ہی ہے۔ ان کا مقصد ایک ہی ہے۔ ان کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ ان کی سزا ایک ہی ہے۔ ان کا علاج

www.KitaboSunnat.com

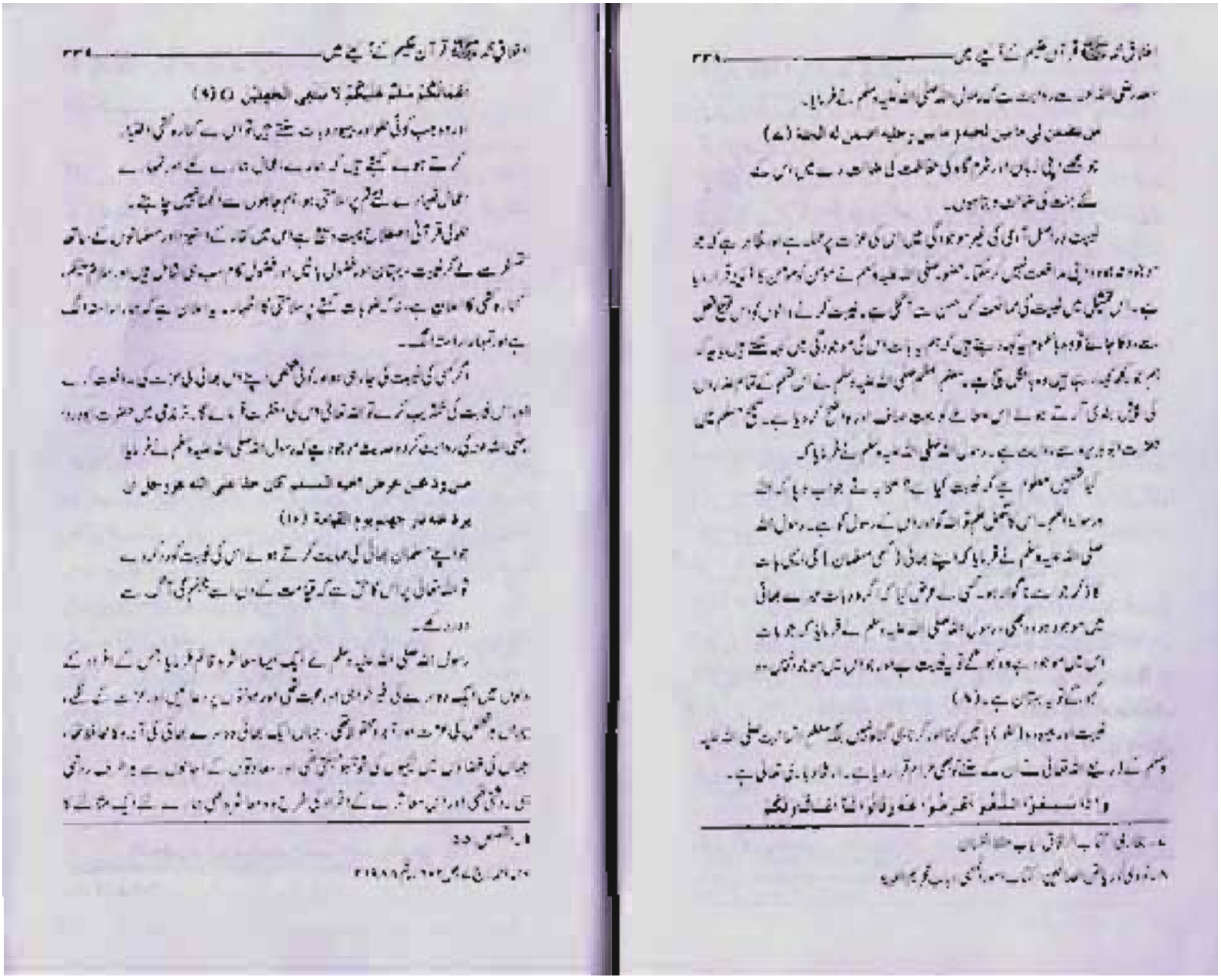

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَكُمُ الْمَلَائِكَةُ ۝ إِنَّمَا السُّؤْلُونَ مِنْ أَهْلِ الْحَوَارِيِّينَ
أَعِزُّوا بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (۱۰)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح
کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے ساتھ زیادتی
کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی
طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو
دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو بیشک اللہ انصاف
کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ مومن تو ایک دوسرے
کے بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے
رہو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

دو فریقوں کے درمیان کوئی کوئی جھگڑے کی بات نہیں مگر یہ باہمی جنگ و جدل کا
مختلف حصہ ہوتی ہے کبھی تو کسی مسئلہ پر اچانک جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور اکثر مواقع اور دشمن
ایسے حالات پیدا کرتے ہیں۔ ایک فریق کے موقع پرستوں نے ایسے حالات پیدا
کر دیے کہ مہاجرین اور انصار میں باہمی کشیدگی کے باوجود اتفاق پیدا ہو گیا
تھا لیکن منافقوں اور رسول کے فرمودات کے خلاف آپس میں جنگ و جدل میں
مصروف کر دیتے ہیں۔ یہ اسلامی اخلاق کا ہی درجہ ہے کہ مسلمانوں کی غالب جماعت دوسری
جماعت میں مداخلت بن کر نہیں رہتی، اور وہ دونوں گروہوں کو اللہ اور رسول کی طرف
بلاتی ہے اور اسلام وسیع دین ہے۔ اسلام کا مقصد ہر انسان کے ساتھ
رشتہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو امن پا جائے۔

جنگ ہوتی ہیں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے اور نظام عالم میں امن
ضروری ہے اگر کوئی گروہ ظلم و زیادتی پر اتر آئے تو دوسرے مسلمانوں کو ان سے جنگ
کرنا دینی فریضہ ہے اور جنگ اس وقت تک کی جائے گی جب تک ظلم سے باز آ جائے۔ اسلامی فلسفہ
مقصد یہ ہے کہ فساد کرنے والوں کو ان سے اقتدار سے محروم کر کے ختم کر دیا جائے۔ اسلام کی بنیاد

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے برابر ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہیں۔ بھائی تو ایک دوسرے کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ اور خیر خواہی کے مظاہر میں یہ بات شامل ہے کہ ایک مسلمان کے بارے دوسرے مسلمان کی یہاں آرا اور مال محفوظ رہے گا۔ اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں کیونکہ اس امت کے بغیر اس کی معاشرہ زندگی میں آ سکتا ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔

صلح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق اور اخلاقی کلام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ انسانی تعلقات میں صبح سے لے کر مسلمانوں کے، یہاں تک اور دوسری قوموں کے ساتھ عدالتوں اور تعلقات صبح کے بغیر کوئی انسانی سماج ایسے مقاصد پورے نہیں کر سکتا اور نہ ایسا ماحول پیدا ہو سکتا ہے کہ اس میں طمانیت کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور ان کی توانائیاں، زندگی کو حسین بنانے میں خرچ ہو سکیں۔

اسی صبح کے حصول اور نظام کے لئے نفس، جسم اور ملکیت کو جو مزاحم ہو اخلاق کا ہتھیار استعمال کیا گیا ہے۔ یہی کردار جیتے جاگتے انسانی سماج پر نمایاں اور بڑا اثر ڈالتا ہے۔ یہی انسانی تعلقات کو بناتا اور بگاڑتا ہے۔ یہی امن اور جنگ کا سبب بنتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں اس حقیقت کو انسانوں پر اپنے عمل اور اخلاق سے واضح کر دیا کہ اخلاق کے بغیر انسان روحانیت میں ملکہ نہیں ہو سکتے۔ یہ اخلاقی محاسن اور باقی جزیرہ نما کے انسانوں کو منظم کرتے رہیں گے۔ آج بھی انسانیت قومیت کے تنگ خانے میں سمٹ کر انسانی وحدت کے تصور کی نفی کرتی ہے۔ اس اخلاقی محاسبے کے نتیجہ اور عملی نمونوں کے ذکر کے بعد قرآن حکیم نے مسلمانوں کو تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور اللہ کا پیغام دیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باقی انسانیت کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے۔ وہ جو رسالتمآب ہیں، انسانیت کے سارے دکھوں کے چارہ ساز، انسان کو قوموں، علاقوں اور زبانوں کی تنگنائے سے آزاد کرا کر ایک وحدت میں لا جانے والے تھے۔ کیا وہ بھی اس کے بغیر وحدت میں کبھی آ سکتی تھی؟ اس انسانی وحدت کی اساس توحید ہے۔ خالق کی توحید مخلوق کو ایک وحدت میں لاتی ہے۔

لکم یٰقوم انی لکم عظیم ذکر ربکم علی رجل منکم لینذرکم واذکروا
فاتقوا اللہ واطیعون انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون

خلقکم (الاعراف)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور یوں تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (خدا ترس اور پرہیزگار) ہے۔ بیشک اللہ علیم و خبیر ہے (سب کچھ جانتے والا اور ہر چیز کی خبر رکھتا ہے)

یہ مختصر سی آیت وحدت آدم کا منظر اور اس کا سبب ہے۔ اور اس وحدت کے ادراک کا طریقہ بھی۔ انسان کی تخلیق میں کی وحدت ہی کی بنیاد ہے۔ ایک ہی مرد اور عورت کی تخلیق ہے۔ اس کی پیدائش میں کوئی تفاوت نہیں کہ کوئی اونچا پیدا ہوا اور کوئی نیچا۔ سب میں یکساں جذبات کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ انسان کی تخلیق اور خلیوں کی ترکیب کے ساتھ رنگ اور زبان کے وہ اختلافات پیدا ہو گئے جو محض بیرونی چیزوں اور انسان کی تزئین کا سبب ہے۔ ان اختلافات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں قرار دیا اور آپس کا تعارف کا ذریعہ بنا کر امتیاز و تفوق کا ذریعہ۔ انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس تفوق نے وحدت کو پارہ پارہ کر انسان نے انسانوں پر ظلم کی جنگوں کو جنم دیا اور آج بھی آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی ہے۔ کیا اس آتش فشاں کی تباہی روکنے کی ضرورت ہے؟ اس کی استبداد، ظلم کی جارحیت اور بھائی بھائی کی تباہی کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق سے انسانی وحدت کا جو نمونہ انسان کے سامنے رکھا تھا اس سے خود ہی ایران بڑھ رہا ہے۔ کیا کہ اقوام عالم کو اپنی زندگی کے لئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا ہی پڑے گا۔ اور اس کے بعد ہی انسان نے آخری منزل، فکر، طرز حیات اور اخلاق کے تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے اور اپنی کائنات اور انسانی پر محبت کرنے، اللہ کی یہ تربیت بھی کبھی معدنی آخر میں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

خطبہ حجۃ الوداع، آفاقی منشور اخلاق و حیات انسانی

عالم گیر اور آفاقی نظام حیات و اخلاق کی تکمیل

اس کے اعلان کے لئے ایسی ہی آفاقی پلیٹ فارم حجۃ الوداع

مکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

دنیں اعلان کیا جائے اور اس سے بھی پہلے کہ انہیں وقت اور موقع دیا جائے کہ وہ اپنے
جائے پناہ اور محکم ٹھکانوں کا تعین کر لیں۔ ۹ھ میں جب مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت
میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہو گئے تو سورۂ برأت (جسے سورۃ توبہ بھی کہتے ہیں)
نازل ہوئی اور یہ حکم دیا گیا کہ اعلان جنگ کی طرف سے معاہدات کے ختم کرنے کا اعلان تھا
لیکن مسلمانوں کو اس سلسلے میں اخلاق کریمانہ کا درس دیا گیا۔ مشرکوں کو چار مہینے کی ایسی مہلت
دی گئی۔ انہیں یہ اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو وہ اسلام قبول کر کے اسلامی ریاست کے شہری
بن جائیں اور بصورت دیگر وہ اسلامی مملکت سے نکل کر اپنے ٹھکانے تلاش کر لیں۔ اس فیصلے کی نوعیت
سمجھنے کے لئے بار بار مشرکوں کی عہد شکنی کو سامنے رکھنا ضروری ہے ورنہ عام حالات میں انسانوں
کے حقوق مسلم ہیں اور وہ جس اسلام کی اخلاقی فیاضی کا ثمرہ ہیں۔ چار مہینے کی مہلت اور اس
کے بعد تمام معاہدوں کی منسوخی کا اعلان حج کے موقع پر سنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور یوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت و قیادت میں
جانے والے حج کے موقع پر اعلان برأت سنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بظاہر ایک سخت فیصلے
کی نظر کے سامنے آتے ہیں۔ حج کو اخلاقی مساوات و آزادی کا سب سے بڑا ادارہ بنایا تھا
اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے تمام ہوا دیں بند کر دیں۔

تمام معاہدوں کے ختم کرنے کا یہ اعلان بہت حساس تھا۔ فریق ثانی کے حقوق کو پورا
پورا ملحوظ رکھا گیا

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي
اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ
وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ

يُظٰهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (۹/۱)

اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے بیزاری (اور قطعی) کا صاف
اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا
تھا۔ (اے مشرکو) تم تک میں چار مہینے تک تو گھوم پھر لو اور جان لو
کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ بھی یاد رکھو کہ کافروں کو رسوا
کرنے والا ہے۔ اللہ اور رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں
کے لئے اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بے زار ہے اور اس کا رسول
بھی۔ اگر تم (اب بھی) توبہ کر لو تو تمہارے لئے اچھا ہے اور اگر تم روگردانی
کرو تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور (اے پیغمبر) کافروں
اور (اے رسول!) کافروں کو عذاب الیم کی خبر پہنچا دیجئے۔ بجز ان
مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں کوئی
نقصان نہیں پہنچایا ہے اور تمہارے خلاف کسی کی مدد بھی نہیں کی تو تم بھی ان
کے ساتھ معاہدے کی مدت پوری کرو۔ اللہ تعالیٰ متقی بندوں کو دوست
رکھتا ہے۔

یہ اعلان ان مشرکوں سے برأت کا اعلان تھا جن سے متعین مدت کا معاہدہ تھا یا
جن سے غیر معین مدت کا معاہدہ تھا لیکن انہوں نے عہد کی پاسداری نہیں کی۔ چار مہینے کی مہلت
اس لئے دی گئی کہ مشرک اپنے بارے میں فیصلہ کر لیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اسلامی
برادری اور ریاست کا خود بخود حصہ بن جائیں گے۔ بصورت دیگر وہ حرم سے نکل جانے کا
فیصلہ کریں گے۔ اس اعلان برأت سے ان مشرکوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا جن سے زیادہ مدت کا
معاہدہ تھا اور انہوں نے اپنے معاہدے کا احترام کیا تھا۔ ان کے لئے حکم ہوا کہ فاتموا الیھم
عھدھم الی مدتھم۔ اس حکم سے عہد و پیمان کی حرمت اور اہمیت سامنے آتی ہے اور

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں پر مصیبت بنے کی وجہ سے ان کے احترام کو لازم قرار دیا گیا۔

مشرکین کے اعلان برأت کر دیا گیا جو عرب قبائل کے لئے تھا۔ اسلامی قوانین اور فرد کی زندگی کو اسلام اور اسلامی اخلاق و طرز حیات میں ڈھالنے لگے اور معاشرہ میں اجتماعی زندگی کی صورت گری کرنے لگے۔ دل و فکر مسلمان بن گئے۔

یوں اللہ کی زمین اللہ کے نور سے جگمگا گئی اور دیکھنے والی آنکھوں اور سننے والے کانوں پر یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرائض اور ذمہ داریوں کا ایک اچھا نمونہ پیش کرنے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اور وہ حاصل ہو گئی۔ یہ ہے وہ اصل مقصد جس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔ عالم انسانیت کے لئے ہر دور میں اس جہان کے کونے کونے میں اور ہر علاقے تک آپ کی تعلیم کو پہنچانے کے لئے دعوت کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ کی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرنے کے لئے آپ کی سیرت کو محفوظ کرنے کے لئے آپ کی احادیث کو جمع کرنے کے لئے آپ کے اخلاق کو اپنانے کے لئے کائنات کو ایک عالم گیر اور دائمی اسلامی نظام عطا کرنے کے لئے حج کی فرضیت کا اعلان کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کا اعلان کرایا تو سارے عرب کے لوگوں تک یہ اعلان پہنچ گیا۔ حج کے علاوہ تمام عبادات کے طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مسلمانوں پر روشن ہو گئے تھے لیکن ابھی تک حج کی ادائیگی باقی تھی۔ حج ہر قسم کی عبادات کا جامع ہے۔ حج بدنی عبادت بھی ہے اور مال خرچ کرنے کی عبادت بھی اور یہ سب کے مقصود کو اپنے وسیع تر مفہوم میں متحقق کرنے والی عبادت بھی۔

اعلان حج میں شرکت کرنے والے ایمان میں پختہ ہونے لگے۔ ہر اعتبار سے یہ کامیاب ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلام حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ اس جتھے کو دیکھ کر دشمن اور حسد کرنے والے عرب کی آبادی کو دیکھتے ہوئے یہ بہت بڑی تعداد تھی۔ تمام ادیان حج کے شرکاء کی تعداد کی دلالتوں میں قدر اہمیت اختلاف ہے۔ بعض ادیان کہتے ہیں کہ حجاج کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ ادیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کے لئے جمع ہو گئے۔

دوسری روایات کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ جس مسلمان کے اندر زاد راہ اور سواری کا انتظام ممکن ہو سکا وہ اس تاریخی سعادت میں شریک ہونے کے لئے مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ تمام ازواج مطہرات صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں حج کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اس سلسلہ قرآنی کی اساس میں اخلاقی دعوت بھی تھی صلی اللہ علیہ وسلم اور اخلاق حسنہ کے برجستہ اور روشنی میں ایسے ہے مثال مدایت کرتا ہے۔

نبی اکرم کا سفر ۲۵ ذی القعدہ ۱۰ھ مطابق ۲۲ فروری ۶۳۲ء کو شروع ہوا۔ وہ بدھ کا دن تھا۔ ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ ذی الحلیفہ پہنچ کر ایک شب کے لئے قیام کیا۔ اس مقام کو آج کل آبار علی کہتے ہیں۔ اگلے دن راستے کے ان مسافروں نے جو ام المومنین اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک کے الفاظ میں تلبیہ پڑھا تھا قیامت تک کے لئے اہل ایمان کی زبانوں پر جاری ہو گیا۔ تمام صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کر رہے تھے۔ ہر جگہ حاضر ہیں۔ اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں۔ کوئی چیز شریک نہیں ہے۔ ہر قدم پر تیرے لئے ہے ہر وقت تیرے لئے ہے اور ہر لمحہ تیرے لئے ہے۔ تعریف اور سلطنت تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہ کلمات جو مسلمان کی زندگی کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ زندگی کے ہر لمحے میں ہر واقعہ سے اور ہر زمان و مکان پر لبیک کہنے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ میں کسی کی شرکت کا تصور نہیں کر سکتا بلکہ ہر "شریک" بننے کے دعویداروں کی کھلی کھلی تردید کرتا ہے۔ اس طرح اس کی زندگی کا اولین مقصد ہو جاتا ہے۔

اہل ایمان کا قافلہ بڑی تعظیم کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ترتیب میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ قافلے کا ہر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا ممکن ہو قریب رہے۔ اس طرح اس پھیلے ہوئے وسیع قافلے کے مختلف حصوں میں سے مسلمانوں کی بڑی تعداد کو یہ موقع ملا کہ وہ اس ذات اقدس کی براہ راست ہدایات اور عبادات کے طریقے بچشم خود دیکھتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام حج ادا کرنے کی غرض سے مکہ میں داخل ہوئے۔ ۲۶ ذی القعدہ سے تروایہ کے دن تک مسلسل چار دن رکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی پہاڑی

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکت

www.KitaboSunnat.com

فرمانے سے پہلے ہم باز رکھ کر آپ کی بات سنتے۔ کبھی تو صحابی کی آواز بازاروں کے شور میں گم ہو جاتی اور وہی کے لیے ساتھ قریب سے آپ کے ارشادات سننے والے قافلے میں پھیل کر سب تک آپ کے ارشادات پہنچا دیتے تھے۔ علم کی اشاعت کے سلسلے میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور فرمان کی تعمیل تھی۔ صحابہ کرام اپنے صاحب کی باتوں کو یاد رکھنا، انہیں یاد رکھنا عبادت جانتے تھے اور اپنے رہبر و رہنما کی ذات سے دین کے تعلق کا یہ عالم کہ آپ کے ارشادات بیان کرتے ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، فرمائشیں، اپنے رب کی تعریف بھی کرتے اگر کوئی بات بیان کرتے ہوئے آپ نے اپنا چہرہ جھکا لیا یا آنکھ سے کوئی اشارہ کیا تو وہ حدیث کو بیان کرتے ہوئے آپ کی جنبش اور اشارے کو بھی دہراتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے تعلق کا یہ عالم کہ آج تک محدث ان باتوں کو روایت کا حصہ سمجھتے ہیں اور یوں آپ کی ادائیں بھی ان تمام صدیوں میں باقی رکھی ہیں اور یوں اللہ کے رسول کے اخلاق کے یہ پہلو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں زندہ رہے ہیں اور زندہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانشت کے وقت مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ جب آپ کی نظر بیت اللہ پر پڑی تو آپ نے وہ دعا پڑھی جو آج بھی ہر زائر خانہ کعبہ کو دیکھ کر پڑھتا ہے۔

اللھم زد ھذا البیت تشریفاً وتعظیماً وتکریماً ومھابۃ

اے اللہ اس گھر (خانہ کعبہ) کے شرف، تکریم، تعظیم اور ہیبت میں اور اضافہ فرما۔

کعبہ اس وقت بھی کائنات کا مرکز تھا۔ یہ گھر اللہ کی کبریائی کا مظہر اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بلند کر کے اللہ کی کبریائی کا اعلان فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ کی کبریائی انسانوں کی نجات کی ضمانت ہے اور انسان کے لئے امن کی ضمانت ہے۔ آپ نے کعبے کے سامنے اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر اس امن اور نجات کی گواہی دی کہ اللہ ہی سلام ہے۔ سلامتی اس کی طرف سے اپنے گھر آنے والوں کے لئے عام ہوتی رہے گی اور یہ گھر ہمیشہ

ایمان کے ساتھ زندگی کی دعوت سناتا رہے۔

خانہ کعبہ کا طواف بندگی کا طواف ہے۔ آج ہم طواف کے ہر چکر میں مخصوص دعائیں ادا کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کے الفاظ ہماری ضرورتوں اور خواہشوں کا اظہار ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف بندگی کو کچھ دعاؤں کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں کیا بلکہ آپ نے دین و دنیا کے ہر اچھائی اور بھلائی اور عذاب و دوزخ اور جہنم کی آگ سے نجات دینے والے کلمات کو طواف کا حصہ بنا دیا۔ وہ دعا جو رب العزت نے ہمیں عطا کی ہے۔ اور آج بھی کہ جس پر ہمارے ایمان اور عمل کی بنیاد ہے۔ اسی دعا کے ذریعے آپ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (۲)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب (دوزخ) سے بچا لے۔

طواف کے بعد اہل ایمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں قیام کیا، پھر عہد جاہلیت کی رسم کو توڑتے ہوئے عرفات میں قیام کرنے کی خاطر آپ عرفات تشریف لے گئے اور عرفات کا قیام وقوف حج عظیم۔ عرفات ہی میں آپ نے خطبہ حجۃ الوداع فرمایا۔ وہ خطبہ جو منشور انسانیت عظیم۔ ہم عرفات، یوم النحر اور اس کے بعد کے دنوں میں صحابہ کرام آپ سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک لاکھ انسانوں سے زیادہ کا مجمع اور ابلاغ کے ذریعے اسلام کے راستے میں رکاوٹیں۔ کچھ لوگوں نے بال منڈوا لئے اور قربانی بعد میں دی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا "کوئی حرج نہیں" لیکن مناسک کی ترتیب حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واضح ہونے کے لئے متعین ہو گئی۔ حجۃ الوداع عبادات، مناسک، تربیت اور تقسیم کا انجمن کی جامع عملی نصاب تھا۔ اب قیامت تک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق حج کا اتباع کرتے رہیں گے۔ یہی عمل معتبر ہے جس پر دلیل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی مواظبت ہو۔

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ حج کے موقع پر منیٰ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا۔ خطبہ الوداع سے مراد آپ کا آخری خطبہ ہے۔ یہ خطبہ الوداع کے موقع پر تمام مسلمانوں میں بھی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہرایا ہے خاص طور پر اس بات کو شاید یہ محسوس کی آپ اس دنیا سے کسی وقت بھی جا سکتے ہیں۔ اس لیے الوداع کے الفاظ کو بار بار دہرایا۔ اس خطبہ کو مختلف کتابوں میں مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ کسی نے اس کے ساتھ کچھ اضافہ کیا ہے اور کسی نے کچھ کم کر دیا ہے

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے آپ سے مخاطب پاتا ہے۔ ایک ایک نصیحت دل کی گہرائیوں تک پہنچ کر تسکین محسوس کرتا ہے۔

مثلاً ہم حج کے احوال کی تشریح یا اس پر اعتراض کرتا ہے۔ انسان کی زندگی کے اساسی عقیدے نیکیوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے سے عبارت ہے۔ اس میں دل و جان کو پوری طرح مطمئن کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا منبع اور سرچشمہ ہے اور وہی کی امانت سے آدمی دل و جان سے گہری محبت رکھتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، سارا دین اور اخلاق اسی میں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آئندہ کے لئے قرآن و سنت کو مضبوط پکڑنے کا حکم دیا اور اپنے اس حج کو پوری امت کے لئے حج قرار دیا۔ "حجۃ الوداع" کے مسائل بھی ہم سے سیکھ لو۔ شاید اس کے بعد میں دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔" اسی لئے آپ نے اپنا حجۃ الوداع کے شروع کو ایک اصولی ہدایت فرمائی کہ جاہلی دور کی تمام باتوں کو دور ہوں تک پہنچا دیا جائے۔

"جو آج موجود ہیں ان میں غیابی حیثیت حاصل ہے اور ہر مسلمان کو ہمارے رسول کی ہدایت ہے کہ وہی بات اگر ایک بات سمجھ کر اسے سلوم ہو تو دوسروں تک پہنچا دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ صحابہ کرام اخلاقی اور انسانی طور پر ملنے کے لیے آپ کو سمجھ لیں اور اپنے کردار و اخلاق کا حصہ بنانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ کی توحید، انسانیت آدم کی وحدت، سماجی کی تشکیل، اس کی تشکیل، اس کی تشکیل، انسان کی وحدت کی اساس ہے۔ وحدت انسانی کی بنیاد پر ہی تو حید اور رسالت کی بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر ہی تو حید اور رسالت کی بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر ہی تو حید اور رسالت کی بنیاد ہے۔

باوجود یہ حقیقت کہ ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے آپ کو ہر قسم کی مطلق العنانی حاصل تھی، آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک عام انسان کی طرح پیش کیا۔ اپنی ذات پر تنقید کی دعوت دی۔ اپنے ساتھی صحابہ کرام کی ہر رائے کا احترام کیا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا۔ اپنی ذات کے لئے کوئی خصوصی مراعات نہیں لیں۔ اپنے خاندان کی ہر قسم کی برتری کو ختم کر دیا۔ اپنے ساتھیوں کو برابر کا درجہ دیا۔ اپنی ذات کو ہمیشہ قانون کے تابع رکھا۔ اپنے ساتھیوں کو ہر قسم کی آزادی دی

www.KitaboSunnat.com

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

۲۔ عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کی تشکیل کے لئے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا پڑے گا۔

۳۔ جس کے پاس امانت رکھوائی جائے وہ اس بات کا پابند ہوگا کہ وہ امانت رکھنے والے کو امانت واپس کردے۔

۴۔ قرض کی ادائیگی کی جائے۔

۵۔ کسی سے کوئی چیز مستعار لی جائے تو واپس کی جائے۔

۶۔ ضامن اپنی ضمانت کا ذمہ دار ہوگا۔

اسلام میں جرم اور گناہ ایک ہی ہیں۔ اصطلاحاً جن گناہوں پر حد یا سزا دی جائے انہیں جرم کہا جاتا ہے۔ اسلام میں جرم اور گناہ کے اخلاقی پہلو کو بڑی اہمیت دی گئی ہے تاکہ گناہ سے انسانی کردار کو بچایا جا سکے۔ قرآن عظیم میں جرم اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ عفو کی سخاوت اور مغفرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلام مجرم سے نہیں بلکہ جرم سے اجتناب کا درس دیتا ہے اور جس شخص پر تعزیر یا حد جاری کی گئی وہ اپنے جرم سے پاک ہو گیا۔ آج پوری دنیا کے مروجہ قوانین اور قانونی دستاویزات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ اصول یا تو سرے سے موجود ہی نہیں اور اگر کسی قسم کا ذکر ہے بھی تو وہ بہت ہی کمزور اور ناقص ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے میں یہ نکتہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"یاد رکھو! ایک مجرم اپنے جرم کا آپ ہی ذمہ دار ہوگا۔ چنانچہ نہ تو باپ کے جرم کے بدلے میں بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کے جرم کے لئے باپ کو سزا دی جائے گی۔"

خطبے کے اس مرحلے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق کے متعلق دو ٹوک الفاظ میں اپنی ذمہ داریوں اور ان کے فرائض کو تسلیم کرنے کے ساتھ واضح فرمایا۔ ہم یہ سطریں [illegible] کے "خواتین کے حقوق" کے موضوع پر بار بار لکھ رہے ہیں۔ اس دور کے پروگراموں اور تقریروں میں خواتین کو وراثت یا کسی اور جگہ مساوات تو "ضرور" دی جاتی ہے۔ جس سے معاشرے میں کچھ نہ کچھ بگاڑ ہی پیدا ہوگا۔ دوسری طرف انہیں کے لئے تو ہین

آمیز پوشاکوں کی اشاعت پر تو ہین رسالت کے خلاف اسلامی دنیا احتجاج کر رہی ہے اور [illegible] ذہن میں یہ خیال آ رہا ہے اور ہماری تعداد [illegible] کو عملی طور پر تسلیم کرتے ہوئے مسلمان میں ہوا ہی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں کے حقوق کے متعلق ارشادات کو سامنے رکھا جائے تو ہم ساری دنیا کے لئے نمونہ ہو سکتے ہیں۔ صرف عورتوں کے حوالے سے قرآن عظیم کی "مائی" "قرآن سے شادی" جیسے گناہوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور "عزت" کے نام پر خواتین کا قتل تو ان معاشروں کا معمول بن چکا ہے۔ ہم نے جاہلیت کی تعلیم کو رد کر دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ہمسایگی کے تحفظ کے لئے اسلام کو اپنانا پڑے گا۔ آج کل عظیم المیہ اخلاق کے ذریعے ہی اپنے اصول اور اقدار کو بچا سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عورتوں کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس لئے کہ تم نے انہیں اللہ کے (نام پر) کلمات کی بنا پر وہ حاصل کیا ہے۔ تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارے بستر پر (کسی) کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں سزا دو جو سخت نہ ہو۔ تمہارا حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح کھلاؤ اور پہناؤ۔

تو گویا جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق تمہارے ذمے ہیں اسی طرح تمہارے بھی کچھ حقوق ان کے ذمے ہیں۔ وہ یہ کہ وہ کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ (تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو تمہارے گھر میں داخل ہونے دیں۔ اگر عورتیں ان باتوں کی خلاف ورزی کریں تو تمہیں اجازت ہے کہ انہیں سزا دیں۔ مگر ایسی سزا نہ دیں جو تکلیف دہ ہو اور ان پر ظلم کرنے کے مترادف ہو۔ اگر وہ تمہارے قابو میں آ جائیں تو پھر تمہارا فرض ہے کہ تم انہیں اچھا کھانا اور اچھا لباس مہیا کرو۔)

عورتوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ خواتین کو اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔ ان کے لئے صحت بخش غذا اور مناسب و باعزت لباس مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ عورتیں معروف [illegible]

www.KitaboSunnat.com

تعمیر کی ذمہ داری قبول کریں۔

گھر کا سکون معاشرے کے تمام تر امن و سکون کی ضمانت ہے۔ گھریلو زندگی اور تعلقات پر مشتمل ہوتا ہے۔ افراد کی صلاحیتوں اور ان کے بروئے کار آنے کا تعلق بھی انہی تعلقات کی خوش گواری سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ان کے عملی اخلاق پر مشتمل عائلی زندگی کو جتنا آشکار کیا جائے کم ہے۔ گھریلو اور عائلی زندگی میں ذاتی زندگی بھی شامل ہے۔ عہد رسالت میں خاندانوں اور قبیلوں کا رواج تھا۔ اسلام نے اسے ختم کر دیا اور پھر عائلی نے دوسرے درجے پر آزادی و تحفظ دلایا۔ بیٹیوں کے حصول کا ذریعہ، جنگ مقرر کر دیا گیا۔ خاندانوں کو اپنی آزادی خرید نے کا اختیار دیا گیا۔ بچیوں کی والد کے حقوق متعین کئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں بھی کنیزوں کو فراموش نہیں کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، "میں تمہیں ان کے بارے میں بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارے زیر نگین ہیں۔ انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔" ان ہدایتوں کا احاطہ قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے۔

ان خانوادی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں اور مسائل کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خطبے کے آخر میں معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد، اعمال، عبادات کو اس طرح پر مشتمل فرمایا کہ ان سب کی اخلاقی بنیاد واضح کر دی۔ ان کے متعین اور واضح اوقات اور ان میں پابندی سے ادائیگی کا حکم دیا۔ اسلام ایک مکمل نظام ہے جس کے سارے پہلو ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور زندگی کا کوئی پہلو ان تعلیمات اور اصولوں سے خالی نہیں۔ اسلام سے صحیح نظر ہونے کے ساتھ ساتھ ہے اور اخلاقی ہے۔ ایک طرف تو یہ ذاتی زندگی کی تنظیم کرتا ہے اور دوسری طرف ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے رشتے کو تقویت دیتا ہے اور دونوں راہوں میں تقویٰ اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف کہیں اوجھل نہیں ہونے دیتا۔

خطبے کے آخری حصے میں اخلاقی اسلامیہ کے عملی نمونے اس طرح سامنے آتے ہیں کہ جو لوگ اسلام کو ایک معاشرتی مسلک کے طور پر سمجھتے ہیں، ان کے سامنے اخلاقی مسئلے کے حل پیش کیے جاتے ہیں۔ آج کل

جرائم سماج میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ نہ ادا کیا ہوا جرم اور گناہ کے کفارہ کے لئے مظلوم یاد آتا ہے۔ انسانی ارادے الف اور ب کی نیت میں آجاتے ہیں۔ آج کا مغربی معاشرہ انہی اندیشوں کے حقیقت بن جانے پر گواہی دے رہا ہے۔ DNA کا عذاب اور شہوت عائلی زندگی کو تباہ کر رہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق، جرائم، عقائد اور معاملات کو یکجا پیش کر دیا۔ زندگی کی تعمیر کا ہر رخ سامنے آگیا۔ آپ نے فرمایا

تم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ، کسی کو ناحق قتل نہ کرو، زنا نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔

تم کوئی ایسے جھوٹی گواہی نہ دو (مجھ پر جھوٹ تہمت نہ لگاؤ) اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

نبی اور مجھ سے پہلے کسی نے ایسی فضیلت نہیں پائی۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر

اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچوں نمازیں ادا کرو، رمضان کے مہینے میں روزے رکھو اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو، اور خوشی سے اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو (اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق حکم دیں) اور ان سب کی اطاعت کے نتیجے میں اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اللہ سے ڈرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ تولو، سیدھا تولو اور زمین پر فساد نہ برپا کرو۔

خبردار عورتوں کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرنا، بیشک تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور تم پر ان کا حق ہے کہ تم ان کو اچھا کھانا اور اچھا لباس دو۔

خطبہ حجۃ الوداع کا ہر حصہ، ہر حکم اور ہر جملہ آیات و احادیث کے سیاق و سباق میں

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکت

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو پھیل کر ہم حالات کو بدلیں، عمل اور واقعات کے کردار میں پھنس گئے ہیں اور پکار رہے ہیں۔ اپنے قول میں نبی ہماری شہادت مانگی ہے۔ قول میں اور قول معروف سے مسلمانوں کی بستیاں، آبادیاں محروم ہو گئی ہیں، ہمارے قول کو پرکھا جاتا ہے جس میں کی وہ ان محفوظ نہیں ہے۔ عراق اور پاکستان کے شہر خود اپنے ہم وطنوں کے ہاتھوں میدان جنگ سے زیادہ غیر محفوظ ان کے اپنے اور بیرونی کے دام ہو رہا ہے۔ ظلم و زیادتی کی یہ داستانیں اور غیروں کے نام ہیں اپنے ہی ہاتھوں کی رچی بسی کہانیاں ہیں۔ مذہب و شریعت کے نام پر ہو رہا ہے، کچھ لوگوں سے ناواقف کر رہے ہیں اس کی روشنی میں حل ہو رہا ہے۔ ہمارا اخلاق کا یہ بگاڑ اپنے پورے معاشرتی کے ساتھ ہم پر واضح ہوتا ہے کہ دین میں خود اختیاری سے بچ کر قرآن سے پہلے کی قومیں اسی غلطی میں ہلاک ہوئیں۔

انما اھلک الذین من قبلکم بالعلم علی الجہل

آج کے حالات سے بے خبر شرعی الجھنوں میں ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ ہم صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے رب نے مستقل عنوان کا نام دیا ہے اور ہمارے واقعات ان کے سامنے ہی الفرقان علی الکتاب کے مطابق جس طرح آپ فرما رہے ہیں کہ واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ واقعہ ہمیں، حال اور مستقبل کا ہمیں متعلم پا رہا ہے ہمارے لئے ہمارے لئے۔ العلم علم اللہ۔

تعلیم کے اخلاق میں تعلیمی زندگی کا ان سارے پہلوؤں سے جس کا تعلق اداروں یا سماجی معاملات اور معاشرے کی تعلیم اور اخلاقی اخلاق سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو ارشاد کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اچھی بات اور کسی بات زیادہ کی ہدایت کا حل نہیں ہے۔ یہ علم معاشرے میں جہالت اور اعتدال کے لئے تمام علم ہے ان کا اخلاق مشکل نہیں۔

آج الفاظ شکل "علم" کے کتنے ہی اداروں اور اشتہارات ناقابل ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو جو نہیں کہتے ہیں "علم" کرنے کے لئے کسی کو حاصل نہیں کہ کسی دانستہ کرام کے

علم سے محروم کر دیا جائے یا کسی کی چاہے وہ کسی کے ہاتھ قتل کرے، دوسرے جائز حقوق سے محروم کر دیا جائے۔

آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کو اپنے بعد ہم چھوٹی نہیں کھانے سے منع فرمایا، مدینہ دیا کہ تم دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اللہ کے علم کے بارے میں ہدایت فرمائی کہ "علم میں سے بہتر کچھ نہیں ہو حاصل کر لو اس سے پہلے کہ علم چھین لیا جائے تو تمہارے درمیان سے اٹھا لیا جائے۔" علم کے بارے میں آپ کا یہ قول حق ہے کہ جب اس کا علم علم نہیں رہتا تو علم کے لفظ سے کیا ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ فرمائی کہ علم کے جانے والے علم ہو جاتے ہیں۔ اسود دنیا ہی اور قرآنی تعلیم ہو گی۔ انہوں نے یہ بات ذہن میں رکھنی ہے کہ اسلام میں علم اور ہے اس نے یہ ایک عملی شے ہے جس کا اظہار اخلاق کے اخلاق کردار سے ہوتا ہے۔ یہی علم کے تخلیقی ہدایت کتاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کی روح، گفتار، نشست و برخاست، برتاؤ، تعلیم اور روایتی تھی۔ ان کے بعد اخلاق بری اور علم نہ ہی سے مستقبل اختلافوں سے دنیا محروم ہو گئی۔ تعلیمی قرآنی تعلیمات، خیر خواہی اور عبادت سے وابستگی کی صورت میں علم جاری رہا۔ عہد حاضر کی ایجاد مسلم ہے تعلیم ہے تعلیمی اور مستقبل میں اسلامی سماج سے میں علم کا جو اخلاق سے ہو اس کے ساتھ تھا۔

علم کے اٹھ جانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ لوگ علمی اور تعلیمی علوم کے پیچھے لگ جائیں اور علم کا تصور اور تعلیم ہی بدل جائے۔ دنیا اور اس کی چیزوں اور تعلیمی ہو گئی۔ دنیا کے تعلیم علم اور روشنی بنا دیا ہے ہیں۔ دراصل علم کے تخلیقی مفہوم اور علمی اوصاف سے بہت دور ہو گئی ہے۔ علم کا تخلیقی انسان سازی، علم و عمل کے رشتے اور اخلاقی قدروں کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی تزکیہ اور اعلیٰ درجات کے ساتھ تھا۔ اب علم صرف معاش اور پیشے سے وابستہ ہو گیا ہے۔ پہلے دینی علم دنیاوی علم پر حاوی تھا اور اس میں بہتر انسان بنانے اور معاشی ضرورتوں کے علاوہ بھی تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے آج علم کا معیار یہ ہے کہ دینی علم اور علوم اولیٰ میں ان کے حصول سے زیادہ سے زیادہ نوکریاں اور معاشی فوائد حاصل ہو سکیں۔ اور یہ تصور انسانی سطح سے محروم ہو چکا ہے۔ علم کا کوئی اعلیٰ اقدار

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

سے باقی نہ رہا۔ آج معلومات کا حکم نہیں رہا ہے۔ یہ حکم ہوا کی طرح ہر جگہ موجود ہے۔ یہ حکم کے بجائے جانے والی ایک صورت ہے۔ Age of information

"حکم اور آگاہی کا یہ وجود یہ اپنے خود ساختہ معیاروں کا اسیر ہے کہ اس نے اپنی الگ سے حد سوز لیا ہے اور ایک نئی "قطعیت" کو جنم دیا ہے۔ آج کے علوم کے لبوں پر یہی نعرہ ہے کہ "لا ریب فیہ الا علمی" حقیقت حکم کی کہتے ہیں۔ آج خدا کا علم حکم نے جو روشنی پھیلائی ہے اسے جگہ، مرد و آہن کی اشیاء کرو اصلاح "تعقل فرو" اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

تعقل فرو نے ان پہ وہ جالے
کھنچے گئے انسان، بالے گئے سانے

علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان سوائے سنے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ علم کے ہاتھ جانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ علم کی خالی جگہ پر تعقل فرو براجمان ہو گیا ہے۔ اس علم کو "دانش برہانی" بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ دو تعقل، عرفانی و دانش نورانی یعنی وحی کی روشنی سے بھی دامن تہی ہے اور اس کی نفی کرتے ہوئے آج کا انسان "محبت کی نورانی" میں گم ہے۔ جہاں یہ علم کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اور انسان کو یہ علم صرف کتاب اللہ ہی پہنچا سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے اٹھا لے جانے کی خبر دینے کے بعد یہ بھی قائم رہنے والے علم (یعنی تعقل کے راستے پر انسان کی رہبری کرتا ہے) کو صراحت کے الفاظ میں بیان فرمایا۔

"تو اسے بھی یاد رکھو۔ میں نے سب کچھ تم کو بتا دیا ہے۔ میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز ہے کتاب اللہ۔ میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم ان سے وابستہ رہے اور ان کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ہیں اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے "کتاب اللہ" کا ذکر فرمایا ہے کہ قرآن حکیم کی

ابدی ہدایت سننے والوں کے سامنے رہے اور اس کے بعد آپ نے "کتاب اللہ" اور سنت رسول اللہ کا ہوں ذکر فرمایا کہ ان کا راستہ ہمیشہ کے لئے واضح ہو جائے۔ اللہ کے رسول نے اللہ کی تعلیمات کو عملی تکمیل کے ساتھ عمل کے قالب میں ڈھال کر اہل ایمان کی راہیں روشن فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرآن حکیم کا زندہ کردار رکھتی ہے۔ آپ نے جس عظیم انقلاب کی بنیاد رکھی اصول وضع فرمائے اور اپنی ذات والا صفات سے ان پر عمل کے راستوں تک رہبری فرمائی۔ نماز وحی نماز ہے جو آپ کی نماز سے مطابقت رکھتی ہو، زکوٰۃ کے آداب و طریقے وہ ہے جو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی صورت ہو۔ حج کے مناسک اللہ کے رسول کی حج میں سوا لاکھ سے زیادہ انسانوں کے سامنے پیش فرما کر قیامت تک کے لئے اہل ایمان کے لئے بہترین ورثہ کے طور پر چھوڑ گئے۔

تیئس سال تک اللہ کی جو ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی صورت میں آئیں آپ کا خطبہ حجۃ الوداع ان کا حاصل و خلاصہ ہے۔

خطبے کے اختتامی حصے امت سے اللہ کے رسول کی رخصت کا اندازہ بھی ہیں۔ ہر ایک لفظ رسول اور امت کے باہمی رشتے کی محبت کا آئینہ دار ہے اور دل کی طرح عزیز و پیارے۔ ان میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تڑپ بھی ہے اور محبت کی تکمیل کا اطمینان بھی۔ آپ نے حجۃ الوداع کے شریک حاجیوں کو اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ تم سے پہلے پچھلوں کو تمہاری کثرت نے تباہی کی راہ پر دوسری امتوں کے مشاغل تم پر غالب آ جائیں گے۔ تم باہمی رسوائی کا سبب نہ بن جانا۔

خبردار! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

دیکھو! تم نے مجھے اچھی طرح دیکھ بھی لیا ہے اور سمجھ بھی لیا ہے (اپنے دین کی اصلاح کی) باتوں کو اچھی طرح سن بھی لیا ہے۔ تم سے میں قریب (اور میرے بعد) جو بھی متعلق ہو پھر جائے گا (تم عدالت کے سامنے میری

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

مکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے دین کے طور پر پسند کر لیا (تو تمہیں کر لیا)

خطبہ حجۃ الوداع اپنے اختتام کو پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپسی کے سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے لوگوں پر دعائیں جاری تھیں، اونٹوں کے زور و بم سے میدان عرفات میں رونق سما گئی تھی، قربِ الٰہی ایک نئے روپ میں صحابہ کرام کے سامنے تھا۔ وحی کا سلسلہ جاری تھا، یہ وقار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف تو اللہ جل جلالہ کی محبت کے انوار کی تابندگی میں جگمگا رہے تھے اور دوسری طرف اس صحیح میں نزول اور تربیت تھی جس کا ہر لمحہ اس کی تعلیمات کا امتحان تھا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا آئینہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آہستہ آہستہ نازل ہو رہی تھی اور وحی کا یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں اور وحی کا یہ سلسلہ رکنے کو تھا۔ یہ عجب سماں تھا آپ کے اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے جو نزول وحی کی اس عظمت سے کیفیت کو خوب جانتے تھے۔ یہ تربیت دعا کی تمنا تھی ہر آج بھی مسلمان میدانِ عرفات میں آپ ﷺ کے کامل یقین کے ساتھ اپنے رب کے حضور اپنی احتیاجیں پیش کرتے ہیں۔ یہ اسلام کے متعلق آخری آیت تھی جو نازل ہوئی۔ اس کے بعد جو چند آیات نازل ہوئیں ان کا تعلق معاملات دنیا سے تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس دنیا میں اپنے رب کے حضور پیش ہونے کی تیاری شروع کر دی۔ (بخاری، کتاب الایمان)

ارشاد خداوندی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۵)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تین انعامات کا ذکر فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو عطا کئے گئے۔

۱۔ اکمالِ دین مسلمانوں اور ان کے وسیلے سے انسانیت کو تمام فرامین، قوانین، آداب اور ضابطے عطا کر دیئے گئے۔ اب جو نئے مسائل اور اس سے متعلق احکام سامنے آتے

۵۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال تاریخ ہے۔

ہیں اور آئیں گے وہ کتاب و سنت سے اخذ کئے جائیں گے۔ اختلاف اور ہوا و ہوس بھی ہو گا لیکن جو بھی فیصلہ کی آماجگاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی ہے اور رہے گی۔ خواہش کا مقصد نفس انسانی کی بالیدگی ہے اور اخلاق پاکیزہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ضابطۂ اخلاق عطا کیا ہے اس کی حفاظت بھی ہے۔ شاید ہم آفاقی اقدار کو فراموش کر دیں۔ جب ایسی اور جب الٰہی کی دنیا اس پر ہنسی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی اور آج دنیا سے نیوی اور صحابہ کرام کی زندگیاں قیامت تک کے لئے ہمارے لئے روشنی کا مینار رہیں گی۔

۲۔ اتمامِ نعمت۔ اکمالِ دین کے بعد اس آیت میں رب اکبر نے اتمامِ نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ دین کے اکمال سے بڑھ کر نعمت کی تکمیل اور کیا ہوتی ہے۔ اور نعمت کی تکمیل صحابہ کرام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اتمامِ نعمت ان کا ایمانی تجربہ تھا۔

انہوں نے دیکھا کہ کس طرح کفر کے بتھے پسپا ہو گئے، کس طرح بت۔ بکھر گئے اور کس طرح خانہ کعبہ اور انسانوں کے دل ان بتوں سے پاک کر دیئے گئے اور کس طرح رب واحد کے نام کا غلغلہ بلند ہوا اور کس طرح اللہ کے نام کے ساتھ اس کے رسول کے ذکر کو رفعت حاصل ہوئی۔ نعمت کا اتمام یہی ہے کہ اس کی غایت مکمل ہو گئی اور کائنات کی تخلیق اسی نعمت کے اتمام سے مکمل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کائنات کے منصوبے اور تخلیق کا خالق ہے دین کی نسبت مسلمانوں اور انسانوں کی طرف کی اور اتمامِ نعمت کی نسبت اپنی طرف کی۔ اب یہ فریضہ مسلمانوں کے لئے ہو گیا کہ وہ اپنے اعمال و اخلاق، کردار و گفتار کے ذریعے دین حق اور اس کی برکات عالم انسانی کے سامنے پیش کریں اور اس کے نتیجے میں اس نعمت کے ثمرات کو مرتب کرنا باری تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے ذمہ لے لیا۔ دیئے بھی کوشش انسان کے لئے ہے اور اس کے نتائج اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔

۳۔ اختیارِ نبوت۔ اس آیت میں ختم نبوت اور رسالت کی طرف بھی واضح اشارہ ہے۔ دین اور نعمت ہر دو انسانوں کے لئے اللہ کا دین پہلے رسولوں کی بعثت سے اسلام ہی تھا۔ مسلمان ہونے کے ناتے ان کی شہادت، ان کے فہم اور عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے داخل تھا۔

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

جیسے جیسے انسان کی عقل، اس کے معاشرے اور زندگی کے تقاضوں میں وسعت آتی گئی، ویسے ویسے بعد کے ادوار کے نبیوں اور رسولوں کے بیان کی حدود میں اضافہ ہوتا رہا، مسائل کا احاطہ ہوتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں انسانی زندگی کے سارے امکانات اور عقل انسانی کی قوت احاطہ مکمل ہو گئی اور اللہ خالق نے اپنی قائم کردہ حدود اور احکام کے دائرے میں پرانے ہوجانے والے دور کی تخصیصات کے باب میں انسان کو آزادی عطا کر دی اور یہ اعلان فرما دیا کہ ہم نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر منتخب کر دیا۔ یوں رسالت کی ضرورت باقی نہیں رہی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نبوت کے خاتمے کے لئے ضروری بن گئی۔

مختلف روایات کے مطابق سورۃ النصر کی نزول اور اس کے موقع پر نازل ہوئی۔ سورۃ النصر کا ایک نام سورۃ التودیع ہے۔ تودیع کے معانی ہیں کسی کو رخصت کرنا۔ یہ نام اس کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبات ارشاد فرمائے ان میں آپ نے اس دنیا سے جلد رخصت ہونے کا اشارہ فرمایا۔ یہ آخری مکمل سورت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح (۱) ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ
افواجا (۲) فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (۳)

اللہ کی نصرت اور فتح آ چکی اور آپ نے لوگوں کو جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا، تو اپنے رب کی تسبیح اور تعریف کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے، بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

عرب کے روایتی قبائلی طرز عمل کے ساتھ اسلام کی آویزش کو دیکھ لیجئے۔ وہ دس سال کے واقعات سے اور مسلمانوں کی فتح سے اپنے اخلاق و اعمال کو جوں کا توں ان کے حق پر ہونے کا یقین کر چکے تھے اور اب لشکر کے لشکر اسلام کی آغوش میں آنے لگے۔ فتح مکہ کے بعد عرب قبائل فوج در فوج، جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ صرف یمن سے سات سو افراد پر

۱۔ النصر: ۳

قافلہ مدینے منورہ پہنچا اور اس شان سے کہ یہ لوگ راستے میں اذانیں دیتے، نمازیں ادا کرتے رہے اور قرآن عظیم کی تلاوت سے فضاؤں کو روشن کرتے رہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب اپنے دل کی گہرائی سے اسلام قبول کر چکے تھے، اسلامی عبادات ادا کر رہے تھے اور قرآن عظیم سے اپنے دل کو روشن کر چکے تھے۔

مختصر یہ کہ رسالت پورا ہو چکا تھا، انسانیت کا سفینہ ساحل مراد تک پہنچ چکا تھا، انسان کا رخ تو حید الٰہی کی طرف مڑ چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تمام انعامات دیکھ چکے تھے۔ اب آپ کا منصب مظہر اتمام رب کے لئے بے قرار تھا۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں بیس دن کی جگہ اکیس دن کا اعتکاف فرمایا اور جبرائیل امین کے ساتھ قرآن مجید کے ایک دور کی جگہ دو دور مکمل کئے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق آپ بکثیر ورد استغفار میں مشغول ہو گئے۔ اب آپ کی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ کے کلمات اکثر پڑھنے، اپنے گھر سے اور سوتے میں بار بار پڑھتے اور سفر سے واپسی کے بعد ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ اللھم لک اسلمت وبک وثقت وعلیک توکلت وانت ربی کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور توجہ کی بہت بڑھ گئی۔ محبت و رحمت کے اس اضافہ کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح و تحمید و استغفار سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اخلاق رذائل و قبائح کی تطہیر و تزکیہ اور اسلام کے لئے کارہائے نمایاں سے نہیں بلکہ اخلاق حسنہ سے ہے، جس کی تکمیل کے لئے محمد ﷺ کے رب نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

رفیق اعلیٰ۔ ملاقات کے لئے بے قراری

بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع اعلیٰ ہدایات (وصیت) کے ساتھ ملک کی تعمیر نو کی۔ مقررہ کے پیمانہ پر اسلامی اخلاق اور حسن معاشرہ کی تعلیم دی۔ مرحلات میں ان کے رب نے ان کو دین کے کمال اور اپنی نعمتوں کے اتمام کی خوشخبری دی اور آپ کو اپنی ملاقات کے مژدے سے نوازا۔ اب اس خاکدان میں آپ کا کام مکمل ہو گیا تھا۔ اب مدینہ منورہ میں ایک طرف تو آپ صحابہ کرام کی تربیت میں مصروف تھے اور دوسری طرف آپ کی راتیں اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے میں گزرتی تھیں۔ شوق و جذبہ و استغفار میں عبدیت کے تمام رنگ قائم ہو گئے تھے۔ اختتام عمر پر آپ کو اپنے ساتھی، جانثار صحابہ سے بڑھ کر جنتوں نے اپنے جانثار دے کر اللہ کی تسبیح اور خاتم الانبیاء کی صداقت کی گواہی دی تھی۔ انہیں کا مقدس لہو اسلام کے باغ کی آبیاری کر گیا۔ آپ اللہ تشریف لے گئے۔ حضرت عزرائیل تھے۔ انہوں نے روح کے لئے دستک دی اور چلنے کے لئے کہا۔ آپ ان کو اوراق پڑھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نصیحت دیتے رہے، اللہ اپنے طریقے سے ایک بندے کے لئے بھی ناقابل نہ ہو۔ ایک خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا کو اپنے لئے پسند کر لے اور چاہے تو اس چیز کو جو اللہ کے لئے اس کے پاس ہے اور اس بندے نے اپنے لئے وہی چیز پسند کر لیا جو اللہ کے لئے اس کے پاس ہے۔

یہ انداز کلام، اشارہ اور اپنے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکسار تو دیکھئے۔ علامات نبوت اور مزاج دان رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رونے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رونے پر تعجب ہوا۔ ابوبکر بڑی عمر والوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی کہ اللہ کے ایک بندے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اپنی ذات اقدس کی طرف تھا اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ صاحب علم و فہم تھے۔

ایک رات عروہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیخ تحنیک لے گئے اور اس شیخ سے دعا کی تکرار سے فرمایا "اے اہل قبور! تم پر سلام ہو۔ تم جس حال میں ہو وہ اس حال سے کہیں بہتر ہے جس میں زندہ لوگ ہیں۔ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح بڑھ رہے ہیں" پھر آپ نے اس شیخ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ یہ اخلاق اور بے نفسی کی معراج ہے کہ اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کو کسی مرحلے پر فراموش نہ کرنا۔ اسوۂ حسنہ یہی ہے صرف میدان کارزار میں اقامت کا حق نہیں ہوتا بلکہ روحانی تعلیمات میں استقامت اور استقلال ایک اہم اخلاقی صفت ہے۔ اس سلسلے میں انصار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی بات آگے آئے گی۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے اور آپ نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں کوئی بات کرنے کے لئے نہایت قیمتی اور مثالی اخلاقی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں جن پر عمل کرنے سے اسلامی اخوت ایک مشہور حقیقت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کرنا آپ کی سنت ہے۔ مسلمان کی عیادت اور اسلامی نظام اخلاق میں عیادت کا درجہ حاصل ہے۔ مسلمان کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت عبادت ہے۔ جنازے سے واپس ہوتے ہوئے آپ کے سر مبارک میں درد شروع ہو گیا۔ اسی کے ساتھ حرارت بھی بڑھ گئی اور مریض بڑھتی گئی۔ آپ کے سر پر پٹی باندھی گئی۔ پٹی کے اوپر باندھنے سے بندھی ہوئی [illegible] خطاب فرمایا۔ یہ خطاب رسول کی رحمتیں اور نعمتیں ہیں۔

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت میں ہر دن اضافہ ہوتا گیا۔ مرض الموت کی شدت دو ہفتے تھی اور آپ نے اس شدید اذیت اور تکلیف میں بھی گیارہ دن نماز کی امامت فرمائی۔ آپ نے فرمایا تھا: "انصلوا ارحم الراحمین اور آخری ایام حیات میں اس قول پر اپنے عمل کی مہر ثبت فرمادی۔ بیٹھ کر نماز پڑھی اور پھر اپنے گھر میں فرمایا تھا کہ مسلمان اس فریضہ کو ادا کرتے رہیں گے تاکہ نماز کی تائید و تحسین پوری نہیں ہوگی۔ نماز خانہ سے مسلمان کی سرگوشی بھی ہے، دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وابستگی کا رابطہ بھی اور اللہ کی تکبیر بھی۔ اپنے اصحاب کی حیثیت و حالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ آپ امامت کبریٰ اور اپنے مختصر خطبات کے ذریعے اپنی زندگی کے آخری ایام تک ادا فرماتے رہے۔ ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

علالت جب حد سے بڑھی تھی تو نماز کی امامت کے ساتھ ازواج مطہرات کے ساتھ عدل کا فریضہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتا۔ آپ ہر روز دریافت فرماتے کہ کل کس کی باری ہے؟ اگلی میں کس کے گھر سے میں رات گزاروں گا۔ جسمانی حالت آپ کا ساتھ چھوڑ رہی ہے، چند قدم چلنا آپ کے لئے دشوار تھا۔ علالت کے آخری ہفتے کے آغاز میں امہات المؤمنین نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی تکلیف ہم سے برداشت نہیں ہوتی۔ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ تمام ازواج کے عالی اور خالصتاً دونوں اس باب میں عدل کے اس معیار پر تھے اور اس کے تقاضوں پر قائم رہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں "قوام بالعدل" کو نہایت خوبی اور کمال کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دور میں آنے والے اپنے امتیوں کو عدل واقسط کی دعوتوں سے آگاہ فرمایا۔ قرآن عظیم نے بھی عدل کا یہ بلند تصور ہمیں عطا فرمایا ہے۔ کہ کسی قوم کی دشمنی بھی کہیں ہمارے عدل سے نہ ٹکرانے پائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱)

(۱) المائدہ: ۸

اے اہل ایمان! اللہ کے لئے حق پر قائم رہو اور انصاف کے ساتھ گواہی دو اور سچائی کے گواہ بن جاؤ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کے خلاف عمل پر آمادہ نہ کرے۔ عدل کیا کرو کہ یہ تقوے سے قریب تر ہے اور اللہ کا خوف (اور محبت) اختیار کرو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

قرآن مجید نے مختلف سیاق و سباق میں عدل پر زور دیا ہے اور اس کی اہمیت کی تفہیم کسی خاص منظر اور زمان و مکان کی محتاج نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور اخلاق کے علم سے یہ آیات واضح تر ہو جاتی ہیں اور قرآن کریم کا ایک ایک لفظ آپ کے اخلاق کے اس منظر میں یک لخت "شہداء بالقسط" کی اس اونچائی کے اس منظر میں بآسانی پرکھا جا سکتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد نے انہیں کوئی عطیہ دیا تو ان کی نگران والدہ نے کہا کہ میں اس عطیہ پر اس وقت راضی ہوں گی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شہادت دیں گے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ حضور کی شہادت حاصل کرنے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ "کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ ہادیٔ اعظم ﷺ نے کہا "اللہ سے ڈرو۔ اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا"۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب تحقیق میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک طرف تو آپ نے ازواج کی معاملات میں اپنے رشتوں کے ساتھ بھی انصاف کیا اور دوسری طرف اپنے ہر رشتے میں اسی معیار عدل کو برتا۔ بیماری کی حالت میں جب آپ پر ضعف کے سبب غشی طاری ہو جاتی تھی آپ نے ازواج مطہرات کے درمیان عدل کو قائم رکھا۔ اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک جگہ، بچے کی ادائیگی جب ازواج مطہرات سے طے کی گئی تو آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا۔ اس وقت مرض کا شدید حملہ آپ کے سر پر تھا زندگی ہوش و حواس کھو رہی تھی اور بار بار غشی آپ کے اوپر طاری ہو رہی تھی۔ آپ کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما سہارا دیئے ہوئے تھے۔ یہاں آپ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لائے۔ اسی حجرے سے آپ

کم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے رب کامل جل جلالہ کی ملاقات کے لئے دائم جاودانی کی طرف سفر کیا۔

وفات سے پانچ دن پہلے بخار کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سات مشکیزوں کے پانی سے آپ کے سر مبارک پر پانی بہایا گیا۔ بخار ذرا کم ہوا تو آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور انصار کے حقوق کا ذکر فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلامی اخوت کا رشتہ اس سے کہیں بلند ہے۔ اس کے بعد آپ نے انصار کے بارے میں وصیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ انصار میرے جسم و جان ہیں۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے لیکن ان کے حقوق ابھی باقی ہیں۔ تم ان کے نیک لوگوں کی خدمات کو قبول کرنا اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے بعد انصار کی تعداد کم ہوتی جائے گی یہاں تک کہ وہ کھانے میں نمک کی طرح رہ جائیں گے۔

اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں آپ اعتکاف فرما ہوئے۔ بارگاہ کے ساتھ دائم نسبت اور تعلقات کو محکم تر کرنے کے لئے آپ نے اعتکاف کیا۔ امت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ زندگی کی آخری گھڑیوں میں بھی آپ کے لب پر امت کا نام تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرا حوض ہر اس شخص کو پانی پلائے گا جو اس سے ایک بار پانی پی لے گا۔ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ میرے حوض پر ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے۔ لیکن ان کے اور میرے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں۔ مجھ سے ملنے والے ہیں۔ مجھے جواب ملے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ میں کہوں گا کہ دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔ جو میرے بعد میرے دین میں تبدیلی کر گئے۔

کے بعد آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ پھر منبر پر تشریف لائے اور انصار کے حقوق اور سماجی معاشرے میں ان کی اہمیت کے بارے میں خطاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مسجد نبوی کی اس دو پہر میں جمع کیا۔ مہاجرین و انصار کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم کے بعد کے حضرت سعد بن عبادہ کے گھیے میں آپ کے خطاب اور اپنی اونٹنی قصواء کے ساتھ پاؤں آئے ہوں گے۔ فرق تھا تو یہ کہ اس دن آپ انصار سے خفا اور آج سب سے انصار کے بارے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی نصرت کے صلے میں انصار کے ساتھ اور ان کی جاں نثاریوں کا جو احساس تھا اسی کے قابل فکر آپ نے فرمایا تھا کہ اب میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ اور اب جب دنیا سے آپ نے رخصت ہونے میں پانچ دن باقی تھے اپنی امت کے نام سے آپ نے اعلان فرمایا

> انصار میرے جسم و جان ہیں۔ اسلام کی نصرت کے لئے انہوں نے اپنی ذمے داری اور فرائض پوری طرح سے ادا کر دیئے۔ مگر ان کے حقوق کی ادائگی تمہارے ذمے باقی ہے۔ انصار کے نیک لوگوں کی خوبیوں کا اعتراف کرنا اور ان کی خطاؤں کو نظر انداز کرنا۔ اب ان کی تعداد کم ہوتے جائے گی مگر انصار کم ہوتے جائیں گے اور وہ کھانے میں نمک کی طرح رہ جائیں گے۔

حوالہ: آیات اخلاق آیات

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

www.KitaboSunnat.com

اخلاق کا بنیادی قرآن حکیم کے مطابق ۔۔۔

www.KitaboSunnat.com

اور رکوع و سجود کی تکمیل میں دوسرے مقتدیوں تک پہنچا رہے تھے۔ نماز کی امامت اور سیاست کی امامت کا امتیاز یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں دونوں امامتیں یکجا تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل نے آپ کے بعد دونوں امامتوں کی یکجائی کا نقشہ روشن کر دیا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق خلیفۃ الرسول جا فصل ہیں۔ دوسرے خلفائے راشدین اور حضرت صدیق ایک دوسرے کے خلیفہ ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس سے خلافت علی منہاج النبوۃ کے مفہوم پر روشنی اور تیز ہو جاتی ہے۔

نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، نماز دیدار اور نظر کے درمیان حد فاصل ہے۔ نماز مسلمانوں اور ان کے خالق کے درمیان کوتاہی اور منکرات سے بچاتی ہے۔ نماز کی صف بندی اسی طرح حیات میں اتحاد و یگانگت کی صف بندی ہے۔ رسول نے دنیا سے جاتے جاتے نماز کے سارے پہلوؤں کی معنویت کو روشن کر دیا۔ روایات کے بیان کے مطابق جب پیر کی صبح ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے حجرہ عائشہ کا پردہ اٹھا کر مسلمانوں کے نظم و اتحاد سے خوش ہو کر مسکرا دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شریک ہونے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اس لئے وہ پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ نے اشارہ سے منع کر دیا اور حجرہ کا پردہ گرا دیا۔ یہ آخری نماز تھی جس کا آپ نے مشاہدہ کیا اور جو آپ نے بحالت صحت جماعت کے ساتھ پڑھی۔

ایک طرف تو امامت کا اس درجہ فیاضانہ اور حوصلہ مندانہ طریقہ اختیار کیا گیا اور دوسری طرف اپنی بیماری اور اس کے بچوں کے ساتھ آپ کی محبت۔ اس بیماری کے شدائد میں ان کی محبتوں کا آپ نے اس طرح حق ادا کیا کہ مسلمان اسے یاد کریں۔ ان کی گریہ زاری اور اضطراب و پریشانی میں سب کا حصہ بن جائے۔ خوش گوار گھریلو اور عائلی زندگی کے لئے انسان معاشرتی و سماجی زندگی میں حسن و خوبی کے ساتھ نہیں بھلا سکتا۔ جب وہ شوہر و سربراہ ہو گیا تو آپ نے حضرت عائشہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دل جیسا

حضرت عائشہ کو یہ بتائی کہ میری اور تمہاری جدائی چند روز ہے، یہاں جناب عائشہ کے حجرہ کو خوشی میں بدل دیا اور انہیں خوشیوں کی سیادت کی بشارت دی۔ سیدہ ام سلمہ، ام حبیبہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہن کو اپنی دیانت سے نوازا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نصیحت کی اور وصیت کی اور انہی کے ساتھ ساتھ بیٹیوں پر شفقت و رحمتی انہی اور تیمارداری "سنت" کے اختیار کی ہدایت دی۔

آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی خواہش کا اظہار کیا۔ مسواک پیش کی گئی اور تھی بھی۔ سیدہ عبدالرحمٰن نے اسے اپنے منہ میں لے کر نرم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی بہترین انداز سے۔ یہ رفیق اعلیٰ سے ملاقات کی تیاری تھی۔ آخر وہ وقت آ گیا جب دنیا آپ کے وجود پاک سے محروم ہو گئی۔ اس وقت آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ رفیق اعلیٰ کے انتخاب آپ نے تین مرتبہ دہرائے اور آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ ہجرت میں ایک خلوت غار کی تھی اور اس خلوت میں اپنے رفیق اعلیٰ سے پوچھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، انسان اور انسانیت کے لئے ایک معراج ہے۔ اور آپ کی مثال نے موت کا کانٹا قلب مومن سے نکال دیا۔

سلام اس پر جس نے انسان کو سربلند فرمایا۔

کاش ہم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی محفل میں غلامی کی سعادت حاصل ہو۔

AF-1105

حکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مک

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com